محفل میلاد

پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

مع

تعارف امام ابن دحیہ کلبی اور شاہ اربل



مُحقق العصر حضرت مولانا

مفتی محمد خان قادری مدظلہ

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

مع تعارف

امام ابن دحیہ کلبی اور شاہ اربل

تالیف

مُفتی محمّد خان قادری

کاروان اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

0300-4407048/042,7580004,5300353-4

نام کتاب	محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ مع تعارف امام دحیہ کلبی اور شاہ اربل
مصنف	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	محمد فاروق قادری
خطاطی	سید ضیغم قادری
ناشر	کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۴ء
اشاعت ہفتم	۲۰۱۶ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
☆ مکتبہ غوثیہ عسکری پارک کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ دار العلم دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ خلیلیہ سعیدیہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور
☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم
☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ فضل حق پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ شمس وقمر مین بھاٹی چوک لاہور
☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ بہار شریعت دربار مارکیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

0321.9494304...0300.4407048

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

اپنی حقیر سی کوشش رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت **حلیمہ سعدیہ** رضی اللہ عنہا کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں ——

★ جنہیں چار سال تک حضور کو اپنی گود میں لینے کا شرف ملا

★ جب تشریف لاتیں تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی اُمّی (میری والدہ تشریف لائیں) کہتے ہوئے استقبال فرماتے۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

محمد خان قادری

شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رح کی

دعا

"اے اللہ!

میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں. میرے تمام اعمال فسادِ نیت کا شکار ہیں۔ البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل (اور لائقِ التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلسِ میلاد کے موقعہ پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی وانکساری، محبّت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔ اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلادِ پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے! اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعے سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔" (اخبار الاخیار، ۶۲۴ مطبوعہ کراچی)

فہرست

نوٹ!

یومِ میلاد النبی کا درجہ امّتِ مسلمہ کے لیے دونوں عیدوں سے بڑھ کر ہے لہٰذا اس کے احکام ان دونوں کی طرح نہیں مثلاً عید کے دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے جبکہ یومِ میلاد کو روزہ رکھنا مستحب ہے اسی طرح عید کے دن نمازِ عید ادا کرنا لازم ہے حالانکہ رحمۃ للعالمین کے صدقہ میں یومِ میلاد کو کوئی اضافی عبادت لازم نہیں۔

محافلِ میلاد کے آداب

۱۔ تمام تقریبات میں باوضو شرکت کی جائے۔

۲۔ سراپا ادب بن کر اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کیا اور سنا جائے۔

۳۔ بھنگڑا اور رقص وسرود جیسے فضول اعمال کے ارتکاب سے بچا جائے۔

۴۔ ہر معاملہ میں اعتدال کی راہ کو اپنایا جائے۔

۵۔ تقریبات میں بدنظمی کے بجائے وقار کا اظہار کیا جائے۔

۶۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں زندگی گزارنے کا عہد کیا جائے

۷۔ محافل اور سجاوٹ کے لیے جبراً چندہ وصول نہ کیا جائے۔

۸۔ روایاتِ موضوعہ ہرگز بیان نہ کی جائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ جب انہیں اللہ کی طرف سے کوئی نعمت اور فضل وکرم نصیب ہو تو اس پر خوشی کا اظہار کیا کریں کیونکہ اصل خوشی اللہ کے فضل کا حصول ہے ۔ ارشاد رب العزت ہے :

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۔	اے نبی آگاہ کر دیجئے اللہ کے فضل ورحمت پر ہی خوشی منایا کرو۔ کیونکہ یہ اس شئے سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

چونکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل بلکہ ہر فضل کا وسیلہ ہے اس لیے عالم اسلام آپ کی تشریف آوری کے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے محافل سجاتے اور جشن مناتے ہیں ــــ مگر کچھ لوگ اس عمل کو اچھا نہیں جانتے اور اس کو بدعت وگمراہی قرار دیتے ہیں ۔

جیسے ہی ربیع الاول کی تقریبات شروع ہوتی ہیں ان کی طرف سے مختلف قسم کے اعتراضات تحریر وتقریر کی صورت میں سامنے آتے ہیں ۔ جس کی وجہ سے اہلِ محبت پریشان ہوتے ہیں ۔

اس لیے ضروری تھا کہ ان تمام اعتراضات کا جائزہ لیا جائے کہ ان کی حقیقت کیا ہے ؟

اب تک ہمارے سامنے مخالفین کی طرف سے درج ذیل سوالات آئے ہیں :

۱۔ محفلِ میلاد کا کتاب و سنت اور قرونِ اولیٰ میں کوئی ثبوت نہیں۔
۲۔ قل بفضل اللہ و برحمتہ سے محفلِ میلاد پر استدلال درست نہیں۔
۳۔ میلاد النبی کا جشن منانا نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔
۴۔ جب ولادت کا دن ہر سال نہیں لوٹتا تو جشن کیوں؟
۵۔ حضرت عباس رضؓ کی روایت مرسل ہے جو حجت نہیں۔
۶۔ یہ خواب کا واقعہ ہے۔
۷۔ اور یہ خواب کافر کا ہے۔
۸۔ یہ روایت قرآنی نصوص کے خلاف ہے
۹۔ حضرت ثویبہ کی آزادی ہجرت کے بعد ہوئی نہ کہ ولادت کے وقت۔
۱۰۔ کتاب و سنت میں بعثت کا ذکر ہے ولادت کا نہیں۔
۱۱۔ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہے ہی نہیں۔
۱۲۔ بارہ ربیع الاول تو یوم وفات ہے اس پر جشن کے بجائے سوگ منانا چاہئیے۔
۱۳۔ محفلِ میلاد کا بانی ایک ظالم حکمران ہے۔
۱۴۔ اس پر مواد مہیا کرنے والے عالم نہایت کذاب تھے۔
۱۵۔ یہ جشن صرف برصغیر میں ہی منایا جاتا ہے۔
۱۶۔ محفلِ میلاد بدعت ہے۔
۱۷۔ اس دن کو عید قرار دینا جائز نہیں۔
۱۸۔ اگر عید ہے تو اضافی عبادت کیوں نہیں۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنائیت سے نہایت ہی اعتدال سے مندرجہ بالا اعتراضات کا تفصیلی جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

قارئین خصوصاً معترضین سے گذارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات پائیں تو ہمیں ضرور مطلع کریں۔

محمد خان قادری
جامع رحمانیہ شادمان لاہور

ولادتِ رسولؐ پر جشن منانے کا قرآنی حکم

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

(یونس، ۵۸)

(اے نبی آگاہ کر دیجئے اللہ کے فضل و رحمت پر ہی خوشی منایا کرو

کیونکہ یہ ہر اس شے سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو!)

حقیقتِ محفلِ میلاد

ابتداءً یہ بات ذہن نشین کریں کہ مسلمانوں کے ہاں محفلِ میلاد یا جشنِ میلاد سے مراد فقط ...... حضور سرورِ دوعالم کے ذکرِ پاک کے لیے اجتماع منعقد کرنا، اس میں آپؐ کی حیاتِ طیبہ، کمالات و درجات کا بیان، آپؐ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ، ولادت کے موقع پر عجائبات کا تذکرہ، خوشی میں جلوس نکالنا، لوگوں کو شریعتِ مطہرہ کی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور نعت خوانی، صدقہ وخیرات کرنا وغیرہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی حقیقتِ میلاد کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان اصل المولد ھو اجتماع	محفلِ میلاد کا اصل یہ ہے کہ لوگ اکٹھے
الناس و قراۃ ما تیسر من	ہوکر تلاوت قرآن کریں اور ان احادیث
القرآن و روایۃ الاخبار	کا بیان کریں اور سنیں جن میں آپ صلی
الواردۃ فی مبدء امر النبی	اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ
صلی اللہ علیہ وسلم وما	ہے۔ پھر تناول ماحضر ہو۔ یہ اچھے
وقع فی مولدہ من الایات	اعمال ہیں ان پر اجر ہے کیونکہ اس میں
ثم یمد لھم سماط یاکلونہ	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و

و ينصرفون من غير زيادة على ذلك من البدع الحسنة التي يثاب عليها صاحبها لما فيه من تعظيم قدر النبي صلى الله عليه وسلم واظهار الفرح والاستبشار بمولده الشريف صلى الله عليه وسلم)

منزلت، اور آپ کی آمد پر اظہارِ خوشی ہے۔

(حسن المقصد فی عمل المولد الحاوی للفتاوی، ۲ : ۱۸۹)

مولانا شاہ محمد سلامت اللہ "اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام" میں رقمطراز ہیں:

حقیقت ایں عمل خیر غیر ازیں نیست کہ در شہر ربیع الاوّل یا شہری دیگر از شہور مسلماناں از علماء و فضلاء و صلحاء فقراء و اغنیاء بدعوت مسلمانے در مکانے جمع شوند و خواص و عوام اہل اسلام باذنِ عام یکجا فراہم آید در آں مجلسے بعضے از آیاتِ قرآن محتوی بر فضائل و نشر کمالات آں سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات مذکور شوند و نبذے از احادیثِ صحیحہ متضمن معجزات و حالات سعادت آیات ولادت باکرامت

اس عملِ خیر کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ربیع الاوّل یا کسی دوسرے ماہ میں کسی مسلمان کی دعوت پر علماء فضلاء صلحاء، فقراء و اغنیاء ایک مکان میں یا خواص و عوام اطلاعِ عام پر اکٹھے ہوں اور وہاں ایک عظیم الشان محفل ہو جس میں قرآن کے وہ حصص تلاوت کیے جائیں جن میں حضور علیہ السلام کے فضائل و کمالات کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح وہ احادیثِ صحیحہ سنی سنائی جائیں جن میں آپ کی ولادت باسعادت کا

درضاع مقدس وحلیہ مطہرآں افضل   بیان ہے ۔

البشر بعرض آید۔ (الدر المنظم، ۹۳)

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے والدِ گرامی حقیقتِ میلاد کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" تو محفلِ میلاد کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص یا چند آدمی شریک ہو کر خلوصِ عقیدت ومحبت حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی ولادتِ اقدس کی خوشی اور اس نعمتِ عظمیٰ اعظم نعم الٰھیہ کے شکریں ذکر شریف کے لیے مجلس منعقد کریں اور حالات ولادت باسعادت و رضاعت وکیفیتِ نزولِ وحی وحصولِ مرتبۂ رسالت واحوالِ معراج و ہجرت وارہاصات ومعجزات واخلاق وعادات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کی بڑائی اور عظمت جو خدا تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور حضور کی تعظیم وتوقیر کی تاکید اور وہ خاص معاملات وفضائل وکمالات جن سے حضرت احدیت جل جلالہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخصوص اور تمام مخلوق سے ممتاز فرمایا اور اسی قسم کے حالات وواقعات احادیث و آثارِ صحابہ وکتبِ معتبرہ سے مجمع میں بیان کئے جائیں۔ اور اثنائے بیان میں کتاب خوان و واعظ درود پڑھتا جائے اور سامعین وحاضرین بھی درود پڑھیں۔ بعد ازاں ماحضر تقسیم کریں۔ یہ سب امور مستحسن ومہذب ہیں اور ان کی خوبی دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے ثابت!

(اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام ص ۳۹)

بھنگڑا، رقص اور ڈانس بلکہ ہر وہ عمل جو خلافِ شرع ہو، اس کو کوئی جائز نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی شخص ان اعمال کو محفلِ میلاد کا حصہ تصور کرتا ہے تو اسے غلط فہمی

ہے ۔ اور ان سے علماء کی تصانیف کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ۔ اگر بعض جہال ایسا کرتے ہیں تو ان کا محاسبہ ضروری ہے ۔ لیکن ان کے اس عمل کی وجہ سے محفل میلاد کو بدعت اور خلافِ شرع کہنا صراحتًہ زیادتی ہے ۔ آج تک کسی عالم نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ مسجد سے چونکہ جوتے چوری کر لیے جاتے ہیں اس لیے مسجد نہیں ہونی چاہیئے ۔ البتہ یہی کہا کہ جوتوں کی حفاظت ہونی چاہیئے اور اس کے لیے انتظام کیا جانا چاہیئے ۔

قرآن

اور

محفلِ میلاد!

قرآن اور محفلِ میلاد

جب محفلِ میلاد کا تعیّن ہوگیا تو آئیے دیکھیں کہ کیا محفلِ میلاد کا حصہ بننے والا ہر عمل مثلاً ذکرِ ولادتِ نبوی، درود و سلام، آپ کے مقامات عالیہ کا تذکرہ، تشریف آوری کے وقت انوار و تجلّیات الہیہ کی بارش کا بیان، آپ کی صورت و سیرتِ مبارکہ پر گفتگو، آپ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جو کرم فرمایا اس کی طرف لوگوں کو متوجّہ کرنا، اس خوشی میں صدقہ و خیرات کرنا، آپ کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام پڑھنا وغیرہ قرآن و سنّت اور قرونِ اولیٰ سے ثابت ہے یا نہیں؟ ان میں سے کوئی عمل لے لیں قرآن و سنّت کے دلائل اس پر شاہدِ عادل ہیں۔ بعض کا تذکرہ درج ذیل ہے:

پہلی محفلِ میلاد خود باری تعالےٰ نے منعقد فرمائی

قرآن نے بیان کیا ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلا اجتماع خود اللہ تعالیٰ نے منعقد کیا۔ اس کی تفصیلات میں بتایا کہ اس اجتماع میں حاضرین و سامعین تمام انبیاء علیہم السلام تھے۔ اس محفل کا موضوع فضائل و شمائلِ نبوی ہی تھا۔ انبیاء کرام سے آپ کے بارے میں عہد لیا اور اس عہد پر انبیاء کرام کے ساتھ خود اللہ

تعالیٰ کی ذات بھی گواہ بنی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝

اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے تمام انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دے کر بھیجوں پھر اس کے بعد تمہارے پاس وہ رسول آجائے جو تم پر نازل شدہ چیز کی تصدیق کرے تو تم نے ان پر ضرور ایمان لانا ہوگا۔ اور ان کا معاون بننا ہوگا۔ فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو سب نے اس کا اقرار کیا۔

(آل عمران، ۸۱)

گویا ذکرِ مصطفویؐ کے لیے محفل کا انعقاد سنّتِ الٰہیہ ہے اور سب سے پہلی محفل اللہ تعالیٰ نے منعقد فرمائی۔ یہ کب منعقد ہوئی؟ اس کی تاریخ معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

رسول ہونے کے باوجود کسی رسول نے رسالت کو کلمہ کا حصّہ کیوں نہ بنایا؟

جب ہم سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی امت کو جو کلمہ پڑھایا اس میں اپنی رسالت کو بطور حصہ شامل نہیں فرمایا۔ حالانکہ ان میں تقریباً تین سو تیرہ رسول ہیں۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام رسول ہیں مگر ان کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ نوح نجی اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام رسول ہیں مگر ان کا

کلمہ لا الٰہ الا اللہ ابراھیم خلیل اللہ، اسی طرح اسمٰعیل علیہ السلام کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ اسمٰعیل ذبیح اللہ، حضرت موسٰی کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ موسٰی کلیم اللہ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ عیسٰی روح اللہ ہے۔ فقط حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہی وہ ہستی ہے جس نے کلمہ میں اپنی رسالت کو بطور حصّہ شامل کیا — لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ — آخر اس میں حکمت کیا ہے؟ تو اس آیت مبارکہ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا ہے کہ یہاں اللہ تعالٰے نے باقی تمام پیغمبروں کو نبی اور اپنے حبیب کو رسول فرمایا ہے۔ انہوں نے اسی ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی رسالت کو کلمہ کا حصّہ نہ بنایا۔

حضور علیہ السلام کی صورت میں اللہ تعالٰے کی عظیم نعمت کا تذکرہ

قرآن مجید نے انسان پر کی گئی مختلف نعمتوں کا متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے اور انہیں بے حد و شمار کہتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا — اگر تم اللہ تعالٰی کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

مگر اللہ تعالٰی نے کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا۔ صرف اس عظیم نعمت پر احسان جتلایا جو اپنے حبیب کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی۔ باری تعالٰی کا ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔ — یقیناً اللہ تعالٰی نے اپنا رسول بھیجکر مومنوں پر احسان کیا ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالٰے نے آپ کو اور آپ کی شریعتِ مبارکہ کو سب سے کامل و اکمل اور اتم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ — آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین

اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ ۳)

مکمل کر دیا۔ میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

یہاں اتممت علیکم نعمتی (میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی) کے الفاظ نہایت ہی قابلِ توجہ ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا ہے کہ میری سب سے کامل و تمام نعمت صاحبِ قرآن

آپ اللہ کا سب سے بڑا فضل و رحمت ہیں

قرآن نے یہاں آپ کو سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے وہاں آپ کو مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل و کرم بھی فرمایا ہے:

۱۔ سورۂ انبیاء میں مختلف پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو سراپا رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آپ کے تمام مخلوق خدا کے لیے رحمت ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہر ایک کا وجود آپ کے واسطہ اور سبب سے ہے۔ جب ہر وجود کا سبب ہی آپ کی ذات ہے تو اس سے بڑھ کر فضل و رحمت کیا ہوگا؟

۲۔ سورۂ احزاب میں حضور علیہ السلام کے صفاتِ مبارکہ شاھد، مبشر، نذیر، داعی باذن اللہ اور سراج منیر بیان کر کے فرمایا، اے حبیب

بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا۔

مومنوں کو بشارت دے دو کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

گویا اس میں یہ بھی واضح کیا جا رہا ہے کہ اے لوگو! اتنی شانوں والا پیغمبر تمہیں عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا بڑا فضل فرمایا ہے۔

سب سے بڑا فضل کیوں ہیں؟

قرآن نے یہ بات بھی کھول کر بیان کر دی ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس سب سے بڑا فضل کیوں ہے۔ وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل سب سے بڑھ کر جس ذات پر ہے وہ آپ کی ذات ہے۔ قرآن کریم کی ان آیات میں اسی کا بیان ہے۔

۱۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ اِنَّ	مگر یہ تیرے رب کی رحمت ہے
فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا۔	بلاشبہ اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے

۲۔ دوسرے مقام پر آپ پر علمی نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ	اور اللہ نے آپ کو ہر شے کی تعلیم دی
وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔	جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر
(النساء، ۱۱۳)	فضل عظیم ہے۔

۳۔ آپ ہی کی ذات پر سلسلہ نبوت و رسالت تکمیل پذیر ہوا جو مخلوقِ خدا کے لیے اللہ کا عظیم فضل ہے۔ سورۂ احزاب میں فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ	حضرت محمد تم میں سے کسی بالغ مرد کے
مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ	والد نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ	اور آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (احزاب، ۴۰)	جاننے والا ہے

ہر فضل و رحمت اور نعمت کے حصول پر اظہارِ خوشی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی نعمت اور اس کا فضل و رحمت نصیب ہو تو اس پر خوشی کا اظہار کیا کرو۔ کیونکہ اس کا فضل و رحمت ہر شے سے اعلیٰ و افضل ہے۔

۱۔ سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا، اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔

آپ ان لوگوں کو آگاہ فرما دیجئے کہ یہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہے پس اس پر خوشی مناؤ (کیونکہ) یہ تمام چیزوں سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

اس حکم ربانی کا ہر ہر لفظ بول رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل میسر آئے تو اس پر خوشی کا اظہار کیا جائے کیونکہ بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑھ کر کوئی شی نہیں۔

۲۔ سورۂ الضحیٰ میں ارشاد ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

۳۔ قرآن نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ وہ ان پر ایک خوانِ نعمت نازل فرمائے تو وہ اسے عید (خوشی) کے طور پر منائیں گے۔ آپ کی دعا کے مبارک کلمات یہ ہیں:

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا

اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے نعمتوں کا دسترخوان نازل فرما تاکہ وہ ہمارے لیے عید قرار پائے اور وہ تیری طرف سے

وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ نشانی ہے اور تو بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

کیا اس احسان کا ذکر و شکر امتِ مسلمہ پر لازم نہیں ہے؟ یقیناً لازم ہے۔ اس کی صورت ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت پر اس کی حمد و ثنا کریں اور بھیجے گئے رسول کے درجات و کمالات سے آگاہ ہوں۔ جیسے جیسے لوگ آپ کے کمالات و مقاماتِ عالیہ سے آگاہ ہوں گے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر شکر کے جذبات اجاگر ہوں گے کہ ہمیں اس نے اتنا عظیم رسول عطا فرمایا۔

ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالےٰ کی منّت پہ لاکھوں سلام

س: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا سے محفلِ میلادِ نبوی پر استدلال درست نہیں!

ج: اہلِ علم نے سورۂ یونس کی ان آیاتِ مبارکہ سے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری پر اظہارِ خوشی پر استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ (یونس، ۵۷-۵۸)	اے لوگو تحقیق آئی ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور جو کچھ سینوں میں ہے اس کے لیے شفا اور ہدایت و رحمت مومنین کے لیے اے نبی آگاہ کر دو تم اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کا اظہار کیا کرو کیونکہ اس کا فضل ہر اس شے سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

ان ارشاداتِ ربانی نے واضح طور پر یہ اصول دے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فضل و رحمت کے حصول پر فرحت و خوشی کے اظہار کا حکم ہے۔ مثلاً قرآن و اسلام بلکہ ہر خیر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر جتنی بھی خوشی کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی ذات تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی، فضل بلکہ فضل و رحمت کا واسطہ اور سرچشمہ ہے اس لیے آپ کی آمد پر ان تمام سے بڑھ کر مومن کو خوشیاں منانی چاہئیں اور محفلِ میلاد اجتماعی طور پر اسی خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے۔ مخالفین محفلِ میلاد اس استدلال کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں فضل اللہ اور رحمت اللہ سے مراد فقط اسلام اور قرآن ہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد لینا درست نہیں۔

شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے استدلال کا رد ان الفاظ میں کیا ہے۔

اما الاستدلال لقول اللہ تعالیٰ قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا علی مشروعیۃ الاحتفال بالمولد النبوی فمن قبیل حمل کلام اللہ تعالیٰ علی مالم یحملہ علیہ السلف الصالح والدعا الی العمل بہ علی غیر الوجہ الذی مضوا علیہ فی العمل بہ وھو امر لا یلیق۔	اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی " قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا " سے محفلِ میلاد پر استدلال اللہ تعالیٰ کے کلام کو ایسے معنی پر محمول کرنا ہے جس پر اسلاف نے محمول نہیں کیا اور یہ ایسے عمل کی طرف دعوت ہے جس کے خلاف عمل رہا اور یہ چیز ہرگز مناسب نہیں۔

(القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل، ۴۳)

اس پر دلیل کے طور پر امام شاطبی، ابن عبدالہادی اور شیخ محمد بن موصلی کے اقوال سے استدلال کیا کہ اسلاف سے جو آیت کا معنی منقول ہو وہی معتبر ہوگا اس کے علاوہ کی گنجائش نہیں۔

اسلاف سے منقول کونسا معنی ہے؟ اس بارے میں شیخ ابنِ قیم کے حوالے سے لکھا۔

وقد دارت اقوال السلف	اسلاف کے اقوال اسی کے اندر
علی ان فضل اللہ و رحمتہ	منحصر ہیں کہ اس آیت میں فضل اللہ
(فی ھذہ الآیۃ) الاسلام	اور رحمت سے مراد اسلام اور سنت
والسنۃ (القول الفصل، ۷۸)	ہے۔

ہم یہاں مخالفین کے اس رد کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے نزولِ آیت کے مقصد سے آگاہی ضروری ہے۔

مذکورہ آیت کے نزول کا مقصد

اس آیت کے مقصدِ نزول کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس کے دو مقاصد سامنے آتے ہیں:

۱۔ سعاداتِ روحانیہ، سعاداتِ جسمانیہ سے افضل ہیں۔

۲۔ لذاتِ روحانیہ پر ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے حوالے سے ان پر خوشی کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

شیخ المفسرین امام فخرالدین رازیؒ نے سورۂ یونس کی مذکورہ آیات پر بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کرکے دونوں مقاصد بیان کئے اور فرمایا یہ آیات نبوت محمدی کے ثبوت پر واضح دلیل ہیں۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ اولیٰ : واضح رہے کہ اثباتِ نبوت کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اس شخص نے نبوت کا اعلان کیا اور اس کے ہاتھ پر معجزہ کا صدور ہوا لہٰذا یہ اللہ کی طرف سے رسول برحق ہے ۔ اس دلیل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اسی سورۂ مبارکہ میں ان الفاظ میں فرمایا :

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ. اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔

(یونس ۳۷ - ۳۸)

اور یہ قرآن ایسی کتاب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا باندھ لیا جائے ۔ (تصنیف کر لی جائے) لیکن اس کی تصدیق سامنے ہے اور رب العٰلمین کی طرف سے اس کتاب کی تفصیل ہیں کوئی شک نہیں ۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ خود اس کو گھڑ لیا ہے تو فرما دیجئے کہ اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور بلا لو جس کو بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو ۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم یہ پہچانیں کہ اعتقادِ حق اور عملِ صالح کیا ہے ؟ تو اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ اعتقاد و عمل جو دنیا سے بیزار اور آخرت کی طرف راغب رکھے وہ صالح ہے اور جو اس کی ضد ہو گا وہ غیر صالح اور اس کی نشاندہی کے لیے ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہو گی جو انسانِ کامل ، قوی النفس ، مشرق الروح اور بلند شخصیت ہو جو ناقصینِ مخلوق کو مقامِ کمال تک پہنچا دے ۔ یہی ہستی نبی کی ہوتی ہے ۔ جب درجۂ نقصان سے درجۂ کمال پر پہنچنے والوں کے مختلف درجات ہیں تو یقیناً انبیاء کے درجات بھی مختلف ہوں گے ۔

یہ آیات صحتِ نبوتِ محمدیؐ پر دلیل ہے

جب یہ مقدمہ آشکار ہو گیا تو اب ہم (رازی) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں نبوتِ محمدیؐ کی صحت بطریقِ معجزہ ثابت فرمائی تھی۔ اور اس آیت نمبر ۵۷ میں آپ کی نبوت کی صحت دوسرے طریقے سے ثابت کی ہے۔

ففی ھذا الآیۃ بین صحۃ نبوتہ بالطریق الثانی و ھذا الطریق طریق کاشف عن حقیقۃ النبوۃ معرف لماھیتھا۔

پس اس آیت (۵۷) میں آپ کی نبوت کی صحت دوسرے طریق پر واضح کی ہے اور یہ طریق حقیقتِ نبوت کے لیے کاشف اور اس کی ماہیّت کی تعریف ہے۔

پہلے استدلال کو مناطقہ برہانِ انی اور دوسرے کو برہانِ لمی کہتے ہیں اور دوسرا طریق بلاشبہ پہلے سے اعلیٰ۔ اشرف۔ اکمل اور افضل ہوتا ہے۔

مسئلہ ثانیہ: واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں قرآن کے چار اوصاف بیان کیے ہیں۔ اللہ کی طرف سے موعظت، سینوں کے لیے شفا۔ ہدایت اور رحمت اور ظاہر ہے ان میں سے ہر ایک کا مخصوص اور جدا فائدہ ہے۔ یہاں ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جب ارواح کا تعلق اجسام سے ہو جاتا ہے تو ارواح حواسِ خمسہ کے ذریعے اس عالمِ دنیوی کی لذّات سے متلذذ ہوتی ہیں اور ان میں اس کا استغراق عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ کا سبب بن جاتا ہے۔ اس کے لیے ایک طبیبِ حاذق کی ضرورت ہو گی۔ کیونکہ اگر بہتر معالج نہ ملا تو ایسا مریض ختم ہو جائیگا۔

جب یہ تمہید سمجھ میں آ گئی تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم طبیبِ حاذق اور قرآن ان چار ادویات کا مجموعہ ہے جو امراضِ قلوب کا علاج ہیں۔

طبیب اور مریض کے چار مراتب

۱۔ طبیب، مریض کو ان اشیاء سے احتراز کا حکم دے جو وجہ مرض ہیں۔ یہ موعظت ہے۔ کیونکہ وعظ نام ہی اسی بات کا ہے کہ ہر اس شے سے منع کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور اور دل کو غیر اللہ سے متعلق کر دے۔

۲۔ الشفا: ایسی دوا کا استعمال جو باطن سے اخلاطِ فاسدہ زائل کر دے۔ اسی طرح انبیاء پہلے مخلوق کو محظورات سے منع کرتے ہیں تاکہ ان کے ظواہر غلط کاموں سے پاکیزہ ہو جائیں۔ پھر انہیں طہارتِ باطن کی تلقین کرتے ہیں اور یہ مجاہدہ سے اخلاقِ ذمیمہ کا ازالہ اور اخلاقِ حمیدہ کا حصول ہوگا تو جب عقائدِ فاسدہ اور اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا حاصل ہو گیا تو یہ نفس کی شفا ہے۔

۳۔ حصولِ ہدایت: یہ مرتبہ دوسرے مرتبہ کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے کیونکہ روح فیضِ الٰہی کا محل بننے کے قابل ہے اور اللہ تعالیٰ فیض عطا کرنے والا ہے۔ اب اگر روح عقائدِ فاسدہ اور اخلاقِ ذمیمہ میں ملوث ہو جائے تو اس پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ تو جب تک ظلمت قائم رہے گی، نور کا حصول نہیں ہوگا۔ جب عقائدِ فاسدہ وغیرہ کا ازالہ ہو جائے گا تو عالمِ قدس کی ضو نفسِ قدسیہ میں واقع ہوگی اور یہ ضو ہدایت ہی ہے۔

۴۔ جب نفس مذکورہ درجاتِ روحانیہ اور معارجِ ربانیہ کو حاصل کر لیتا ہے تو وہ اس وقت اس جوہرِ شمس سے فیض پاتا ہے جو اس تمام عالم کو منور کر رہا ہے۔ رحمۃ للمؤمنین کے کلمات سے یہی درجہ مراد ہے۔ یہاں مومنین کا ذکر اس لیے ہے کہ معاندین کے ارواح انبیاء کے ارواح کے انوار سے مستفید و مستنیر نہیں ہو سکتے۔

لان الجسم القابل للنور عن قرص الشمس هو الذی یکون وجهه مقابلاً لوجه الشمس فان لم تصل هذه المقابلة لم یقع ضوء الشمس علیه وکذالك کل روح مالم تتوجه الی خدمة ارواح الانبیاء المطهرین لم تنتفع بانوارهم ولم یصل الیها آثار تلك الارواح المطهرة المقدسة ۔

کیونکہ وہی جسم سورج کی ٹکیہ سے نور پائے گا جس کا چہرہ شمس کے چہرے کے مقابل ہوگا ۔ اگر یہ مقابلہ حاصل نہ ہوگا تو اس جسم پر شمس کی ضو واقع نہ ہوگی ۔ اسی طرح جب تک ہر روح انبیاء کے مطہر ارواح کی بارگاہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتی ان کے انوار سے نفع نہیں پا سکتی اور نہ ہی ان مقدس ارداح کے آثار اس پر ظہور پذیر ہوں گے ۔

الغرض موعظت ظواہرِ خلق کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے ۔ یہی شریعت ہے ۔ شفاء ارواح کے عقائدِ فاسدہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے تطہیر کی طرف اشارہ ہے ۔ یہی طریقت ہے ۔ الہدیٰ نورِ حق کے قلوبِ صدیقین پر ظہور کی طرف اشارہ ہے ۔ یہی حقیقت ہے اور رحمت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دل کمال و روحانیت کے اس درجہ پہ فائز ہیں کہ وہ ناقصین کی تکمیل کا سبب ہیں ۔ یہی نبوت ہے ۔

سعاداتِ روحانیہ سعاداتِ جسمانیہ سے افضل ہیں

اللہ تعالیٰ نے اس آیت (۵۷) میں ان اسرار عالیہ الٰہیہ پر آگاہ کرنے کے بعد فرمایا :

قل بفضل اللّٰه و برحمته فبذالك فلیفرحوا ۔

اس سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان السعادات الروحانیہ افضل من السعادات الجسمانیہ (روحانی سعادتیں جسمانی سعادتوں سے افضل ہوا کرتی ہیں)

لذّاتِ روحانیہ کو فضلِ الٰہی سمجھ کر خوشی کی جائے

اس آیت (۵۸) کے مباحث میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب یہ لذاتِ روحانیہ انسان کو حاصل ہوں۔ تو وہ ان پر ان کی ذوات کے اعتبار سے خوش نہ ہو۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ اس حوالے سے خوشی کا اظہار کرے کہ اللہ کی طرف سے ہیں اور یہ اس کا فضل ہے۔

فھذہ اسرار عالیۃ اشتملت علیھا ھذہ الالفاظ التی ظھرت من عالم الوحی و التنزیل ھذا ما تلخص عندنا فی ھذا الباب اما المفسرون فقالوا فضل اللہ الاسلام و رحمتہ القرآن۔ (تفسیر کبیر، جز ۱۷، ص ۱۱۴ تا ۱۱۸)

یہ وہ بلند و عالی اسرار ہیں جن پر یہ وحی الٰہی کے الفاظ مشتمل ہیں اور ہمارے نزدیک سابقہ گفتگو اسی کا خلاصہ ہے۔ دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ فضل اللہ سے اسلام اور رحمتہ سے قرآن مراد ہے۔

چند اہم نکات

شیخ المفسرین امام رازی کی گفتگو سے یہ چند اہم نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ یہ آیاتِ مبارکہ صحتِ نبوتِ محمدی پر کامل دلیل ہیں۔

۲۔ روحانی سعادتیں جسمانی سعادتوں سے افضل ہوتی ہیں۔
۳۔ ہر روحانی سعادت کو اللہ کی طرف سے سمجھا جائے۔
۴۔ ہر روحانی سعادت کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر اس پر خوشی کا اظہار کیا جائے۔
۵۔ محمد عربیؐ کی ذاتِ اقدس طبیبِ حاذق ہے اور قرآن نسخۂ کیمیا ہے۔
۶۔ یہ نسخہ اسی وقت کارگر ہوسکتا ہے جب اس طبیبِ حاذق کے ارشاد کے مطابق استعمال کیا جائے گا۔

ہر ذی علم کو دعوتِ فکر

ان آیات کا مقصد واضح ہونے کے بعد کوئی بھی ذی علم کہہ سکتا ہے کہ ان آیات سے حضورؐ کی ذاتِ اقدس اور آپ کی تشریف آوری مراد لینا اسلاف کی مخالفت ہے۔ جس ذات کی نبوت کو اللہ تعالیٰ ان آیات سے ثابت فرما رہے ہیں اس ذات کو ان کے مفہوم ہی سے خارج کر دینا زیادتی و ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ نسخہ اور راد دیات پر خوشی کا اظہار (بصورتِ جشنِ نزولِ قرآن) مانا جائے مگر جو نسخہ لانے اور تجویز کرنے والے طبیبِ حاذق ہیں ان آیات سے ان کو مراد لینا بھی پسند نہ کیا جائے۔ کیا یہی ایمان ہے؟ جب ہر چھوٹی بڑی سعادت پر خوشی کا اظہار ان آیات سے ثابت ہے تو جو ذات سرچشمۂ سعادت ہے اس کی — خوشی کا حکم یہ آیات کیوں نہیں دیتیں؟ جب ہر فضل و رحمت پر خوشی کا حکم ہے تو جو فضلِ کبیر اور رحمتِ للعالمین ہے اس کی خوشی پر جشن مناتے کا ہر طور حکم ہوگا۔

دیگر مفسّرین کرام کی تائید

یہاں یہ بات ذہن میں نہ آئے کہ یہ مقصد آیات صرف امام رازی نے ہی

بیان کیا ہے۔ بلکہ دیگر مفسّرین نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے۔ چند ایک کی عبارات درج ذیل ہیں:

۱۔ امام خازنؒ الفاظِ آیت پر گفتگو کے بعد لکھتے ہیں

ومعنی الآیۃ لیفرح المؤمنین بفضل اللّٰہ وبرحمتہ ای ما آتاھم اللّٰہ من المواعظ وشفاء الصدور وثلج الیقین بالایمان وسکون النفس الیہ (ھو خیر مما یجمعون) یعنی من متاع الدنیا ولذاتھا الفانیۃ ھذا مذھب المعانی فی ھذہ الآیۃ و اما مذھب المفسرین فغیر ھذا فان ابن عباس والحسن وقتادہ قالوا فضل اللّٰہ فالاسلام و رحمتہ القرآن۔

آیت کا معنی یہ ہے کہ مومنوں کو اللّٰہ کے فضل اور اس کی رحمت" یعنی اللّٰہ نے جو انہیں موعظت، شفاء ایمان اور سکونِ نفس دیا۔" پر خوشی کرنی چاہئیے۔ (ہر اس شے سے بہتر ہے جو جمع کرتے ہیں) یعنی دنیوی متاع وسامان اور اس کی فانی لذتیں، اہلِ معانی کا اس آیت کے بارے میں یہی مذہب ہے اور مفسّرین کا مذہب اس کے علاوہ ہے کیونکہ حضرت ابن عباس، حسن اور قتادہ نے کہا ہے کہ فضل اللّٰہ سے مراد اسلام اور قرآن ہے۔

(لباب التاویل، ۲ : ۳۲۰)

۲۔ امام نسفی مقصدِ آیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دایجاب اختصاص الفضل والرحمۃ بالفرح دون ما عداھما من فوائد الدنیا۔

اس کا مقصد خوشی کو فضل و رحمت کے ساتھ مخصوص کرنا ہے نہ کہ فوائد دنیا کے ساتھ۔

٣۔ قاضی ثناء اللہ مظہری نے بھی یہی الفاظ تحریر کئے ہیں :

دایجاب اختصاص مجئی الکتاب او الفضل والرحمۃ بالفرح دون ماعداھامن فوائد الدنیا۔	فرحت وخوشی قرآن یا فضل ورحمت کے حصول کے ساتھ مخصوص ہے۔ فوائد دنیا کے ساتھ نہیں ۔

(المظہری، ٥ : ٣٥)

مفسّرین اور اہلِ حقیقت کی مرادیں تضاد نہیں

یاد رہے امام رازی اور دیگر مفسّرین کی عبارات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مفسرین اور اہلِ معانی کے درمیان کوئی تضاد نہیں ۔ اہلِ حقیقت نے جنس فضل و رحمت مراد لی ہے اور اہلِ تفسیر نے اس جنس سے دو اہم افراد اسلام اور قرآن مراد لیے ہیں لہٰذا ان میں کوئی تضاد نہیں۔

الغرض ان تمام اقتباسات نے آشکار کر دیا ہے کہ مقصد آیت فوائد روحانیہ پر خوشی کے اظہار کا حکم ہے۔ یعنی اے لوگو فوائد دنیا پر خوشی نہ کرو کیونکہ یہ تو فانی اور ختم ہونے والے ہیں بلکہ تم فوائد روحانیہ پر خوشی کرو جو تمہیں دنیا و آخرت ہر جگہ کام آئینگے۔

صرف ایک نہیں بلکہ گیارہ اقوال ہیں

انصاری صاحب کا یہ مغالطہ انگیز بیان بھی قابلِ گرفت ہے کہ الفاظِ قرآن "فضل الله وبرحمته" کے بارے میں صرف ایک قول "اسلام اور قرآن" ہی ہے ۔جیساکہ ابنِ قیم کے حوالے سے انہوں نے ذکر کیا ۔اگر وہ دیگر تفاسیر کا مطالعہ کرتے تو معلوم ہوتا یہاں تقریباً گیارہ اقوال موجود ہیں۔ بلکہ حضرت عبد اللہ ابن عباس

رضی اللہ عنہما نے ان سے ذاتِ محمدیؐ بھی مراد لی ہے۔ ہم خازن، روح المعانی اور مظہری کے حوالے سے وہ تمام اقوال ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابنِ عباس، حضرت حسن اور حضرت قتادہ کا قول:
فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے مراد قرآن ہے۔

۲۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے
فضل اللہ قرآن اور رحمت سے اہلِ قرآن میں سے ہونا مراد ہے۔

۳۔ حضرت ابنِ عمر کا قول:
فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے دلوں کا مزیّن کرنا مراد ہے۔

۴۔ یہ قول بھی ہے:
فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے جنت مراد ہے۔

۵۔ یہ بھی قول ہے:
فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے سنن مراد ہیں۔

(الخازن، ۲: ۳۲۰)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

۶۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے:
فضل و رحمت دونوں سے قرآن مراد ہے۔

فضل و رحمت سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے

۷۔ مشہور محدث ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:
فضل اللہ سے علم اور رحمت سے مراد محمد عربیؐ کی ذاتِ اقدس ہے۔

۸۔ خطیب بغدادی اور ابن عساکر نے نقل کیا:
فضل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رحمت سے سیدنا علی مراد ہیں۔
علامہ یہ معنی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ اقدس بلاشبہ رب کریم کی رحمت ہیں مگر،

المشهور وصف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالرحمة كما يرشد اليه قوله تعالى وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمين	سراپا رحمت ہونا حضور علیہ السلام کا وصفِ مبارک ہے جس کی شہادت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین عطا کرتا ہے۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ مفسرین کا ذہن لفظِ رحمت سے حضور علیہ السلام ہی کی طرف منتقل ہوتا ہے مگر افسوس ایسے ذہن پر جو اس سے حضور کی ذات کو خارج کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔
ان دونوں اقوال میں تصریح ہے کہ فضل و رحمت سے مراد سرورِ عالم کی ذاتِ اقدس ہے اور مراد لینے والوں میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس بھی ہیں۔
اب آپ کا یہ کہنا کہ اسلاف میں سے کسی نے یہ مراد ہی نہیں لیا، کہاں تک درست ہے؟
۹۔ یہ بھی قول ہے:
دونوں سے مراد جنت اور دوزخ سے نجات پانا ہے۔
(روح المعانی پ ۱۱، ۱۴۱)
۱۰۔ فضل اللہ سے ایمان اور رحمت سے جنت مراد ہے۔
۱۱۔ حضرت مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے۔
فضل اللہ سے ایمان اور رحمت سے قرآن مراد ہے۔
(المظہری ۵: ۳۵-۳۶)

ان گیارہ اقوال میں کوئی تضاد نہیں بلکہ ہر ایک نے روحانی سعادتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے

"بلا اختلاف حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور اس کا کامل ترین فضل ہیں اس لیے اس آیتِ مبارکہ سے بدلالۃ النص یہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے کہ یہاں رحمت اور فضل سے مراد حضورؐ ہیں جن کی ولادت پر اللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہا ہے۔"

آگے چل کر اس پر دیگر قرآنی آیات سے استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں:
"اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سیاق پر نظر کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے معنی عام لیے جائیں کہ قرآن مجید اس کا ایک فرد رہے تو زیادہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ فضل و رحمت سے حضورؐ کا قدم مبارک مراد لیا جائے۔ اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی اور ان میں قرآن بھی ہے سب اس میں داخل ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ حضورؐ کا وجود باجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جائے گی۔ پس اس تفسیر کی بناء پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہمیں حق تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضورؐ کے وجود باجود (وجود نوری ہو یا ولادتِ ظاہری) اس پر خوش ہونا چاہئیے۔ اس لیے کہ حضورؐ ہمارے لیے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں۔ دوسری تمام نعمتوں کے علاوہ افضل نعمت اور بڑی دولتِ ایمان ہے جس کا حضورؐ سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔

الغرض اصل الاصول تمام فضل و رحمت کی حضورؐ کی ذات بابرکات ہوئی۔ پس ایسی ذاتِ بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو کم ہے۔

(مجموعہ خطبات بنام میلاد النبیؐ از مولانا اشرف علی تھانوی صنہ ۱۲۰-۱۲۱ مطبوعہ حمیلی کتب خانہ لاہور)

یہ ضابطہ ہی نہیں

شیخ انصاری کا یہ کہنا کہ آیت کو جس معنی پر اسلاف نے محمول نہیں کیا اس پر محمول کرنا غلط ہے یہ کوئی ضابطہ نہیں ورنہ دین و شریعت کا معطل ہونا لازم آئے گا۔ بہت سے حوادثات و واقعات اسلاف کے دور میں نہیں تھے۔ ان کا حکم آیات سے کیسے ثابت کیا جائے گا۔

دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ کیا قرآن میں تدبّر کا حکم صرف اسلاف کے لیے ہی تھا؟ یہ بات کوئی ذی علم نہیں کہہ سکتا۔ قرآن میں تدبّر کا حکم تا قیامت اہلِ علم کے لیے ہے۔ ———— اگر اسلاف کی بیان کردہ تعبیر پر ہی اکتفا ضروری اور واجب ہے تو پھر تدبّر کا کیا معنی؟

امام قرطبی نے بعض اہلِ علم کا یہ قول نقل کر کے دلائل کے ساتھ رد کیا ہے:

قال بعض العلماء ان التفسیر موقوف علی ع لقوله تعالیٰ "فان تنازعتم فی شیئ فردوه الی الله والرسول" وهذا فاسد لان النهی عن تفسیر القرآن لا یخلو اما ان یکون

بعض اہلِ علم نے کہا تفسیر سماع پر موقوف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اگر تمہارا کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو"۔ یہ قول فاسد ہے کیونکہ جس تفسیر قرآن سے منع کیا گیا اس سے مراد کیا ہے؟

المراد به الاقتصار على النقل والمسموع وترك الاستنباط او المراد به امر آخر و باطل ان يكون المراد به الا يتكلم احد فى القرآن الا بما سمعه فان الصحابة رضى الله عنهم قد قرؤوا القرآن واختلفوا فى تفسيره على وجوه وليس كل قالوه سمعوه عن النبى صلى الله عليه وسلم فان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دعا لابن عباس و قال اللّٰهم فقهه فى الدين وعلمه التاويل فان كان التاويل مسموعًا كالتنزيل فاى فائدة تخصيصه بذالك و هذا بين لا اشكال فيه ۔ (الجامع لاحکام القرآن ۱: ۲۶)

نقل وسماع پر اکتفاء کرتے ہوئے استنباط کو ترک کر دیا جائے یا کوئی اور معنیٰ مراد ہے؟ پہلی شق اختیار کرنا کہ قرآن کی تفسیر سماع پر ہی موقوف ہے باطل ہے۔ کیونکہ صحابہ نے قرآن کی تفسیر میں اختلاف کیا اور جو کچھ انہوں نے بیان کیا وہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں تھا۔ پھر حضور علیہ السلام نے ابن عباس کے لیے یہ دعا کی: اے اللہ اسے دین میں بصیرت دے اور کتاب کی تاویل کا علم دے۔ اگر قرآن کی طرح تاویل وتفسیر کا سماعی معاملہ ہی ہوتا تو اس دعا کے ساتھ انہیں مخصوص کرنے کا کیا فائدہ؟ اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں۔

بلکہ ضابطہ یہ ہے

بلکہ ضابطہ یہ ہے کہ اسلاف نے جو معنیٰ آیت بیان کیا اس کے مخالف کوئی معنیٰ قبول نہیں کیا جائے گا شیخ انصاری نے اپنی تائید میں شیخ محمد بن موصلی کا ذکر

کیاہے۔ اس کے الفاظ بھی ہماری تائید کرتے ہیں۔

ان احداث القول فی تفسیر	کتاب اللہ کی تفسیر میں ایسا قول کرنا جو
کتاب اللہ الذی کان السلف	اسلاف اور ائمہ کی تفسیر کے مخالف ہو
والائمۃ علی خلافہ یستلزم	دو امور میں سے ایک کو یقیناً مستلزم
احد امرین اما ان یکون خطاءً	ہوگا یا وہ نیا قول غلط یا سلف کا قول
فی نفسہ او تکون اقوال السلف	غلط ہوگا اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ہر عاقل
المخالفۃ لہ خطاء ولا یشک	اس نئے قول کو ہی غلط کہے گا کیونکہ اسے
عاقل انہ اولیٰ بالغلط والخطاء	غلط کہنا اسلاف کو غلط کہنے سے بہتر ہے۔
من قول السلف	

(القول الفصل ۷۷)

اسی طرح انصاری صاحب نے الصارم المنکی سے شیخ ابن عبد الھادی کی جو عبارت نقل کی ہے وہ بھی ان کے لیے مفید نہیں۔

لا یجوز احداث تاویل فی آیۃ	کسی آیت یا سنت کی ایسی تاویل و معنی
و سنۃ لم یکن علی عہد السلف	کرنا جو عہد سلف میں نہ تھا اور وہ اسے
ولا عرفوہ ولا بینوللا مۃ	نہ جانتے تھے نہ لوگوں کو بیان کرتے
فان ھذا یتضمن انھم جھلوا	تھے۔ یہ نیا معنی اس بات کو مستلزم ہوگا۔
الحق فی ھذا وضلوا عنہ	کہ وہ اس معاملہ میں حق سے جاہل رہے۔
واھتدیٰ الیہ ھذا	اور اس سے گمراہ رہے اور بعد میں آنے
المعترض المستاخر	والے لوگوں نے اسے صحیح طور پر پالیا۔

(القول الفصل ۷۷)

اوّل تو اسلاف میں سے ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالے

عنہما کا قول گذر چکا ہے کہ رحمت سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے۔ اگر بالفرض یہ کسی کا قول نہ بھی ہوتا تب بھی حضور کی ذات مراد لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے اسلاف کی بیان کردہ تفسیر کی مخالفت ہرگز لازم نہیں آتی۔ کیونکہ جو اس آیت سے قرآن اور اسلام مراد لے رہا ہے، وہ صاحبِ قرآن اور صاحبِ اسلام کو کیسے خارج مانے گا۔ شیخ ابنِ قیمؒ کو ہی لیجئے انہوں نے "بفضل اللہ وبرحمتہ" سے اسلام اور سنّت مراد لی ہے۔ اور جو اس پر دلیل ہے ـــ کہ ان سے خوشی و فرحت کیسے حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے:

علی حسب حیاۃ القلب یکون	حیاتِ قلب کے مطابق اسلام اور
فرحہ بھما و کلما کان ارسخ	سنّت سے فرحت ہوگی۔ جیسے جیسے
فیھما کان اشد فرحًا فصاحب	ان میں رسوخ ہوگا فرحت زیادہ ہوتی
السنۃ حی القلب مستنیرہ	جائے گی پس سنّت پر چلنے والا زندہ
وصاحب البدعۃ میت	ومنور دل اور بدعتی مردہ اور
القلب مظلمہ۔	تاریک دل والا ہوتا ہے۔

(القول الفصل، ۸۷)

وہ ذات جس کی سنّت و طریقہ پر چلنے سے فرحت و خوشی نصیب ہوتی ہے خود اس ذاتِ اقدس کے تذکرہ سے فرحت و خوشی بطریقِ اولیٰ ہونی چاہیئے بلکہ اسلام اور سنت پر ایمان بعد میں ہے پہلے اس ذاتِ اقدس کا ماننا ضروری ہے۔ اسے مانے بغیر اسلام اور سنّت کا کوئی اعتبار نہیں۔

لفظ "قُل" کی حکمت

اسی لیے اللہ تعالےٰ نے اس آیتِ قرآنی کی ابتداء لفظ "قل" سے فرمائی ہے تاکہ امت پر واضح رہے کہ یہ اسلام اور قرآن حضورؐ کے ذریعے اور حوالے

سے ہے ۔ جیسے ہی تمہیں کسی نعمت اور اللہ کے فضل و کرم کی یاد آئے تو ساتھ یہ احساس بھی اجاگر ہو کہ یہ ہمیں حضور کے واسطہ اور وسیلہ سے حاصل ہوئی ہے ۔

تو یہاں آیت نے اسلام اور قرآن پر خوشی کے اظہار کا حکم دیا ہے ۔ وہاں یقیناً اس واسطہ و وسیلہ پر خوشی کے اظہار کا حکم ہوگا ۔ اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ کچھ لوگ اس آیت میں قرآن، اسلام اور سنت کو شامل رکھیں گے مگر میرے محبوب کو اس سے خارج کرنے کی کوشش کریں گے اس لیے اس نے لفظ "قُل" کا اضافہ فرمایا ہے تاکہ آیت کا پہلا لفظ ہی حضورؐ کی طرف متوجہ کر دے ۔

مخالفتِ اسلاف کب ہو گی ۔

اس رد کے اختتام سے پہلے یہ بھی جان لیا جائے کہ اس آیتِ قرآنی کے معنی و تفسیر میں اسلاف کی مخالفت لازم تب آئے گی جب اس کی تفسیر میں اس بات کو شامل کر دیا جائے کہ فوائد دنیا کے حصول پر خوشی کا حکم ہے اور یہ بات ہرگز کوئی نہیں کہتا ۔ محافلِ میلاد سراسر ذکرِ الٰہی و ذکرِ رسول کا اجتماع ہوتی ہیں اور یہ فوائد روحانیہ کا ذریعہ ہیں ۔ البتہ اگر کوئی شخص انہیں حصولِ دنیا کا ذریعہ بناتا ہے یہ اس کی اپنی بدبختی ہے ۔ اس میں محفلِ میلاد کا کیا قصور ؟

سُنّتِ نبوی

اور

محفلِ میلاد

حضور علیہ السلام کے تین اعمالِ مبارکہ

ہم اس جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین اعمال کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے ہمارے اسلاف نے محفلِ میلاد کے انعقاد پر استدلال کیا ہے:

پیر کے دن کا روزہ

حضور علیہ السلام ہر پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت قتادہؓ نے اس روزہ کے بارے میں آپؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا:

ذالک یوم فیه ولدت	فرمایا یہ دن میری ولادت کا دن ہے
و فیه انزل۔ (المسلم کتاب الصیام)	اور اس دن اللہ تعالیٰ کا کلام مجھ پر نازل کیا گیا۔

شیخ محمد علوی مالکی مذکورہ حدیث سے محفلِ میلاد پر استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ آپ کے اس عمل مبارک سے واضح ہے:

انه صلی الله علیه وسلم کان	کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یوم میلادٗ
یعظم یوم مولده ولیشکر الله	کی عظمت کو ظاہر کیا اور اس میں اپنے
تعالیٰ فیه علی نعمته الکبریٰ	اوپر ہونے والی عظیم نعمت اور وجود
علیه وتفضله علیه بالوجودٗ	باجود عطا کرنے پر جس کی وجہ سے ہر
لهذا الوجود اذ سعد به	موجود کو سعادت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ

کل موجود وکان یعبر عن ذلک التعظیم بالصیام۔ وھذا فی معنی الاحتفال بہ الا ان الصورۃ مختلفۃ ولکن المعنی موجود سواء کان ذلک بصیام او اطعام طعام او اجتماع علی ذکر او صلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او سماع شمائلہ الشریفۃ۔ (مقدمہ المورد الروی، ۹-۱۰)	کا شکریہ ادا کیا اور وہ روزے کی صورت میں تھا ــــــ اور محفل میلاد بھی یہی ہے اگرچہ صورۃً مختلف مگر معنوی طور پر ایک ہی ہے خواہ وہ روزہ ہو، کھانا کھلانا، مجلس ذکر ہو یا درود و سلام کی محفل یا نعت خوانی کی صورت ہو۔

یعنی ان سب افعال و اعمال کا محرک بنیادی طور پر ایک ہی جذبہ ہے کہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔

شیخ ابن رجب حنبلی المتوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جن ایام میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حصول ہو ان میں روزہ رکھنا مستحب ہے اور سب سے بڑی نعمت امت کے لیے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری ہے۔

وفیہ اشارۃ الی استحباب صیام الایام التی تتجدد فیھا نعم اللہ تعالیٰ علی عبادہ فان اعظم نعم اللہ علی ھذہ الامۃ اظھار محمد صلی اللہ علیہ	اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جن ایام میں انعامات فرمائے ہیں ان میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اور اس امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت سرور عالم صلی اللہ

وسلم لهم وبعثته وارساله اليهم كما قال تعالیٰ لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولاً من انفسهم فان النعمة على الامة بارساله اعظم من النعمة بايجاد السماء والارض و الشمس والقمر والرياح والليل والنهار وانزال المطر واخراج النبات و غير ذلك فان هذه النعمة كلها قد عمت خلقا من بني آدم كفروا بالله وبرسله و بلقائه فبدلوا نعمة الله كفرًا واما النعمة بارسال محمد صلى الله عليه وسلم فان بها تمت مصالح الدنيا والاخرة وكمل بسببها دين دين الله الذى رضيه لعباده وكان قبوله سبب سعادتهم

تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت، البعثت اور رسالت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ اسی نے انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا کیونکہ امت کے لیے حضور علیہ السلام کا مبعوث ہونا، آسمان و زمین، شمس و قمر، ہوا، رات دن، بارش اور نباتات وغیرہ کے پیدا ہونے سے بڑی نعمت ہے۔ بلاشبہ یہ نعمتیں تمام اولادِ آدم کے لئے ہیں خواہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کرتے ہوئے ان نعمتوں کی ناشکری کی مگر حضور کی تشریف آوری سے دنیا و آخرت کے تمام مصالح تمام ہوئے۔ آپ کے سبب وہ دین مکمل ہوا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا اور جس کا قبول کرنا بندوں کے لیے دنیا و آخرت میں سعادت کا باعث ہے۔ لہٰذا ایسے دنوں میں روزہ رکھنا جن میں یہ نعمتیں

في دنیاهم واخرتهم فصیام
یوم تجددت فیه هذه النعم
من الله علی عباده حسن
جمیل ومن باب مقابلة النعم
في اوقات تجددها بالشکر
ونظیر هذا صیام یوم عاشوراً (لطائف المعارف : ۱۸۹)

اللہ کی طرف سے حاصل ہوئیں نہایت ہی اچھا عمل ہے۔ اور یہ ان اوقات میں تجدید نعمت پر شکریہ کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی مثال یوم عاشور کا روزہ ہے۔

۲۔ آپؐ کا مدینہ طیبہ میں اظہارِ تشکر کے طور پر جانور ذبح کرنا

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک محفلِ میلاد کی اصل احادیث میں آپؐ کا یہ عمل ہے کہ آپؐ نے مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں جانور ذبح کئے۔ بعض لوگوں نے حضورؐ کے اس عمل کو عقیقہ قرار دیا تھا۔ لیکن امام موصوف اس کا رد کرتے ہوئے، رقمطراز ہیں کہ عقیقہ تو آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب کر چکے تھے۔

العقیقه لا تعاد مرةً ثانیة
فیحمل ذالك علی ان الذی
فعله النبی اظهاراً للشکر
علی ایجاد الله ایاه رحمةً
للعالمین وتشریع
لامته۔
(حسن المقصد فی عمل المولد ، ۱۹۶)

اور عقیقہ زندگی میں دو بار نہیں کیا جاتا۔ اس لیے آپؐ کے اس عمل کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضور علیہ السلام نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار کیا کہ اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور اپنی امت کے لیے اسے مشروع بنانے کے لیے بھی آپ نے یہ عمل فرمایا۔

۳۔ حضرت موسٰی پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم کی یاد میں حضورؐ کا روزہ

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

فوجد الیهود یصومون عاشوراء فسئلوا عن ذلك فقالوا هو الیوم الذی اظهر اللّٰه فیه موسٰی و بنی اسرائیل علی فرعون و نحن نصومه تعظیماً له۔

تو یہود کو آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسٰی اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

اس پر رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نحن اولی بموسٰی منکم ثم امر بصومه۔ (البخاری باب ا ن الیهود)

ہم تم سے موسٰی کے زیادہ محب ہیں۔ پھر آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

انتم احق بموسٰی منهم فصوموه

تم ان سے موسٰی کے زیادہ قریبی ہو پس اس دن تم روزہ رکھو۔

امام المحدثین حافظ ابن حجر سے جب محفل میلاد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس کے جواز پر یہی حدیث بیان فرمائی اور کہا:

وقد ظهر لی تخریجها علی اصل ثابت وهو ما ثبت فی الصحیحین من ان النبی صلی الله علیه وسلم قدم المدینه فوجد الیهود.

بخاری و مسلم کی مذکورہ روایت میرے نزدیک محفل میلاد کے جواز پہ سند کا درجہ رکھتی ہے۔

واقعۃً جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے شکریہ کے طور پہ دن منایا جاسکتا ہے تو جب اس امت پہ اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم احسان فرمایا جس پہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی رشک کرتے ہوئے کہتے ہیں "اے اللہ مجھے اس نبی کی امت بنا" تو اس انعام پر شکریہ ادا کرنا کیسے بدعت و گمراہی ہوگا۔ بلکہ جب آپ کی ذات اقدس عظیم ترین نعمت ہے تو امت پر شکریہ بھی اتنا ہی اہم اور احق ہوگا۔ یہی بات حافظ ابن حجر نے ان کلمات میں بیان کی۔

فیستفاد من فعل ذلک شکر الله تعالیٰ علی مامن به فی یوم معین من اسداء نعمة او دفع نقمة ویعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم والشکر لله تعالیٰ یحصل بانواع العبادات والسجود والصیام والصدقة والتلاوة

اس عمل نبوی سے آشکار ہے کہ اس دن جس میں کسی نعمت کا حصول ہو یا کوئی مصیبت ٹلی ہو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے اور وہ دن جب لوٹ کر آئے گا تو اس میں بھی شکریہ ادا کیا جائے اور شکر الٰہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں مثلاً عبادات سجدہ ریزی، روزہ اور صدقات و تلاوت۔

اس کے بعد وہ توجہ دلاتے ہیں کہ ساری نعمتیں اپنی جگہ مگر

ای نعمة اعظم من النعمة

یوم میلاد النبی میں جو عظیم نعمت اللہ

نبی الرحمۃ فی ذلک الیوم۔ بڑھ کر کوئی نعمت ہی نہیں

(المورد الروی، ۳۱)

س ۔ میلاد النبی کا جشن منانا یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ولادت کے دن کو عید کے طور پر مناتے ہیں ۔

ج ۔ سابقہ ارشادِ نبوی سے اس اعتراض کا قلع قمع بھی ہو جاتا ہے کیونکہ شریعت سے کاملاً آگاہ صاحب شریعت ہی ہیں ! جب انہوں نے عملِ خیر میں مشابہت سے منع نہیں کیا بلکہ ان سے بڑھ کر محبت کا اظہار کرتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم دیا تو اس اعتراض کی کیا گنجائش ؟ مخالفین کے مطابق تو آپ کو یہ اعلان فرما دینا چاہیئے تھا کہ میری امت اس دن ہرگز روزہ نہ رکھے کیونکہ اس دن عیسائی روزہ رکھتے ہیں ۔ یاد رہے کہ اسلام نے کافر کے ساتھ جس مشابہت سے منع کیا وہ یہ ہے کہ اس کا ہر وہ عقیدہ و عمل جو اسلام کے منافی ہو اس سے احتراز لازمی ہے اگر کسی نے ایسے معاملات میں ان سے مشابہت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوگی ۔ یہی وجہ ہے جو لوگ اسلام کی روح سے آگاہ ہیں انہوں نے فرمایا جب عیسائی اپنے نبی کے یوم میلاد کو عید کے طور پر مناتے ہیں تو اہلِ اسلام کو اپنے نبی کے یوم میلاد کو اس سے بڑھ چڑھ کر منانا چاہیئے ۔ اور یہ کفار کے ساتھ مشابہت نہیں بلکہ شیطانی قوتوں کو زندہ درگور کرنا ہے ۔

امام القراء حافظ الحدیث شیخ ابن الجزری کی سنیئے :

ولم یکن فی ذلک الا ارغام	محفل میلاد شیطانی قوتوں کے لیے
الشیطان و مسرور اھل ایمان	موت اور اہلِ ایمان کی زندگی ہے ۔
واذا کان اھل الصلیب اتخذوا	اور جب عیسائی دنیا اپنے نبی کے یوم
لیلۃ مولد نبیھم عید الاکبر	میلاد کو بڑی عید قرار دیتے ہیں تو اہل

فاهل الاسلام اولى بالتكريم (وا جد در المورد الروی، ۲۹-۳۰)

اسلام تو اپنے نبی کے یوم میلاد کی تکریم کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

س : نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ایک دفعہ ہوئی اور وہ دن گزر گیا اب ہر سال تو وہ دن لوٹ کر نہیں آتا لہٰذا اسے منانے کی کیا ضرورت؟

ج : سابقہ روایت میں حضور علیہ السلام کا عمل خود اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ جس دن میں اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل کا اظہار فرمایا ہو وہ دن جب بھی لوٹ کر آئے تو اسے شکریہ کے طور پر منایا جائے۔ یہود نے جب بتایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو برباد کر دیا اور ہم بطور شکریہ اسے مناتے ہیں تو آپ نے فرمایا آئندہ ہم بھی روزہ رکھا کریں گے اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دے دیا۔ اگر ہر سال اس دن کو منانا بدعت ہوتا تو آپ سے بڑھ کر آگاہ کون ہے؟ آپ انہیں منع فرما دیتے، آپ نے تو یہ ضابطہ فراہم کر دیا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کا حصول ہوا ہو اسے بطور یادگار مناتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔

شیخ محمد علوی مالکی سابقہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یلاحظ ارتباط الزمان بالحوادث الدینیۃ العظمی التی مضت و انقضت فاذا جاء الزمان الذی وقعت فیہ کان فرصۃ لتذکرھا و تعظیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان گزرے ہوئے اوقات کا لحاظ فرماتے جن میں امور دینیہ کا وقوع ہوتا اور جب وہ وقت لوٹ کر دوبارہ آتا تو اس میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس امر دینی کے پیش نظر اس دن کی تعظیم کرتے کیونکہ وہ دن اس امر دینی کے لیے ظرف بنا تھا اور یہ ضابطہ خود

يومها لاجلها ولانه ظرف بها وقد اصل صلى الله عليه وسلم هذه القاعدة بنفسه كما صح في الحديث انه صلى الله عليه وسلم لما وصل الى المدينة ورائ اليهود يصومون يوم عاشوراء۔ (مقدمہ المورد الروی : ۱۰)

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عمل وقول کے ذریعہ عنایت فرمایا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

پھر اسلام میں جتنے دن منائے جاتے ہیں وہ بطور یادگار رکھے ہی ہیں۔ مثلاً نزولِ قرآن کا جشن منایا جاتا ہے تو قرآن ہر دفعہ نازل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جمعہ سیدنا آدم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ عاشوراء کا روزہ، شبِ قدر، شبِ برات ــــ جب ہر دن اپنے دامن میں رحمتیں لے کر لوٹتا ہے تو سیدِ اولین وآخرین کا یومِ ولادت کتنا بابرکت ہوگا؟

روایتِ حضرتِ عباس سے محفلِ میلاد پر استدلال

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ــ ابولہب مرگیا۔ ایک سال کے بعد میں نے خواب میں، بہت برے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا:

مالقيت بعدكم راحة الا ان العذاب يخفف عني كل يوم اثنين۔

تمہاری جدائی کے بعد آرام نہیں پایا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن جب سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔

یہ عذاب میں تخفیف کس عمل کی بنیاد پر تھی یہ بھی حضرت عباس ہی کی زبانی ملاحظہ

ہو۔ تخفیف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم اثنین وکانت ثوبیة بشرت ابالھب بمولدہ فاعتقھا۔

(فتح الباری شرح البخاری ۹ : ۱۴۵)

نبی اکرم سوموار کے دن دنیا میں تشریف لائے اس نے اس خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا کیونکہ اس نے آپ کی ولادت کی اطلاع دی تھی۔ لہٰذا جب سوموار کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی میں عذاب میں تخفیف فرما دیتا ہے۔

اس واقعہ سے علماءِ امت نے اس پر استدلال کیا ہے کہ حضورؐ کی ولادت کی خوشی اگر کافر بھی کرے تو اسے بھی اجر ملتا ہے اور اسے محروم نہیں رکھا جاتا اور اگر کوئی مسلمان کرے تو اسے کیونکر محروم کیا جائے گا۔ اس پر آپ اپنے بزرگوں کے یہ حوالہ جات پڑھ لیجئے۔

۱۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے صاحبزادے مذکورہ واقعہ کے بعد امام ابن جوزیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

فاذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ جوزی بفرحة لیلة مولد النبیؐ بہ فما حال المسلم الموحد من اللہ ینشر ھو لدہ ؟

(مختصر سیرۃ الرسول، ۱۳ مطبوعہ مکتبہ علمی

جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی اس کو حضورؐ کی ولادت کی رات خوشی کرنے پر یہ جزا دی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے مسلمان امتی کا کیا درجہ ہوگا جو آپؐ کے میلاد کی خوشی منائے۔

۲- مفتی رشید احمد لدھیانوی استدلال کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"جب ابولہب جیسے کافر کے لیے میلاد النبی ﷺ کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو جو کوئی امتی آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کرے اور حسب وسعت آپ ﷺ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا۔"

(احسن الفتاویٰ ، ۱: ۳۴۷)

روایتِ حضرت عباسؓ

پر

چار اعتراضات

۱۔ یہ روایت مرسل ہے

۲۔ خواب کا معاملہ ہے

۳۔ یہ قرآنی نصوص کے خلاف ہے

۴۔ بوقتِ ولادت حضرت ثویبہ کو
آزاد نہیں کیا گیا

محفل میلاد کے جواز پر اس مذکورہ روایت سے استدلال کرنے پر مخالفین کی طرف سے چار اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں:

۱۔ یہ روایت مرسل ہے جو کہ مقبول نہیں۔

۲۔ خواب کا معاملہ ہے لہٰذا حجت نہیں۔

۳۔ یہ قرآنی نصوص کے خلاف ہے۔

۴۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو ابولھب نے ولادت کے وقت آزاد ہی نہیں کیا۔ بلکہ ہجرت کے بعد آزاد کیا تھا۔

شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے یہ اعتراضات ان الفاظ میں وارد کیے ہیں:

واما خبر عروة فی شان ابی لهب مع جاریته ثویبة یمنع من قبول استدلال به علی الاحتفال بالمولد النبوی امور اولها انه مرسل۔ الثانی ان ذلک الخبر لو کان موصولاً لاحجة فیه لانه رؤیا منام۔ والثالث ان ما فی مرسل عروة هذا من ان اعتاق ابی لهب ثویبة کان قبل ارضاعها النبی صلی الله علیه وسلم یخالف ما عند اهل السیر

عروہ سے ابولہب اور اس کی لونڈی ثویبہ کے بارے میں جو روایت ہے اس سے محفل میلاد پر استدلال کو یہ امور مانع ہیں ایک یہ کہ وہ مرسل ہے دوسرا یہ کہ یہ متصل بھی ہو تب بھی حجت نہیں کیونکہ خواب ہے تیسرا یہ کہ اس روایت میں جو مذکور ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو حضورؐ کے دودھ پلانے سے پہلے آزاد کر دیا تھا یہ — اہل سیر کی اس بات کے خلاف ہے کہ ابولہب نے اسے دودھ پلانے کے کافی عرصہ بعد آزاد کیا تھا چوتھا یہ کہ یہ مرسل عروہ جس سے ناصر الدین دمشقی اور ابن الجزری نے محفل میلاد

من ان اعتاق ابی لهب کان بعد ذلک الا رضاع بدهر طویل الرابع ان مرسل عروه الذی خرج علیه ابن ناصر الدین دمشقی و ابن الجزری عمل المولد النبوی مخالف لظاهر القرآن۔ (القول الفصل، ۸۴ تا ۸۷)

پر استدلال کیا ہے۔ ظاہر قرآن کے مخالف ہے۔

جواب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ محفل میلاد کے لیے یہ روایت ہمارے نزدیک بنیاد و حجت نہیں۔ اس پر کتاب و سنت سے دلائل اوپر بیان ہو چکے۔ یہ روایت تو بطور تائید لائی جاتی ہے۔

ان اعتراضات پر ترتیب وار گفتگو

آئیے اب ہم ان اعتراضات پر ترتیب وار گفتگو کرتے ہیں۔

۱۔ یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں ـــــ اس کے جواب میں ہم ائمہ کی آراء نقل کر دیتے ہیں جس سے از خود فیصلہ ہو جائے گا کہ مرسل روایت مقبول ہے یا نہیں۔

یاد رہے ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین چاروں اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث مرسل مقبول ہے۔ تین کے ہاں بغیر کسی شرط کے اور امام شافعی کے ہاں اس کی مقبولیت کے شرائط ہیں۔

حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی، ابن جریر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اجمع التابعون باسرهم علی قبول المرسل ولم یات عنهم

تمام تابعین مرسل کے مقبول ہونے پر متفق ہیں۔ ان میں سے کسی کا انکار منقول

الشارہ ولا عن احد من الائمۃ بعدھم الی رأس المائتین۔ (تدریب الراوی ۱/ ۱۹۸) — نہیں اس کے بعد دو سو سال تک بھی کسی امام نے انکار نہیں کیا۔

شارح مسلم امام نووی مرسل کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ومذھب مالکؒ وابی حنیفہ واحمد واکثر الفقہاء انہ یحتج بہ ومذھب الشافعی انہ اذا انضم الی المرسل ما یعضدہ احتج بہ۔ (مقدمہ مسلم) — امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اکثر فقہاء کے نزدیک مرسل قابلِ استدلال ہے۔ اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ جب مرسل کی تائید کسی دوسرے ذریعہ سے ہو جائے تو وہ قابلِ استدلال ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ائمہ کا مؤقف ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

نزد امام ابوحنیفہ و مالک رحمہ اللہ علیہما مقبول است مطلقاً وایشاں گویند کہ ارسال بجہت کمال وثوق واعتماد است زیرا کہ کلام در ثقہ است واگر نزد وے صحیح نبود ارسال نمی نمود قال رسول اللہ نمی گفت ونزد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اگر حدیث مرسل اعتضاد یابد بوجھے دیگر مقبول است واز امام احمد دو قول است بقولے مقبول — امام ابوحنیفہ، امام مالک رحمہ اللہ علیہما کے نزدیک مرسل ہر حال میں مقبول ہے دلیل یہ ہے کہ ارسال کمال وثوق و اعتماد کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ گفتگو ثقہ میں ہو رہی ہے اور اگر وہ روایت اس ثقہ کے نزدیک صحیح نہ ہوتی تو وہ اسے روایت کرتے ہوئے یہ نہ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے امام شافعی کے نزدیک اگر کسی اور ذریعہ

ولقولے توقف۔ | سے مرسل کی تائید ہو جائے تو مقبول ہو
(مقدمہ اشعۃ اللمعات) | ہو گی اور امام احمد کے دو اقوال ہیں
ایک کے مطابق مقبول اور دوسرے کے مطابق
توقف۔

شیخ جمال الدین قاسمی نے مرسل کے بارے میں تین اقوال ذکر کیے ان میں سے دوسرا قول یہ ہے:

المرسل حجة مطلقاً فقد نقل عن مالکؒ و ابی حنیفہ و احمد فی روایة حکاها النووی و ابن قیم و ابن کثیر وغیرهم۔

مرسل ہر حال میں حجت ہے۔ یہ امام مالک امام ابو حنیفہ اور بمطابق روایت نووی امام احمد، ابن قیم اور ابن کثیر کا قول ہے۔

(قواعد التحدیث ، ۱۳۴)

ڈاکٹر محمود الطحان استاذ کلیۃ الشریعۃ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے تین اقوال ذکر کیے۔ ان میں سے دوسرا اور تیسرا ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

(ب) صحیح تحتج به عند الائمة الثلاثة ابوحنیفه ومالکؒ واحمد فی المشهور عنه بشرط ان یکون المرسل ثقة ولا یرسل الا عن ثقة وحجتهم ان التابعی الثقة لا یستحل ان یقول قال رسول الله

دوسرا قول یہ ہے کہ مرسل صحیح اور قابل استدلال ہوتی ہے۔ یہ تین ائمہ ابوحنیفہ، مالک اور مشہور قول کے مطابق احمد کا قول ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ ہو اور ثقہ سے ارسال کرتا ہو۔ دلیل یہ ہے کہ ثقہ تابعی کسی ثقہ سے سنے بغیر کیسے کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ نے یہ

صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا سمعہ من ثقۃ۔ | فرمایا۔

۳۔ قبولہ بشروط ای یصح بشروط وھذا عند الشافعی و بعض اھل علم۔ | تیسرا قول یہ ہے کہ مرسل شرائط کے ساتھ مقبول ہوگی۔ یہ امام شافعی اور بعض دوسرے اہل علم کی رائے ہے۔

(تیسیر مصطلح الحدیث، ۷۲)

اس عبارت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ امام احمد بن حنبل کے مرسل کے بارے میں دو اقوال ضرور ہیں۔ مگر مشہور یہی ہے کہ یہ مقبول ہے:

اس کی تائید امام جلال الدین سیوطی کے یہ الفاظ بھی کرتے ہیں:

(وقال مالک) فی المشہور عنہ (وابوحنیفۃ فی طائفۃ) منہم احمد فی المشہور عنہ (صحیح)۔ | امام مالک کا مشہور قول، ابوحنیفہ اور امام احمد کا مشہور قول یہی ہے کہ کہ مرسل روایت صحیح ہوتی ہے

(تدریب الراوی، ۱: ۱۹۸)

رہا اس قول کا معاملہ کہ محدثین اسے قبول نہیں کرتے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ان ائمہ اربعہ سے بڑھ کر کون محدث ہے۔ یہ لوگ محدث بھی ہیں اور مجتہد و فقیہ بھی جن کی رائے بہر طور محدثین پر غالب و فائق ہے۔

باقی محدثین کے بارے میں بھی یہ کہنا کہ وہ مرسل کو کسی حال میں قبول نہیں کرتے محل نظر ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد جو کہ عظیم محدث ہیں فرماتے ہیں

اما المراسیل فقد کان اکثر العلما یحتجون بھا فیما مضی مثل سفیان الثوری | مراسیل سے اکثر اسلاف مثلاً سفیان ثوری، مالک اور اوزاعی جیسے لوگ استدلال کرتے تھے مگر جب امام شافعی

ومالكؒ والاوزاعی حتی جاء الشافعی رحمه الله فتكلم فی ذلكؒ وتابعه علیه احمد وغیره۔

تشریف لائے تو انہوں نے مرسل کے بارے میں اختلاف کیا اور امام احمد وغیرہ نے ان کی اتباع کی۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ محدثین کی رائے بھی وہی ہے جو امام شافعی کی ہے۔

مرسل کے بارے میں معتدل رائے

ہم نے یہ تمام اقوال مرسل کا مقام واضح کرنے کے لیے ذکر کر دیئے ہیں۔ اگرچہ ہماری رائے ان علماء محققین کے ساتھ ہے جنہوں نے اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر ارسال کرنے والے کے بارے میں معلوم ومعروف ہو کہ وہ ثقہ مشہور سے ہی ارسال کرتا ہے تو پھر اس کی روایت مقبول ہو گی ورنہ نہیں۔ اس موضوع پر مستقل کام کرنیوالے حافظ صلاح الدین ابوسعید خلیل بن کیکلدی علائی المتوفی ۷۶۱ھ رقمطراز ہیں کہ روایت مرسل کے بارے میں دس اقوال ہیں۔ ان میں سے مختار قول کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

سابعها ان كان المرسل عرف من عادته انه لا يرسل الا عن ثقة مشهور قبل والا لا وهو المختار۔

ساتواں قول یہ ہے کہ ارسال کرنے کی اگر عادت معلوم ہو کہ وہ ثقہ سے ہی ارسال کرتا ہے تو اس کی روایت مقبول ہو گی ورنہ نہیں اور یہی قول مختار ہے۔

(جامع التحصیل، ۴۸)

یہی وجہ ہے کہ مرسل کے خلاف رائے رکھنے والے امام شافعی بھی فرماتے ہیں کہ

حضرت سعید بن مسیب کی روایت مرسلہ میرے نزدیک مقبول ہے کیونکہ وہ ثقہ سے ہی ارسال کرتے ہیں۔ شیخ قفال مروزی امام شافعی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

ارسال ابن المسیب عندنا حجۃ۔	ابن مسیب کا ارسال ہمارے نزدیک حجت ہے۔

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ۴۶)

۲۔ روایت مذکورہ پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ خواب کا معاملہ ہے اور خواب حجت نہیں۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے غیر نبی کا خواب واقعۃً حجت شرعی نہیں ہوتا اور نہ ہی ہم اس روایت کو بطور حجت ذکر کرتے ہیں بلکہ ہم تو بطور تائید اسے لاتے ہیں۔ لیکن یہ کہاں لازم آجاتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔

قرآن نے فی الجملہ غیر مسلم کے خواب کا سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا بیان کیا ہے۔ سورۂ یوسف میں ہے کہ قید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی تھے انہیں خواب آیا۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیا آپ نے ان کو تعبیر سے آگاہ فرمایا جو واقعۃً سچی ثابت ہوئیں۔ آپ نے ان کے خواب سننے کے بعد انہیں توحید و ایمان کی طرف دعوت دی جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دونوں حالتِ کفر پر تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ حضرت عباس کو خواب آیا جس میں ابولہب نے کہا کہ ثویبہ کی آزادی کی برکت سے سوموار کو میرے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ حضرت عباس نے بیداری کی حالت میں فرمایا:

وذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین وکانت ثویبۃ لبشرت	کہ یہ عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کو پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو

ابا لهب بمولده فاعتقها	ولادت کی خبر دی تو اس نے اسے
(فتح الباری ۹۰:۱۱۸)	آزاد کر دیا۔

تو یہ صرف خواب نہیں بلکہ صحابی رسول ترجمان القرآن کا ایک قول ہے جو غیر قیاسی و اجتہادی ہونے کی وجہ سے مرفوع کا درجہ رکھتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ اگر معاذ اللہ یہ غلط قسم کا خواب تھا تو حضرت عباس اسے بیان ہی نہ کرتے اور اگر انہوں نے بیان کر ہی دیا تھا تو دیگر صحابہ و تابعین اس کی تردید کرتے حالانکہ ایسی کوئی بات کتب احادیث میں نہیں بلکہ سبھی نے اسے نقل کر کے اس سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات اس لیے قابلِ اعتبار نہیں کہ اس وقت وہ حالتِ کفر میں تھے۔ اس کے جواب میں گذارش یہ ہے کہ اولاً وہ اسلام لا چکے تھے کیونکہ خواب کا واقعہ بدر کے تقریباً دو سال بعد کا ہے۔ اس لیے کہ ابو لہب بدر کے ایک سال بعد مرا۔ پھر ایک سال بعد خواب میں حضرت عباس سے اس کی ملاقات ہوئی۔ حالانکہ جب حضرت عباس بدر میں شرکت کے لیے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے یہ فرما دیا تھا:

من لقی العباس بن	جو عباس بن عبد المطلب کو پائے وہ
عبد المطلب فلا یقتله	اسے قتل نہ کرے کیونکہ وہ مجبوراً
فانه اخرج کرھًا۔	شریک ہوئے ہیں۔

(الکامل فی التاریخ، ۲: ۱۲۸)

اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب جنگ بدر کے قیدیوں سے رہائی پانے کے لیے فدیہ طلب کیا گیا تو حضرت عباس نے کہا میرے پاس تو مال نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے چچا اس مال کے بارے میں بتاؤ جو ام فضل کو دے کر

آئے ہو۔ اس پر حضرت عباس نے عرض کیا۔

والذی بعثك بالحق ماعلم	مجھے قسم اس ذات کی جس نے آپ کو
به احد غیری و غیرها	حق دے کر بھیجا میرے اور میری بیوی
و انی لا علم انك رسول الله	کے سوا اس بات کو کوئی نہیں جانتا تھا
(الکامل، ۲ : ۱۲۳)	اور میں جانتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

ثانیاً اگر ان کو حالتِ کفر پر تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی یہ روایت قابلِ قبول ہے۔ کیونکہ وقتِ تحمل اسلام شرط نہیں بلکہ وقت ادا شرط ہے اور جب تابعین نے آپ سے یہ بات سنی تو اس وقت یقیناً آپ مسلمان تھے۔ محدثین نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے حالتِ کفر میں حضور علیہ السلام سے بات سنی پھر اس نے اسے حالتِ اسلام میں بیان کیا خواہ حضور علیہ السلام کا وصال ہو چکا ہو تب بھی وہ مقبول ہے۔ ہاں اگر اس نے ظاہری حیات میں اسلام قبول کر لیا تو صحابی بھی قرار پائے گا ورنہ وہ تابعی ہوگا۔

شیخ احمد محمد شاکر، شرح الفیہ میں لکھتے ہیں۔

واما من سمع من النبی صلی	وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الله علیه وسلم شیئاً قبل	سے اسلام لانے سے قبل کوئی بات سنی اور
اسلامه ثم اسلم بعد وفاة	پھر آپ کے وصال کے بعد وہ اسلام لایا۔
رسول الله صلی الله علیه وسلم	مثلاً تنوخی ہرقل کا قاصد تو اب وہ اگرچہ
کالتنوخی رسول هرقل فانه	تابعی ہے مگر حدیث اس کی متصل ہوگی۔
وان کان تابعیاً الا ان حدیثه	کیونکہ اعتبار روایت کا ہے یعنی اس نے
موصول لیس بمرسل لان	وہ روایت حضور علیہ السلام سے کی ہے۔
العبرة فی کل هذا بالروایة	اگرچہ وہ بوقت تحمل مسلمان نہ تھا۔

اعنی ان ھذا روی عن النبی   لیکن بوقت ادا تو مسلمان تھا۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یدرک الروایۃ وان کان غیر
عدل حین التحمل ولکنہ صار عدلاً حین الاداء۔
(شرح الفیہ للسیوطی ۲۶)

۳۔ یہ روایت درج ذیل قرآنی آیات کے منافی ہے:

- سورۃ البقرہ میں حالت کفر پر فوت ہونے والوں کے بارے میں ہے:

فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ۔   ان کے عذاب میں نہ تخفیف کیجائے گی اور نہ ہی ان پر نظرِ عنایت ہوگی۔

- دوسرے مقام پر اعمالِ کفار کے بارے میں فرمایا:

وَقَدِمْنَا اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا   اور ہم متوجہ ہونگے ان کے اعمال کیطرف اور انہیں گرد وغبار بنا کر اڑا دیں گے۔

جب قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ کفار کے اعمال ضائع ہیں ان پر کوئی اجر نہیں اور نہ ہی ان کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے تو روایت مذکورہ کس طرح قابل قبول ہوگی کیونکہ اس میں کافر کے لیے دونوں چیزوں کا ثبوت ہے۔ اس کے عمل پر اجر ہے اور اس کے عذاب میں تخفیف بھی ہو رہی ہے۔

۱۔ قارئین یہاں پہلی بات یہ واضح رہنی چاہئے کہ محفل میلاد کے تمام مخالفین ابوطالب کے بارے میں مانتے ہیں کہ انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی تو ان کے عذاب میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرما دی حالانکہ وہ بھی حالت کفر پر ہی فوت ہوئے تھے۔ مسلم شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

یا رسول اللہ ھل نفعت ابا طالب بشیئ فانہ کان   یا رسول اللہ کیا آپ کی خدمت کے صلہ میں ابوطالب کو کچھ نفع ہوا کیونکہ

آئے ہو۔ اس پر حضرت عباس نے عرض کیا۔

والذی بعثك بالحق ما علم
به احد غیری و غیرها
وانی لاعلم انك رسول الله
(الکامل، ۲ : ۱۲۳)

مجھے قسم اس ذات کی جس نے آپ کو
حق دے کر بھیجا میرے اور میری بیوی
کے سوا اس بات کو کوئی نہیں جانتا تھا
اور میں جانتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

ثانیاً اگر ان کو حالتِ کفر پر تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی یہ روایت قابلِ قبول ہے۔ کیونکہ وقتِ تحمل اسلام شرط نہیں بلکہ وقت ادا شرط ہے اور جب تابعین نے آپ سے یہ بات سنی تو اس وقت یقیناً آپ مسلمان تھے۔ محدثین نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے حالتِ کفر میں حضور علیہ السلام سے بات سنی پھر اس نے اسے حالتِ اسلام میں بیان کیا خواہ حضور علیہ السلام کا وصال ہو چکا ہو تب بھی وہ مقبول ہے۔ ہاں اگر اس نے ظاہری حیات میں اسلام قبول کر لیا تو صحابی بھی قرار پائے گا ورنہ وہ تابعی ہو گا۔

شیخ احمد محمد شاکر، شرح الفیہ میں لکھتے ہیں۔

واما من سمع من النبی صلی
الله علیه وسلم شیئاً قبل
اسلامه ثم اسلم بعد وفاة
رسول الله صلی الله علیه وسلم
كالتنوخي رسول هرقل فانه
وان كان تابعیاً الا ان حدیثه
موصول لیس بمرسل لان
العبرة فی كل هذا بالروایة

وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے اسلام لانے سے قبل کوئی بات سنی اور
پھر آپ کے وصال کے بعد وہ اسلام لایا۔
مثلاً تنوخی ہرقل کا قاصد تو اب وہ اگرچہ
تابعی ہے مگر حدیث اس کی متصل ہو گی۔
کیونکہ اعتبار روایت کا ہے یعنی اس نے
وہ روایت حضور علیہ السلام سے کی ہے۔
اگرچہ وہ بوقت تحمل مسلمان نہ تھا۔

اعنی ان ھذا روی عن النبی | لیکن بوقت ادا تو مسلمان تھا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یدرک الروایۃ وان کان غیر عدل حین التحمل ولکنہ صار عدلاً حین الاداء۔

(شرح الفیہ للسیوطی، ۲۶)

۳ ۔ یہ روایت درج ذیل قرآنی آیات کے منافی ہے :

● سورۃ البقرہ میں حالت کفر پہ فوت ہونے والوں کے بارے میں ہے :

فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنظَرُونَ ۔ | ان کے عذاب میں نہ تخفیف کیجائے گی اور نہ ہی ان پر نظر عنایت ہوگی۔

● دوسرے مقام پہ اعمالِ کفار کے بارے میں فرمایا :

وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا | اور ہم متوجہ ہونگے ان کے اعمال کیطرف اور انہیں گرد و غبار بنا کر اڑا دیں گے۔

جب قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ کفار کے اعمال ضائع ہیں ان پر کوئی اجر نہیں اور نہ ہی ان کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے تو روایتِ مذکورہ کس طرح قابلِ قبول ہو گی کیونکہ اس میں کافر کے لیے دونوں چیزوں کا ثبوت ہے ۔ اس کے عمل پر اجر ہے اور اس کے عذاب میں تخفیف بھی ہو رہی ہے ۔

ا۔ قارئین یہاں پہلی بات یہ واضح رہنی چاہیئے کہ محفل میلاد کے تمام مخالفین ابوطالب کے بارے میں مانتے ہیں کہ انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی تو ان کے عذاب میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرما دی حالانکہ وہ بھی حالت کفر پہ ہی فوت ہوئے تھے مسلم شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

یا رسول اللہ ھل نفعت ابا طالب بشئ فانہ کان | یا رسول اللہ کیا آپ کی خدمت کے صلہ میں ابوطالب کو کچھ نفع ہوا کیونکہ

انه خفف عنه فنقل من
الغمرات الى الضحضاح وقال
البيهقي ما ورد من بطلان
الخير للكفار فمعناه انهم لا يكون
لهم التخلص من النار ولا دخول
الجنة ويجوز أن يخفف
عنهم من العذاب الذي يستوجبونه
على ما ارتكبوه من الجرائم سوى
الكفر بما عملوه من الخيرات
واما عياض فقال انعقد الا
جماع على الكفار لا تنفعهم
اعمالهم ولا يثابون عليها
بنعيم ولا تخفيف عذاب و
ان كان بعضهم اشد عذابا
من بعض (قلت) وهذا لا
يرد الاحتمال الذي ذكره
البيهقي فان جميع ما ورد
من ذلك فيما يتعلق بذنب
الكفر واما ذنب غير الكفر
فما المانع من تخفيفه وقال
القرطبي هذا التخفيف خاص

ابوطالب دال ہے جو پہلے گذرا کہ ان
پر حضورؐ کی خدمت کی وجہ سے تخفیف
ہوئی تو وہ جہنم کے نچلے طبقہ سے
منتقل ہو کر سب سے اوپر آ گئے ۔
امام بیہقی نے فرمایا کہ کافر کے بارے
جو وارد ہے کہ اس کا عملِ خیر باطل ہے.
اس کا معنی یہ ہے کہ کافر دوزخ سے
نجات پا کر جنت میں داخل نہ ہوگا.
البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے اچھے اعمال
کی وجہ سے کفر کے علاوہ باقی جرائم کے
عذاب میں تخفیف پا لے ۔ قاضی عیاض
کہتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ کافر
کے اعمال اسے نفع نہ دیں گے اور نہ انہیں
نعمتیں حاصل نہیں ہونگیں اور نہ عذاب میں
تخفیف اگرچہ ان کے عذاب میں تفاوت
ہے میں (ابن حجر) کہتا ہوں یہ بات
اس احتمال کو رد نہیں کر سکتی جس کا ذکر
امام بیہقی نے کیا ہے کہ جو کچھ وارد ہے
وہ کفر کے ساتھ متعلق ہے ۔ کفر کے
علاوہ گناہوں کے عذاب میں تخفیف
سے کون مانع ہے ؟ اور امام قرطبی نے

بهذا ومن ورد النص فيه
وقال ابن المنير في الحاشية
هنا قضيتان احداهما محال
وهي اعتبار طاعة الكافر
مع كفره لان شرط الطاعة
ان تقع بقصد صحيح وهذا
مفقود من الكافر الثانية
اثابة الكافر على بعض الاعمال
تفضلا من الله تعالیٰ وهذا
لا يحيله العقل فاذا تقرر
ذلك لم يكن عتق ابي لهب
لثويبة قربة معتبرة و
يجوز ان يتفضل الله عليه
بما شاء كما تفضل على ابي طالب
والمتبع في ذلك التوقيف نفيا
و اثباتا (قلت) و تتمة هذا
أن يقع التفضل المذكور اكراما
لمن وقع من الكافر البر له و
نحو ذلك و الله اعلم ۔

(فتح الباری، ۹ : ۱۱۹)

فرمایا کہ عذاب میں تخفیف ابولہب کے
ساتھ اور ہر اس شخص کے ساتھ مخصوص
ہے جس کے بارے میں نص وارد ہے (یعنی
ہر کافر کے لیے نہیں) وہاں ابن منیر
نے حاشیہ میں لکھا کہ یہاں دو معاملات
ہیں ان میں سے ایک محال ہے اور
وہ یہ ہے کہ طاعتِ کافر کا اعتبار اس
کے کفر کے ساتھ کیا جائے کیونکہ طاعت
کے لیے یہ شرط ہے کہ اس میں قصدِ
صحیح ہو حالانکہ یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔
دوسرا یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی
عمل پر محض بطور فضلِ الٰہی فائدہ حاصل
ہو اسے عقل محال نہیں سمجھتا جب یہ
ضابطے واضح ہو گئے تو جاننا چاہیئے
کہ اگرچہ ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا اس
کے کفر کی وجہ سے مقبول طاعت نہیں
مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس
پر تخفیف فرمائی ہو جیسے کہ اس نے ابوطالب
کے معاملے میں فضل فرمایا: ہم عذاب
ماننے یا نہ ماننے دونوں میں شریعت
کے تابع ہیں۔ (ہماری عقل یہاں نہیں

چل سکتی) میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ
ابن منیر کی تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ یہ فضل مذکور (ابولہب پر عذاب
میں تخفیف) اس ذات اقدس کے
اکرام میں کی ہے جس کیخاطر کافر سے نیکی
صادر ہوئی تھی (یعنی اس میں سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام ہے نہ کہ کافر کا)

۲۔ امام بدرالدین عینی نے بھی یہی گفتگو کی ہے البتہ اس میں اضافہ ہے :

وفی ھذا الحدیث من الفقہ ان الکافر قد یعطی عوضا من اعمالہ التی یکون منھا قربۃ لاھل الایمان باللہ کما فی حق ابیطالب غیران التخفیف عن ابی لھب اقل من التخفیف عن ابیطالب وذلک لنصرۃ ابیطالب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحیاطتہ لہ وعداوۃ ابی لھب لہ۔	اس حدیث سے یہ مسئلہ واضح ہو رہا ہے کہ بعض اوقات کافر کو بھی اس کے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے جو اہل ایمان کے لیے قربت کا درجہ رکھتے ہیں جیسے کہ ابوطالب کے حق میں ـــــ فرق صرف یہ ہے کہ ابولھب پر ابوطالب سے تخفیف کم ہے اور وہ اس لیے کہ ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و حفاظت کی اور ابولھب نے عداوت کی تھی ۔

(عمدۃ القاری ، ۲۰ : ۹۵)

۳ ۔ ہم یہاں محدثین کا مذکورہ روایت سے محفلِ میلاد پر استدلال کرنا بھی ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ ان کے ہاں یہ روایت قرآنی آیات کے ہرگز

منافی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اسے مسترد کر دیتے۔
شیخ القراء حافظ شمس الدین ابن الجزری اپنی تصنیف "عرف التعریف بالمولد الشریف" میں لکھتے ہیں:

فاذا کان ابولهب الکافر	جب وہ دشمنِ خدا جس کی مذمت
الذی نزل القرآن بذمه	میں قرآن کی سورت نازل ہوئی حضور
جوزی فی النار لفرحه	علیہ السلام کی میلاد کی رات خوشی
لیلة المولد النبی صلی الله	کرنے پر اس کے عذاب میں کمی کر دی
علیه وسلم فما حال المسلم	جاتی ہے تو وہ مسلمان جو آپ سے
الموحد من امة محمد	محبت رکھنے والا ہے میلاد کی خوشی
صلی الله علیه وسلم فبشره	کرے تو وہ کیا مقام پائے گا۔؟
مولده و بذل ما یصل	خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے
الیه قدرته فی محبته	محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں
لعمری انما یکون جزاءه	جنت عطا فرمائے گا۔
من الله الکریم ان یدخله	
بفضله جنات النعیم۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ۲۳۸)	

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی "مورد الصادی فی مولد الهادی" میں تحریر کرتے ہیں:

قد صح ان ابالهب یخفف	یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ
عنه عذاب النار فی مثل	میلاد کی خوشی میں ثویبہ کے آزاد کرنے
یوم الاثنین باعتاقه ثویبة	پر ابولہب کے عذاب میں اللہ تعالیٰ نے
سرورًا بمیلاد النبی	کمی کر دی اور اس کے بعد انہوں نے

صلی اللہ علیہ وسلم ثم انشد یہ اشعار کہے :

اذا کان ھذا کافر جاء ذمه و تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
اتی انہ فی یوم الاثنین دائما یخفف عنہ للسرور باحمدا
فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ باحمد مسرورا و مات

"جب ابولھب جیسا کافر و مشرک جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا کے لیے حضور علیہ السلام کے میلاد پر خوشی کرنے کی بنا پر ہر سوموار کو عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو کتنا خوش قسمت ہو گا وہ مسلمان جس کی تمام زندگی آپ کی آمد کی خوشیوں میں بسر ہو جائے۔"

(رحمۃ اللہ علی العالمین، ۲۳۸)

حافظ ابن قیم بھی تخفیف عذاب کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ولما ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبشرت به ثویبة ابا لھب وکان مولاھا وقالت قد ولد اللیلة لعبد اللہ ابن فاعتقھا ابو لھب مسرورا به فلم یضع اللہ ذلک له وسقاہ بعد موته فی النقرة التی فی اصل ابھامه

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تو ثویبہ نے اپنے مالک ابولھب کو خوشخبری دی اور کہا کہ آج رات عبداللہ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ ابولھب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اُسے آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل ضائع نہیں فرمایا اور موت کے بعد اس کے اس انگوٹھے سے اسے پانی دیا جاتا ہے

(تحفۃ المودود باحکام المولود ۱۹)

مولانا عبدالحئی لکھنوی رقمطراز ہیں :

"جب ابولھب ایسے کافر پہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ کی ولادت کی خوشی کرے اور اپنی مقدرت کے موافق آپ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا۔"

(فتاوٰی عبدالحئی ۲ : ۲۸۲)

۴۔ اس روایت پر چوتھا اعتراض یہ ہے کہ یہ کہنا کہ ولادت کے بعد ہی ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا غلط ہے بلکہ اس نے اسے ہجرت کے بعد آزاد کیا تھا جیسا کہ اہلِ سیر نے بیان کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ثویبہ کی آزادی کے بارے میں اہلِ سیر کی تین آراء ہیں۔ جسطرح کچھ اہلِ سیر نے یہ بیان کیا ہے کہ ابولھب نے انہیں ہجرت کے بعد آزاد کیا اسی طرح بعض نے یہ بھی لکھا کہ انہیں ولادت کے وقت سے بہت پہلے آزاد کر دیا تھا لیکن صحیح اور اکثریت کی رائے یہ ہے کہ انہیں ولادت کے وقت آزاد کیا گیا۔ لیجئے اس پر تین اہلِ سیر کی رائے ملاحظہ کیجئے!

۱۔ حافظ ابن کثیر حضرت ثویبہ کی آزادی اور اس پر ابولھب کو اجر ملنے کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: کہ جب ثویبہ نے ولادت کی خبر دی

اعتقها من ساعته فجوزی بذلك لذلك۔	تو ابولہب نے اسے اسی وقت آزاد کر دیا جس کی وجہ سے اسے جزا دی گئی۔

(البدایہ ۲ : ۲۷۳)

۲۔ حافظ ابن قیم کی عبارت پہلے آپ نے پڑھی ہے۔ ان کے ان الفاظ پر دوبارہ نظر ڈال لیجئے۔

ولما ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبشرت به ثویبة	جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ثویبہ نے اپنے

ابا لھب وکان مولاھا وقالت قد ولد اللیلۃ لعبد اللہ ابن فاعتقھا ابو لھب مسرورًا بہ۔

مولیٰ ابولہب کو ولادت کی بشارت دی اور کہا کہ آج رات تیرے بھائی عبداللہ کے ہاں بیٹا ہوا ہے تو ابولہب نے خوشی میں اسے آزاد کر دیا۔

(تحفۃ المودود : ۱۹)

۳۔ شیخ نواب صدیق حسن قنوجی کے الفاظ بھی سنیے :

"حضرت کو آٹھ بیبیوں نے دودھ پلایا۔ آپ کی ماں نے تین یا آٹھ یا سات دن۔ پھر ثویبہ اسلمیہ جاریہ ابولہب نے جسے ابولہب نے وقتِ بشارت ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کر دیا تھا۔"

(الشمامۃ العنبریہ، ۱۳)

دوسری بات یہ ہے کہ جو تحقیق و احتیاط محدثین روایت میں کرتے ہیں وہ اہلِ سیر کے ہاں نہیں تو جب بخاری اور دیگر کتب احادیث کے مطابق اس کی آزادی ولادت کے وقت ثابت ہے تو اسی کی ترجیح حاصل ہوگی۔

تیسری بات یہ ہے کہ محققین نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ ثویبہ کا ولادت کے وقت ہی آزاد ہونا صحیح ہے۔ اس کے علاوہ دونوں اقوال ضعیف ہیں۔

صاحب سیرتِ شامیہ شیخ محمد بن یوسف صالحی شامی صاحب الغرر کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

اختلفوا متی اعتقھا فقیل اعتقھا حین لبشرتہ بولادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصحیح وقیل ان

ثویبہ کی آزادی کے بارے میں اختلاف ہے ایک رائے یہ ہے کہ ولادتِ نبوی کی بشارت کے وقت اسے آزادی ملی تھی یہی رائے صحیح ہے اور ایک رائے

خديجة سالت ابالهب فی ان تبتاعها منه لتعتقها فلم يفعل فلما هاجر رسول الله صلی الله عليه وسلم الی المدينة اعتقها ابولهب وهو ضعيف۔

(سبل الهدیٰ والرشاد، ۱: ۵۸۴)

یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابولہب سے کہا تھا کہ مجھے یہ بیچ دو تاکہ اسے آزاد کر دوں تو اس نے انکار کر دیا جب رسول اللہ مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو پھر ابولہب نے اسے آزاد کر دیا لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

امام محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح المواہب میں تین اقوال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(اعتقها) ابولهب (حين بشرته بولادته عليه السلام) على الصحيح فقالت له اشعرت ان امنة قد ولدت غلاما لاخيك عبد الله فقال لها اذهبی فانت حرة كما فی الروض وقيل انما اعتقها بعد الهجرة قال الشامی وهو ضعيف ــــــ وقد روی انه اعتقها قبل ولادته بدهر طويل۔

(الزرقانی علی المواہب، ۱: ۱۳۸)

صحیح یہ ہے کہ جب ثویبہ نے حضور علیہ السلام کی ولادت کی اطلاع دی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا ثویبہ کے کلمات یہ تھے اے ابولہب کیا تجھے علم نہیں کہ آمنہ کے ہاں تیرے بھائی عبد اللہ کا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے کہا جا تو آزاد ہے جیسا کہ روض میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ابولہب نے اسے ہجرت کے بعد آزاد کیا۔ امام شامی نے فرمایا یہ قول ضعیف ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ اسے ابولہب نے ولادت سے کافی عرصہ پہلے آزاد کر دیا تھا۔

صحابہ کرام ہمیشہ اس عظیم نعمت کا بیان کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔
حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ انور سے باہر تشریف لائے۔ صحابہ کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

ما اجلسکم؟ آج کیسے بیٹھے ہو؟

انہوں نے عرض کیا

جَلَسْنَا نذکر اللہ و نحمدہٗ علی ھدانا للدینہ و مَنّ علینا بکؐ۔ ہم بیٹھ کر اس ربّ کریم کی حمد و ذکر کر رہے ہیں جس نے فقط اپنے فضل و کرم سے دینِ اسلام قبول کرنے کی ہدایت عطا فرمائی اور اپنا پیارا حبیب ہمیں عطا فرمایا۔

آپ نے ان کے کلمات کو سن کر ارشاد فرمایا:

ان اللہ عزوجل یباھی بکم الملئکۃ۔ تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ بیٹھ کر مختلف انبیاء کے درجات و کمالات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے، دوسرے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور کہا وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم تھے۔ تیسرے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہا کہ وہ کلمۃ اللہ تھے۔ ایک نے حضرت آدمؑ کو صفی اللہ کہا۔ اتنے میں حضور سرورِ دوعالم تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا اور یہ تمام حق ہے۔ اور میرے بارے میں سن لو۔

الا و انا حبیب اللہ و لا فخر۔ میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین)

غور کیا آپ نے یہ محافل میلاد نہیں تو اور کیا ہیں ؟ اگر ایسی محافل جائز نہ ہوتیں تو آپ منع فرما دیتے۔ بلکہ آپؐ نے تو ان محافل کی فضیلت بیان فرمائی کہ ان پہ اللہ تعالیٰ فخر فرما رہا ہے۔ اور خود بھی اس میں شرکت فرما کر ان کا مقام واضح فرمایا۔

تو جب قرآن و سنّت میں آپؐ کی آمد پر خوشی کے اظہار کا حکم ہے تو اب شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے ماحول اور علاقے کے خوشی کے طریقوں کے مطابق خوشی کا اظہار جائز ہوگا مثلاً جلوس نکالنا، چراغاں کرنا وغیرہ اور ان افعال پہ احادیث میں استدلال موجود ہے کیا آپؐ کی ولادت کے موقع پر آسمان کے ستارے آپؐ کے مکان کے قریب نہیں آ گئے تھے ؟

حضرت ابو العاص کی والدہؓ بیان کرتی ہیں :

لما حضرت ولادة رسول	آپ کی ولادت کے موقع پر میں موجود
الله رأيت البيت حين وقع	تھی آپ کا گھر نور سے معمور ہو گیا۔
قد امتلاء نورًا و رأيت	ستارے گھر کے اتنے قریب آ گئے کہ
النجوم تدنو حتى ظننت	مجھے گمان ہونے لگا کہ مجھ پہ گر جائیں
انها ستقع علی۔	گے۔

(رواہ البیہقی والطبرانی)

کیا ولادت کے موقعہ پر فرشتوں نے مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر جھنڈے نہیں گاڑے تھے ؟ کیا جلوس کی صورت میں حضرت آمنہ کی خدمت میں فرشتے، انبیاء اور حورانِ بہشت مبارکباد دینے نہیں آئے تھے ؟ اگر ان چیزوں کو پڑھنا دشوار ہو تو کم از کم کتب سیرت میں وہ منظر ہی پڑھ لیں جو مدینہ طیبہ میں آپ کی آمد کے موقع پہ اہلِ مدینہ نے استقبال کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔ کیا وہ خوشی کا اظہار نہیں تھا ؟ کیا وہ جلوس نہیں تھا ؟ کیا اس میں مشعلیں روشن نہیں ہوئیں ؟ کیا اس میں

جھنڈے نہیں تھے؟ کیا اس میں اجتماعی طور پر خوشی کے ترانے نہیں پڑھے گئے؟ کیا اس میں آپؐ کی نبوت و رسالت کے نعرے نہیں لگے؟ کیا "یا محمدؐ" "یا رسول اللہ" ﷺ کی آوازوں سے شہرِ مدینہ کے در و دیوار گونج نہیں اٹھے تھے؟ ـــــ اگر ان تمام چیزوں کا ثبوت موجود ہے اور یقیناً ہے تو پھر آج یہ چیزیں بدعت اور خلافِ شرع کیوں ہو گئیں جبکہ بانیٔ شریعت کے سامنے ادا کی گئیں۔ اس کے بعد بھی قرونِ اولیٰ سے ثبوت کی ضرورت ہے تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ولادت اور بعثت دونوں ہی اللہ کی نعمتیں ہیں

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ کتاب وسنت میں بعثت کا ذکر ہے ولادت کا نہیں لہٰذا بعثت پر جشن منانا چاہیئے نہ کہ ولادت پر۔ ہماری رائے یہ ہے کہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں لہٰذا ان دونوں پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے بلکہ ولادت بعثت کا ذریعہ ہے۔ اگر ولادت نہ ہوتی تو بعثت کہاں؟ رہا یہ معاملہ کہ ولادت کا ذکر ہے یا نہیں؟ ہم چند آیات واحادیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

قرآن اور آپ کا پاکیزہ پشتوں میں منتقل ہونا

سورۂ شعراء میں اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مخاطب ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ۔ (الشعراء ۲۶ : ۲۱۹-۲۱۷)	آپ بھروسہ اسی ذات پر کریں جو غالب ورحیم ہے وہ اللہ آپ کو دیکھتا ہے۔ جب آپ قیام کرتے ہیں اور آپ کا ساجدین میں گردش کرنا بھی ملاحظہ کرتا ہے۔

ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اى "تقلبك "من الاصلاب الطاهرة من اب الى اب الى ان جعلك نبيا۔ (مسالک الحنفاء، ۴۰)	یہاں گردش سے مراد پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ پشتوں کی طرف منتقل ہونا ہے۔

تفسیر جمل میں ہے کہ آپ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ علیہما السلام تک جن جن پشتوں اور ارحام میں رہے، انہیں اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرما رہا ہے۔

ای یراک متقلبًا فی اصلاب وارحام المومنین من لدن آدم وحوا الی عبداللہ وآمنہ فجمیع اصولہ رجالًا ونساء مومنون۔
(الجمل، ۲: ۳۹۶)

اے حبیب، حضرت آدم وحوا سے لے کر حضرت عبداللہ اور آمنہ تک جن جن مؤمن مردوں اور خواتین کے اصلاب اور ارحام میں آپ منتقل ہوتے رہے ان کو آپ کا رب ملاحظہ کر رہا ہے۔ پس آپ کے تمام آباء و اجداد خواہ مرد ہوں یا عورتیں اہل ایمان میں سے ہیں۔

صاوی علی الجلالین کے الفاظ ملاحظہ کیجئے!

والمعنی یراک متقلبًا فی اصلاب وارحام المومنین من لدن آدم الی عبداللہ
(صاوی، ۳: ۲۸۷)

آیت مذکورہ کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک آپ نے جن جن مؤمنین کے ارحام و پشتوں میں گردش کی اللہ تعالیٰ نے اسے ملاحظہ فرمایا۔

ملاحظہ کیجئے قرآن نے تو ——— آپ کی اس گردش و انتقال کا تذکرہ کیا جو ولادت سے بھی پہلے مختلف ارحام اور پشتوں میں ہوتا رہا۔

اب ولادت کا تذکرہ سنیئے:

قرآن اور مولود کی قسم

قرآن نے ولادت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے مولود ہونے کی قسم کھائی:

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ
(البلد، ۹۰ : ۳)

قسم ہے والد کی اور قسم ہے مولود کی۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو محترم افراد کی قسم کھائی ہے — والد اور مولود کی — والد گرامی سے مراد ہر وہ والد ہے جس کے مبارک صلب میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا ہوا آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی پشت مبارک میں مستقر ہوا اور پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ پاک سے بصورت انسانی ظہور پذیر ہوا۔ اس کے بعد اس مولود کی قسم کھائی جس کی ولادت کی خاطر ساری کائنات کو معرضِ وجود میں لایا گیا۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی آیتِ مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں:

المراد بالوالد آدم وابراهيم عليهما السلام او ای والد كان "وما ولدُ" محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔
(المظہری، ۱۰ : ۲۶۴)

اِس آیت میں لفظ "والد" سے مراد یا تو حضرت آدم و ابراہیم علیہم السلام ہیں یا ہر والد مراد ہے اور "وما ولد" سے مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

۲۔ علامہ جار اللہ زمخشری سوال وجواب کی صورت میں لکھتے ہیں:

فان قلت ما المراد بوالد وما ولد؟ قلت رسول الله صلی

اگر آپ پوچھیں کہ والد اور ما ولد سے کون مراد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اس سے

اقسم ببلدہ الذی ھو مسقط راسہ وحرم ابیہ ابراھیم و منشا اسمعیل وبمن ولدہ وبہ	تمام والدین مراد ہیں۔ پہلے اللہ تعالےٰ نے آپ کے شہر کی قسم کھائی جو آپ کا مولد اور آپ کے والد حضرت ابراہیم و اسماعیل کا حرم ہے اس کے بعد ہر اس ذات کی قسم جو آپ کا والد بنا اور آپ کی ذات اقدس کی۔
(الکشاف ۴: ۲۵۵)	

۳۔ امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری اکثر مفسرین کی رائے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

والاکثرون علی ان الوالد ابراھیم واسماعیل علیھما السلام والولد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانہ اقسم ببلدہ ثم بوالدہ ثم بہ۔	مفسرین کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ والد سے مراد حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام اور ولد سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے شہر کی قسم کھائی پھر آپ کے والد اور پھر آپ کی ذات اقدس کی۔
(غرائب القرآن پ ۳۰: ۹۸)	

۴۔ علامہ بیضاوی رقم طراز ہیں:

والوالد آدم او ابراھیم علیھما الصلوٰۃ والسلام وما ولد ذریتہ او محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔	والد سے مراد حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام اور وما ولد سے اولاد یا حضور علیہ السلام مراد ہیں۔

یہاں گردشِ نور کے بعد آپ کی ولادت کا ذکر ہے اور وہ بھی نہایت ہی احسن اور پیارے انداز میں قسم اٹھا کر کیا ہے۔ ولادت کے بعد بچپن کا تذکرہ بھی قرآن نے کیا۔

قرآن اور حضورؐ کا بچپن

سورۂ الضحیٰ میں جہاں آپ پر نوازشاتِ الٰہیہ اور آپ کے مقاماتِ عالیہ کا تذکرہ ہے وہاں ایک احسان یہ بھی گنوایا ہے:

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔	کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا
(الضحیٰ، ۶)	تو اس نے ٹھکانہ عطا فرمایا۔

آپ یتیم بعثت کے بعد نہیں ہوئے بلکہ ولادت سے پہلے ہوئے تھے۔ کیا قرآن نے آپ کی یتیمی کا تذکرہ اور اس حال میں نوازشات الٰہیہ کا ذکر کر کے آپ کے بچپن کے احوال کو واضح نہیں کیا۔ اب بعثت سے پہلے کی مبارک زندگی کے بارے میں قرآنی آیت پڑھیے۔

بعثت سے پہلے کی زندگی ــــ توحید پر سب سے بڑی دلیل

قرآن نے یہ اعلان کیا ہے کہ سب سے پہلے مخاطبین کے سامنے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید و رسالت اور اسلام کی حقانیت پر جو دلیل قائم کی وہ آپ کی بعثت سے پہلے کی مبارک زندگی تھی۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میرے حبیب نے یوں کہا:

لَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا	میں نے تمہارے اندر عمر کا بیشتر حصہ
مِنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔	بسر کیا ہے کیا تم شعور نہیں رکھتے۔

جب میں نے اس معاشرے کی جاہلیت میں رہتے ہوئے کبھی بھی کسی معاملہ میں جھوٹ نہیں بولا تو اب میں اللہ کی توحید کے بارے میں کیسے غلط بیانی کرسکتا ہوں۔

قرآن تو آپ کے بچپن اور لڑکپن کے تمام احوال کو اسلام کی حقانیت پر بطور ثبوت پیش کر رہا ہے لیکن امتی یہ کہہ رہا ہے کہ قرآن میں صرف بعثت کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے کا نہیں۔ اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

اللہ نے آپ کی تمام عمر کی قسم کھائی

آئیے اب قرآن کا وہ مقام پڑھیے جس میں اللہ تعالیٰ نے بلا تفریق قبل از بعثت اور بعد از بعثت آپ کی ساری عمر مبارک کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ۔ — آپ کی تمام عمر کی قسم یقیناً وہ اپنے نشے میں مدہوش تھے۔

(الحجر ۱۵: ۷۲)

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ماخلق الله عزوجل وماذرأ نفسا اكرم عليه من محمد وما سمعت الله عزوجل اقسم بحياة احد الا بحياته — اللہ تعالیٰ نے حضور سے بڑھ کر معزز و مکرم کوئی ذات پیدا نہیں کی اور حضور کی عمر کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم، ۱: ۶۳)

اب بتائیے ولادت سے لے کر وصال تک کوئی ایسا لمحہ ہے جو ان الفاظ قرآنی سے خارج ہے۔ جب قرآن نے آپ کے ایک ایک لمحہ کا تذکرہ کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ آپ کی بعثت کو تو قرآن نے اہمیت دی ہے مگر ولادت کو نہیں دی سراسر قرآن

آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی کو ہے ۔

رہا سوال کہ آپؐ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں اس بارے میں علماءؒ کا اختلاف ضرور ہے مگر جمہور کی رائے یہی ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہی ہے

ہم یہاں صحابہ، تابعین، جمہور مفسرین و محدثین اور مؤرخین کے چند اقوال ذکر کرتے ہیں جن میں انہوں نے بارہ ربیع الاول کو ہی آپ کا یوم ولادت قرار دیا ہے ۔

۱۔ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس کا قول

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ صحیح اسناد کے ساتھ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

عن جابر وابن عباس انہما قالا ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر شہر ربیع الاول ۔	حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو ہوئی ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

۲۔ امام محمد بن اسحاق تابعی کا قول

امام محمد بن اسحاق ۱۵۰ تابعی اور تاریخ اسلام میں پہلے سیرت نگار ہیں ۔ وہ

ولد رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرة لیلة خلت من شهر ربیع الاول عام الفیل۔	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیر کی رات بارہ ربیع الاول عام الفیل کو اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

۳۔ حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ عام الفیل میں بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

وهذا هو المشهور عند الجمهور (السیرة النبویة، ۱: ۱۹۹)	جمہور علماء کے نزدیک یہی مشہور ہے۔

۴۔ ابن سید الناس رقم طراز ہیں:

وولد سیدنا و نبینا محمد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لاثنتی عشرة لیلة مضت من شهر ربیع الاول عام الفیل۔ (عیون الاثر، ۱: ۳۷)	ہمارے آقا اور نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول پیر کی رات کو اس دنیا میں تشریف لائے۔

۵۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس بات کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

——— اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ربیع الاول کی بارہ تاریخ، بعض کے نزدیک دو اور بعض کے نزدیک آٹھ تھی۔

قول اول اشہر و اکثر است و عمل اہل مکہ بریں است، و زیارت کردن ایشاں	بارہ تاریخ والا قول مشہور اور اکثر کا قول ہے اہل مکہ کا عمل بھی اسی پر شاہد ہے

موضع ولادت شریف را دراں شب وخواندن مولود وانچہ از آداب واوضاع آنست درشب دوازدہم

کیونکہ وہ اسی بارہ کی رات کو جائے ولادِ نبیؐ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ اور محافلِ میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔

(مدارج النبوۃ، ۲ : ۱۴)

۶ ۔ مصر کے شہرۂ آفاق عالم شیخ محمد ابو زہرہ کہتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے اہلِ روایت کی رائے یہی ہے :

والجمھرۃ المعظمی من علماء الروایۃ علی ان مولدہ علیہ الصلاۃ والسلام فی ربیع الاول من عام الفیل فی لیلۃ الثانی عشر۔ (خاتم النبیین، ۱ : ۱۱۵)

تمام بڑے بڑے محدثین و مؤرخین کی یہی رائے ہے کہ حضور علیہ السلام اس دنیا میں عام الفیل میں بارہ ربیع الاول کو جلوہ افروز ہوئے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی کی رائے

اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہِ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی۔ لیکن تاریخ کے تعین میں چار اقوال ہیں۔ مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے۔

آگے چل کر اس رائے کے مخالفین کا رد کرتے ہوئے کہا "محمود پاشا مصری نے نویں تاریخ کو جو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف، بے سند قول ہے۔ اور حسابات پر بوجہ اختلافِ مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے۔ (سیرۃ خاتم الانبیاءؐ)

جب صحابہ سے لے کر آج تک تمام اہلِ علم کی رائے یہی ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ بارہ ربیع الاول کو ہوئی تو اب یہ کہنا کہ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں کتنی [illegible]

ولادت و وصال دونوں باعثِ خیر ہیں

اب اس سوال پر غور کرتے ہیں۔ "حقیقتِ میلاد" کے صہ ۸ پر تحریر ہے "لیکن بارہ ربیع الاول تاریخِ ولادت تحقیقی بات نہیں۔ البتہ اس روز وفات ہوئی سب کے نزدیک مسلم ہے" جو تاریخ قطعی طور پر تاریخ وفات ہے اس پر جشن منانا تعجب ہے۔"

.... اس کے جواب میں اتنی ہی بات کہنا کافی ہے کہ اگر تاریخِ ولادت کے تعیّن میں اختلاف ہے تو تاریخِ وفات کے تعیّن میں بھی اختلاف ہے۔

ہم اُن کے لیے علامہ شبلی کا حوالہ نقل کر دیتے ہیں جس کے حوالے سے انہوں نے تاریخِ ولادت پر استدلال کیا ہے۔ علامہ شبلی نے اس مسئلہ پر تین صفحات لکھے اور آخر میں لکھا:

"اس لیے وفاتِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ہے۔"

(حاشیہ سیرت النبی جلد ۲ : ۱۷)

ہمیں تو "حقیقتِ میلاد" کے مصنّف کے مطالعہ پر تعجب ہے کہ مختلف فیہ مسئلہ کو متفق علیہ اور قطعی کیسے قرار دے دیا، اور اگر یہ آپ کا یوم وفات ہے، جیسا کہ جمہور کی رائے ہے تو تب بھی محفل میلاد پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ کتاب و سنّت نے واضح کر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وصال دونوں امت کے حق میں باعثِ خیر ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپ کا ارشاد مروی ہے۔

حیاتی خیر لکم و مماتی	میری ظاہری حیات اور میرا وصال دونوں
خیر لکم۔ (الشفاء، ۱: ۱۹)	ہی تمہارے لیے بہتر ہیں۔

دوسرے مقام پر وصال کے باعثِ خیر ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا:

اذا اراد اللہ رحمۃ بامۃ قبض	جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر اپنا خاص

نبیھا قبلھا فجعلہ لھا فرطًا و سلفھا و اذا اراد اللہ ھلکۃ امۃ عذبھا و نبیھا حیّ فاھلکھا و ھو ینظر فاقر عینیہ بھلکتھا حین کذبوہ و عصوا امرہ۔

(المسلم، ۲ : ۲۴۹)

کرم کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس امت کے نبی کو وصال عطا کر کے اس امت کے لیے شفاعت کا سامان کر دیتا ہے اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اسی نبی کی ظاہری حیات میں ہی اس امت کو عذاب میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیتا ہے اور اس ہلاکت کے ذریعے اپنے اس نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے۔

حدیث میں مذکورہ لفظ "فرط" کی تشریح ملا علی قاری یوں کرتے ہیں:

اصل الفرط ھو الذی یتقدم الواردین لیھیٔ لھم ما یحتاجون الیہ عند نزولھا فی منازلھم ثم استعمل یشفع فیمن خلفہ۔

(الشفاء ۱ : ۳۶)

فرط کسی مقام پر آنے والے کی ضروریات ان کی آمد سے پہلے مہیا کرنے والے شخص کو کہا جاتا ہے پھر اپنے بعد آنے والے کی سفارش کرنے والے کے لیے مستعمل ہونے لگا۔

اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل و احسان کہ آخرت میں پیش آنے والے معاملات سے پہلے اس کے لیے حضور علیہ السلام کو شفیع بنا دیا گیا ہے۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا میرا وصال بھی تمہارے لیے رحمت ہے۔

ولادت نعمت عظمیٰ ہے

مذکورہ فرمانِ نبوی نے جب یہ بات واضح کر دی کہ آپ کی ولادت اور وصال

دونوں امت کے حق میں بہتر اور نعمت ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں عظیم نعمت کونسی ہے؟ تو واضح وظاہر ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ اور تشریف آوری ہی عظیم ہے۔ کیونکہ دوسری نعمت تو اسی کے صدقہ میں حاصل ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطی نے بہت ہی خوب بات کہی کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ولادت کے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے عقیقہ وغیرہ کا حکم دیا ہے مگر وفات کے موقعہ پر کسی چیز کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ اور جزع وفزع سے منع کیا۔

فدلت قواعد الشریعة علی انه یحسن فی هذا الشهر اظهار الفرح لولادته صلی الله علیه وسلم دون اظهار الحزن فیه بوفاته۔

شریعت کا مذکورہ اصول راہنمائی کررہا ہے کہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت پر خوشی ہی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم۔

(الحاوی للفتاوی، ۱: ۱۹۳)

مفتی عنایت احمد کاکوروی حرمین شریفین کے لوگوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"علماء نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکر وفات نہ چاہئے اس لیے کہ یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے ذکر غم جانکاہ اس محفل میں ناز یبا ہے۔ حرمین شریفین میں ہرگز عادت ذکر قصۂ وفات کی نہیں ہے۔"

(تواریخ حبیب الٰہ: ۱۵)

پھر ہم اتنا ہی سوچ لیں کہ سوگ ہم تب منائیں کہ آپ کا فیضان ختم ہوگیا ہو تو وہ تو الحمد للہ تاقیامت اور بعد از قیامت جاری وساری ہے آج بھی آپ ہی کی نبوت کا دور ہے۔ یہ تمام امت آج بھی آپ کی رحمت وشفقت پر قائم ہے۔ یعنی آپ کا وصال ایسا نہیں کہ امت سے تعلق ختم ہو جائے بلکہ آپ کا فیضان تاقیامت جاری ہے اور آپ برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی سے بڑھ کر حیات کے مالک ہیں۔ قصور اور کوتاہی

ہماری ہے۔ آپ تو آج بھی اسی طرح سنتے اور دیکھتے ہیں جس طرح ظاہری حیات میں سنتے دیکھتے تھے۔

استاذ المحدثین ملا علی قاری نے آپ کے وصال کے بارے میں کیا ہی خوب کہا۔

لیس ھناک موت ولا فوت — یہاں نہ موت ہے اور نہ وفات بلکہ

بل انتقال من حال الی حال۔ — یہاں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے۔

(شرح الشفا، ۱: ۳۶)

آپ نے غور فرمایا، ہمارے ائمہ تصریح کر رہے ہیں کہ یہاں وفات نہیں بلکہ وصال و انتقال ہے تو جب وفات ہی نہیں تو سوگ کیا؟

کیا بانیٔ محفل حاکمِ وقت اور عالمِ دین، ظالم و کذّاب تھے؟

اب آئیے ——— اس سوال کی طرف کہ وہ حاکم وقت اور عالم دین ظالم اور کذاب تھے ——— اس سلسلے میں اوّلین گذارش تو یہ ہے کہ جب محفلِ میلاد قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو اس کے بعد کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں ——— دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے بارے میں جو کچھ معترضین نے تحریر کیا ہے کیا یہ تمام علماء کی متفقہ رائے ہے۔ اگر نہیں تو پھر دیانت داری کا تقاضا یہ تھا کہ ان کے بارے میں دوسری رائے بھی لکھی جاتی تاکہ قارئین کے لیے رائے قائم کرنا آسان ہو جاتا۔ اگر "فتاوٰے رشیدیہ" اور "تاریخ میلاد" کے ساتھ ساتھ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "حسن المقصد فی عمل المولد" کا ہی مطالعہ کر لیتے تو بات واضح ہو جاتی۔ ہم ان کے بارے میں تین مسلمہ بزرگوں کی رائے تحریر کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ جو چاہے کہیں۔

۱۔ حافظ ابنِ کثیر کے الفاظ ملاحظہ ہوں کہ "وہ ایک سخی، عظیم سردار اور بزرگ

بادشاہ تھا اور اس کے تمام کام بہت اچھے تھے۔

كان الملك المظفر ابوسعيد يعمل المولد الشريف فى ربيع الاول و يحتفل به احتفالاً هائلاً و كان شخصاً شجاعاً بطلاً عاقلاً عادلاً رحمه الله تعالىٰ (الحاوی للفتاوی ۱: ۱۸۹)

بادشاہ مظفر ابوسعید ربیع الاول میں ایک عظیم الشان محفلِ میلاد منعقد کرتے اور وہ نہایت بہادر، جرأت مند، دانا اور عادل حاکم تھے۔

۲ ۔ امام جلال الدین سیوطیؒ "حسن المقصد" میں لکھتے ہیں:

صاحب اربل الملك المظفر ابوسعيد احد الملوك الامجاد الكبراء الاجواد و ان له آثار حسنة۔

اربل کا حاکم مظفر ابوسعید ان حکمرانوں میں سے ایک ہے جو نہایت ہی صاحب شرافت اور بڑی سخی شخصیت ہیں اور ان کے لیے نہایت ہی اچھے آثار ہیں۔

۳ ۔ "مراۃ الزمان" میں سبط ابن الجوزیؒ رقم طراز ہیں کہ محفلِ میلاد پر کثرت کے ساتھ خرچ کرنے کے علاوہ مہمان نوازی پر ایک لاکھ دینار خرچ کرتا اور اس میں ہر شعبہ زندگی کے لوگ ہوتے ۔

كان يستفك من الفرنج فى كل سنة اسارى بمائتى الف دينار و كان يصرف على الحرمين و المياه بدرب الحجاز فى كل سنة ثلاثين الف دينار هذا كله سوى

اسی طرح ہر سال دو لاکھ دینار دے کر فرنگیوں سے اپنے مسلمان قیدی رہا کراتا جن کی کل تعداد ساٹھ ہزار ہے حرمین کی نگہداشت اور حجاج کے لیے پانی مہیا کرنے کے لیے تین ہزار دینار سالانہ۔ یہ ان صدقات کے علاوہ

صدقات السر د
زوجته ربيعه خاتون
بنت ایوب اخت الملك الناصر
صلاح الدين ان قميصه كان
من كرباس غليظ لا يساوي خمسة
دراهم قالت فعاتبته في ذلك
فقال البس ثوبا بخمسة واتصدق
بالباقي خير من ان البس ثوبًا
ثمنًا وادع الفقير والمسكين

(الحاوی للفتاوی، ۱ : ۱۹۰)

ہے جو وہ مخفی طور پر خرچ کیا کرتا اس کی اہلیہ ربیعہ خاتون بنت ایوب (جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی) بیان کرتی ہے کہ میرے خاوند کی قمیص موٹے کھدر کی ہوتی تھی جس کی قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی ایکبار میں نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ میرے لیے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ وخیرات کر دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے اور لباس پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیرباد کہہ دوں۔

اس شخص نے فوت ہوتے وقت وصیت کی کہ مجھے حرمین شریفین میں دفن کیا جائے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص ایسے حاکم کو عیاش اور ظالم کہتا ہے تو اسے اپنی قبر یاد رکھنی چاہیئے اور اس دن کا انتظار کرنا چاہیئے جب تمام حقائق سامنے آجائیں گے۔ رہا معاملہ شیخ الحافظ ابوالخطاب بن دحیہؒ کا تو وہ بھی مسلّم فاضل ہیں۔ ان کے بارے میں ابن خلکان لکھتے ہیں:

كان من اعيان العلماء و
مشاهير الفضلاء۔

وہ نہایت ہی جیّد عالم اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے۔

(الحاوی للفتاوی ۱، : ۱۹۰)

اگر انہوں نے حضور علیہ السلام کے فضائلِ میلاد پر کتاب لکھی اور حاکمِ وقت نے ایک ہزار دینار بطور انعام پیش کیا تو اس میں کیا حرج ہے؟

حضورؐ کا خالق و مالک تو آپ کی ولادت پر خوشی کے اظہار کی صورت میں ابولہب جیسے کافر کو بھی جزا و انعام سے نوازتا ہے

اللہ تعالیٰ کا عذاب میں رعایت دینا ایک ہزار دینار کے برابر ہے یا زائد ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے انعام کے ساتھ اس کی کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اگر اس حاکم نے سنتِ الٰہیہ کی پیروی میں یہ عمل کیا ہے تو اس پر ظلم کا فتوے کیوں؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ کیا محفلِ میلاد منعقد کرنے والے اور اس پر مواد مہیا کرنے والے صرف یہی حضرات ہیں۔ اگر اس موضوع پر کام کرنے والوں کے اسماء لکھے جائیں تو اس کے لیے الگ دفتر چاہیئے۔ کچھ ائمہ امت اور ان کی اس موضوع پر کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

علماءِ امّت کی محفلِ میلاد پر چند تصانیف

۱۔ حسن المقصد فی عمل المولد ـــــ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ جزءٌ فی المولد الشریف ـــــ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ المورد الروی فی المولد النبویؐ ـــــ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ المورد الھنی فی المولد النبیؐ ـــــ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ جامع الآثار فی مولد النبی المختار ـــــ حافظ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ عرف التعریف بالمولد الشریف ـــــ امام شمس الدین ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ۔

۸۔ المیلاد النبوی ، شیخ المحدثین امام ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ۔

۹۔ مورد الصادی فی مولد الھادی ، حافظ شمس الدین دمشقی

١٠۔ الباعث علی انکار البدع والحوادث ، امام ابوشامہ المتوفی ٦٦٥ھ
١١۔ التنویر فی مولد السراج المنیر ، امام ابوالخطاب ابن دحیہ
١٢۔ نظم البدیع فی مولد النبی الشفیع ، امام یوسف بن اسمعیل نبہانی
١٣۔ حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف ، شیخ محمد علوی مالکی
١٤۔ مولد النبی ، شیخ السید جعفر البرزنجی
١٥۔ مولد الدیبعی ، امام عبدالرحمٰن بن الدیبعی الشیبانی المتوفی ٩٤٤ھ
١٦۔ ماثبت بالسنۃ ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی
١٧۔ سمط الدرر فی اخبار مولد خیر البشر ، امام علی بن محمد الحبشی
١٨۔ مولد الغرب ، شیخ محمد الغرب
١٩۔ مولد المصطفیٰ ، الاستاذ خیر الدین وائلی
٢٠۔ سبل الہدیٰ والرشاد ، امام محمد بن یوسف صالحی شامی
٢١۔ فیصلہ ہفت مسئلہ ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی
٢٢۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان ، شاہ احمد سعید دہلوی ١٢٧٧
٢٣۔ اثبات المولد والقیام ، شاہ احمد سعید دہلوی ١٢٧٧
٢٤۔ خیر البیان من المحسنات سعید البیان فی مولد سید الانس والجان ، شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر
٢٥۔ خیر المورد فی احتفال المولد ، شاہ ابوالحسن زید فاروقی
٢٦۔ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام ، مولانا سلامت اللہ بدایونی
٢٧۔ الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم ، مولانا عبدالحق الہ آبادی
٢٨۔ انوار ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ ، مولانا عبدالسمیع رام پوری
٢٩۔ الشمامۃ العنبریہ من خیر مولد البریہ ، علامہ محمد صدیق حسن خاں بھوپالی۔

ائمہ امت کے اقوال

ان میں سے بعض بزرگوں کے اقوال بھی ملاحظہ کیجیئے۔

۱۔ محدث ابنِ جوزی رح

لا زال اهل الحرمين الشريفين والمصر واليمن والشام وسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبي صلى الله عليه وسلم ويفرحون بقدوم هلال شهر ربيع الاول - ويهتمون اهتمامًا بليغًا على السماع والقرأة لمولد النبي صلى الله عليه وسلم وينالون بذالك اجرًا جزيلًا وفوزًا عظيمًا ۔ (الميلاد النبوی ، ۵۸)

اہل مکہ و مدینہ ، اہل مصر، یمن ، شام اور تمام عالم اسلام مشرق تا مغرب ہمیشہ سے حضور اکرم علیہ السلام کی ولادت سعیدہ کے موقعہ پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں ۔ ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے تذکرے کا کیا جاتا ہے اور مسلمان ان محافل کے ذریعے اجرِ عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتے ہیں ۔

۲ ۔ امام نووی کے شیخ امام ابوشامہ

ومن احسن ما ابتدع فی زماننا من هذا القبيل ما كان

ہمارے زمانے میں شہر اربل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن

يفعل بمدينة اربل جبرها الله تعالى كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولد النبى صلى الله عليه وسلم من الصدقات والمعروف واظهار الزينة والسرور فان ذلك مع ما فيه من الاحسان الى الفقراء مشعر بمحبة النبى صلى الله عليه وسلم وتعظيمه وجلالته فى قلب فاعله وشكر الله على ما من به من ايجاد رسوله الذى ارسله رحمة للعالمين صلى الله عليه وسلم۔ (الباعث على انكار البدع والحوادث ص۱۳)

جو صدقات اظہارِ زینت اور خوشی کیجاتی ہے یہ بدعت حسنہ کے زمرے میں شامل ہے کیونکہ اس کے ذریعے فقراء کی خدمت کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، جلال اور تعظیم کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بصورت رحمۃ للعٰلمین جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکر بھی ہے۔

۳۔ امام الحافظ سخاوی

لا زال اهل الاسلام فى سائر الاقطار والمدن الكبار يحتفلون فى شهر مولده صلى الله عليه وسلم بعمل الولائم البديعة المشتملة على الامور البهجة الرفيعة

تمام اطراف و اکناف میں اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں خوشی کی بڑی بڑی محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں، اس کی راتوں میں جی بھر کر صدقہ اور نیک اعمال میں اضافہ کرتے ہیں خصوصاً آپ کی ولادت

ويتصدقون في لياليه بانواع الصدقات ويظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون لقراءة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم.

(سبل الهدیٰ، ۱: ۴۳۹)

کے موقعہ پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ ان محافل کا موضوع ہوتا ہے۔

۴۔ امام جلال الدین سیوطی

عندی ان اصل عمل المولد هو اجتماع الناس وقراءة ما تيسر من القرآن ورواية الاخبار الواردة في مبداء امر النبي صلى الله عليه وسلم وما وقع في مولده من الايات ثم يمد لهم سماط ياكلونه وينصرفون من غير زيادة على ذلك هو من البدع الحسنة التي يثاب عليها صاحبها لما فيه من تعظيم قدر النبي صلى الله عليه وآله وسلم واظهار الفرح والاستبشار بمولده الشريف۔ (حسن المقصد في عمل المولد في الحاوي للفتاوي، ۱: ۱۸۹)

میرے نزدیک میلاد کے لیے اجتماع تلاوتِ قرآن، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف واقعات اور ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہونے والی علامات کا تذکرہ ان بدعاتِ حسنہ میں سے ہے جن پر ثواب مترتب ہوتا ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت اور آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار ہے۔

۵۔ شارح بخاری امام قسطلانی

لازال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده علیه السلام ویعملون الولائم ویتصدقون فی لیالیه انواع الصدقات ویظهرون السرور و یزیدون فی المبرات و یعتنون لقرأة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عظیم و مما جرب من خواصه انه امان فی ذالک العام و بشری عاجلة بنیل المرام بنیل البغیة والمرام فصحم الله امرا اتخذ لیالی شهر مولده المبارک اعیاد الیکون اشد علة علی من فی قلبه مرضٌ۔ (المواهب اللدنیه، ۱:۲۷)

ربیع الاول چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے لہٰذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان محافل میں آپ کی میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔ محفل میلاد کی یہ برکت مجرّب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل واحسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض ہے۔

۶۔ علامہ ابن تیمیہ

وکذالک ما یحدثه بعض

بعض لوگ جو محفل میلاد کا انعقاد کرتے

الناس من مضاهاة للنصارى في ميلاد عيسى عليه السلام واما محبة للنبي صلى الله عليه وسلم وتعظيما له والله قد يثيبهم على هذه المحبة والاجتهاد۔

(اقتضاء الصراط المستقیم، ۲۹۴)

ہیں ان کا یا تو مقصد عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے کہ جس طرح وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دن مناتے ہیں یا مقصد فقط رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم ہے۔ اگر دوسری صورت ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے عمل پر ثواب عطا فرمائے گا۔

آپ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فتعظيم المولد اتخاذه موسما قد يفعله الناس ويكون له فيه اجر عظيم لحسن قصده وتعظيمه لرسول الله صلى الله عليه وسلم كما قدمته لك انه يحسن من بعض الناس ما يستقبح من المومن المسدد۔

(اقتضاء الصراط المستقیم: ۲۹۷)

اگر محفل میلاد کے انعقاد کا مقصد تعظیم رسول اللہ علیہ السلام ہے تو اس کے کرنے والے کے لیے اجر عظیم ہے۔ جس طرح میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ (اور صاف ظاہر ہے کہ مسلمان ممالک میں محافل میلاد کے انعقاد میں سوائے تعظیم و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور پیشِ نظر نہیں ہو سکتا۔

۷ الحافظ ابوذرعہ العراقی

سئل عن فعل المولد امستحب او مكروه و

محفل میلاد کے بارے میں سوال کیا گیا کہ

هل ورد فيه شيءٌ او فعله من يقتدى به قال اطعام الطعام مستحب فى كل وقت فكيف اذا انضم لذلك السرور بظهور نور النبوة فى هذا الشهر الشريف ولا نعلم ذلك من السلف ولا يلزم من كونه بدعة كونه مكروها فكم من بدعة مستحبة بل واجبة۔

(تشنيف الاذان للشيخ محمد بن صديق صـ ١٣٦)

یہ مستحب ہے، یا مکروہ؟ کیا اس کے بارے میں کوئی نص ہے یا کسی ایسے شخص نے کی ہے جس کی اقتدا کیجائے۔ آپ نے فرمایا، کھانا وغیرہ کھلانا تو ہر وقت مستحب ہے۔ اور پھر کیا ہی مقام ہوگا جب اس کے ساتھ ربیع الاول میں آپ کے نور کے ظہور کی خوشی شامل ہو جاتی ہے۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ اسلاف میں سے کسی نے کیا لیکن اس کے پہلے نہ ہونے سے اس کا مکروہ ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ بہت سے کام اسلاف میں نہ ہونے کے باوجود مستحب بلکہ بعض واجب ہوتے ہیں۔

۸ ۔ امام ابن حجر مکی

الموالد والاذكار التى تفعل عندنا اكثرها مشتمل على خير كصدقة و ذكر و صلاة و سلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(فتاویٰ حدیثیہ صـ ١٢٩)

میلاد اور اذکار کی محافل جو ہمارے ہاں منعقد ہوتی ہیں، اکثر خیر پر ہی مشتمل ہیں کیونکہ ان میں صدقات، ذکر الٰہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود وسلام عرض کیا جاتا ہے۔

۹۔ ملاّ علی قاری

ومن تعظیم مشائخهم وعلماءهم هذا المولد المعظم والمجلس المکرم انه لا یأباه احد فی حضوره رجاء ادراک نورہ۔ (المورد الروی)

تمام ممالک کے علماء اور مشائخ محفل میلاد اور اس کے اجتماع کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی ایک بھی اس کی شرکت سے انکار نہیں کرتا۔ ان کی شرکت سے مقصد اس مبارک محفل کی برکات کا حصول ہوتا ہے۔

۱۰۔ امام نصیر الدین المعروف بابن الطباخ

اذا انفق المنفق تلک اللیلة وجمع جمعا اطعمهم ما یجوز اطعامه واسمعهم للآخرة ملبوسا کل ذلک سرورا بمولدہ صلی اللہ علیه وسلم بجمیع ذلک جائز ویثاب فاعله اذا احسن القصد۔

(سبل الہدیٰ، ۱: ۴۴۱)

جب کوئی آدمی شب میلاد اجتماع، صدقہ وخیرات اور خرچ کرے اور ایسی روایات صحیحہ کے تذکرے کا انتظام ہو جو آخرت کی یاد کا سبب بنیں، اور یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ہو، اس کے جواز میں کوئی شبہ ہی نہیں اور ایسا کرنے والا مستحق اجر وثواب ہوتا ہے جب اس کا ارادہ ہی محبت اور خوشی ہو۔

۱۱۔ امام جمال الدین الکتانی

مولد رسول اللہ صلی اللہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا

علیہ وسلم مبجل مکرم قدس یوم ولادتہ وشرف وعظم وکان وجودہ صلی اللہ علیہ وسلم مبداء سبب النجاۃ لمن اتبعہ و تقلیل حظ جہنم لمن اعدلھا لفرحہ بولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن المناسب اظہار السرور والفاق المیسور۔

(سبل الہدیٰ، ۱ : ۳۶۴)

دن نہایت ہی معظم، مقدس اور محترم ومبارک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک اتباع کرنیوالے کے لیے ذریعۂ نجات ہے جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اس نے اپنے آپ کو عذاب جہنم سے محفوظ کرلیا۔ لہٰذا ایسے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرنا اور حسب توفیق خرچ کرنا نہایت مناسب ہے۔

۱۲۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی

لا یزال اہل الاسلام یحتفلون بشہر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم و یعملون الولائم ویتصدقون فی لیالہ بانواع الصدقات ویظہرون السرور و یزیدون فی المبرات و یعتنون لقراءۃ مولدہ الکریم۔ (ماثبت من السنۃ ص۱۰۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں محفل میلاد کا انعقاد، تمام عالم اسلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اس کی راتوں میں صدقہ خوشی کا اظہار اور اس موقعہ پر خصوصاً آپ کی ولادت پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ مسلمانوں کا خصوصی معمول ہے۔

۱۳- شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی

وكنت قبل ذلك بمكة المعظمة فى مولد النبى صلى الله عليه وسلم فى يوم ولادته والناس يصلون على النبى صلى الله عليه وسلم ويذكرون ارهاصاته التى ظهرت فى ولادته ومشاهده قبل بعثته فرأيت انوارا سطعت دفعة واحدة لا اقول انى ادركتها ببصر الجسد ولا اقول ادركتها ببصر الروح فقط والله اعلم كيف كان الامر بين هذا وذلك فتاملت لتلك الانوار فوجدتها من قبل الملائكة الموكلين بامثال هذه المجالس ورأيت يخالطه انوار الملائكة انوار الرحمة -

(فیوض الحرمین: ۸۰، ۸۱)

مکہ معظمہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود وسلام عرض کر رہے ہیں اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پہ انوار وتجلیات کی برسات شروع ہو گئی انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کی ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہرحال جو بھی ہو میں نے غور وخوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کئے گئے ہوتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔

۱۴۔ دوسرے مقام پر اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

كنت اصنع فى ايام المولد طعامًا صلة بالنبى صلى الله عليه وسلم فلم يفتح لى سنة من السنين شئ اصنع به طعامًا فلم اجد الا حمصا مقليا فقسمته بين الناس فرأيته صلى الله عليه وسلم وبين يديه هذا الحمص متبجهًا بشاشًا ۔

(الدر الثمين ، ۴۰)

میں ہمیشہ ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد کے موقعہ پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا لیکن ایک سال میں کھانے کا انتظام نہ کر سکا ۔ ہاں کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں ۔

۱۵۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی

"جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں خلافِ شرع کہتے ہیں "۔

دن اور تاریخ کے تعیّن کے بارے میں لکھتے ہیں :

" جس زمانے میں بطرزِ مندوب محفلِ میلاد کی جائے باعث ثواب ہے اور حرمین بصرہ ، شام ، یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاوّل کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور کارِ خیر کرتے ہیں اور قرأت اور سماعتِ میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں ۔ اور یہ اعتقاد نہ کرنا چاہیئے کہ ربیع الاوّل میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا

۱۶۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی

"ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے پھر ـــ کیوں ایسا تشدّد کرتے ہیں۔ اور ہمارے واسطے اتباعِ حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔"

(شمائم امدادیہ، ۹۳)

آپ آگے چل کر فرماتے ہیں:

"مولد شریف تمام اہلِ حرمین کرتے ہیں۔ اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے۔ اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے۔ البتّہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں۔" (شمائم امدادیہ، ۸۷، ۸۸)

حضرت حاجی صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں اپنا معمول بھی بیان فرماتے ہیں:

"فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفلِ مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذّت پاتا ہوں۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ صہ ۹)

۱۷۔ مفتی محمد مظہر اللہ مجدّدی

"میلاد خوانی بشرطیکہ صحیح روایات کے ساتھ ہو اور بارہویں شریف میں جلوس نکالنا بشرطیکہ اس میں کسی فعلِ ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یہ دونوں جائز ہیں۔ ان کو ناجائز کہنے کے لیے دلیل شرعی ہونی چاہیئے۔ مانعین کے پاس اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہے۔ یہ

کہنا کہ صحابہ کرامؓ نے کبھی اس طور سے میلاد خوانی کی نہ جلوس نہ لا مخالفت کی دلیل نہیں بن سکتی کہ کسی جائز امر کو کسی کا نہ کرنا اس کو ناجائز نہیں کر سکتا۔"

(فتاوائے مظہری، ۴۳۵، ۴۳۶)

۱۸۔ علامہ محمد صدیق حسن خاں بھوپالی

"اس میں کیا برائی ہے اگر ہر روز ذکر حضرت نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع یا ہر ماہ میں التزام اس کا کریں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت و سمت و دل و ہدی و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کریں۔ پھر ایام ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں اور ان روایات و اخبار و آثار کو پڑھیں پڑھائیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں"۔

(الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ، ۵)

۱۹۔ مولانا ابو محمد عبد الحق دہلوی

"محفل میلاد خصوصاً اس پُر آشوب زمانہ میں نہایت نیک کام اور باعث ترویج اسلام بین العوام ہے۔ اب جو لوگ اس محفل متبرک میں بعض بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں یہ ان کا قصور ہے۔ اس التزام سے یہ کام برا نہیں ہو سکتا۔ بناء مساجد و مدارس ہو بالاتفاق امر مستحسن ہے اگر اس میں کوئی بدعات کا ارتکاب کرے تو کیا اس سے کوئی اس نفس فعل کو برا کہہ سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ میرے نزدیک جس فریق نے بدعت سیئہ کے معنی یہ لیے کہ قرون ثلثہ کے بعد جو بات پیدا ہوئی وہ بدعت سیئہ ہے اس نے بڑی غلطی کی"۔

(تقریظ بر انوار ساطعہ، ۳۰۸)

۲۰۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی

"حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلامیہ میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل

میلاد شریف کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے مولود شریف پڑھتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ سو یہ امر موجب برکاتِ عظیم ہے اور سبب ہے ازدیادِ محبت کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف نبوی میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں بر مکانِ ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

(تواریخ حبیب اللہ : ۱۵)

۲۱۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ

انعقادِ مجلسِ میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی، باجہ اور کثرت سے روشنی بیہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکرِ معجزات اور ذکرِ ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا جاوے اور بعد اس کے طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کچھ ہرج نہیں بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں۔

تو ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں اس وقت میں فرض کفایہ میں ہیں۔ مسلمانوں بھائیوں کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ ایسی مجالس کرنے سے نہ رکیں اور تعین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ حرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکرِ میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماءِ محدثین نے جائز رکھا ہے۔ تعجب ہے ان منکروں سے ایسے بڑھے کہ فاکہانی مغربیؒ کے مقلد ہو کر جمہورِ سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ضال مضل

بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں ان لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے۔ مثل حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی اور ان کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین اور ان کے بھائی شاہ عبد العزیز دہلوی اور ان کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلوی قدس اللہ سب کے سب انہی ضال مضل میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیار عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر یا اللہ ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے راستہ پر چلا۔ آمین!"

(تقریظ بر انوار ساطعہ، ۳۱۴، ۳۱۵)

۲۲۔ موصوف شیخ عبد الحق الہ آبادی کی کتاب الدر المنظم پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

"اس رسالہ کو میں نے اوّل سے آخر تک اچھی طرح سنا۔ اس کا اسلوب عجیب اور طرز غریب بہت ہی پسند آیا۔ اگر اس کی وصف میں کچھ لکھوں تو لوگ اوسے مبالغہ پر حمل کریں گے اس لیے اوسے چھوڑ کر دعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اسکے مصنّف محقق منصف کو اجر جمیل اور ثواب جزیل عطا فرمادے اور اس رسالہ سے منکروں کے تعصّب بے جا کو توڑ کے اونکو راہ راست پر لادے اور مصنف کے علم او رفیض اور تندرستی میں برکت بخشے۔ اور میرے اساتذہ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے بلکہ بحلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہہ ہے کہ ؏

برین زیستم ہم برین بگذرم

اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ انعقاد مجلس مولود شریف بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسی تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بیہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جاوے اور بعد اوسکے اگر طعام پختہ یا شیرینی

بھی تقسیم کی جائے اوسمیں کچھہ ہرج نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو ہرطرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی دین کی مذمّت کرتے ہیں اور دوسرے طرف سے آریہ لوگ جو خدا اونکو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ اون سے زیادہ شور مچار ہے ہیں ایسی محفل کا انعقاد اون شروط کے ساتھ جو میننے اوپر ذکر کیں اس وقت میں فرضِ کفایہ ہے ۔ میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلسوں کے کرنے سے نہ رکیں. اور اقوالِ بیجا منکروں کی طرف جو تعصّب سے کہتے ہیں ہرگز التفات نہ کریں اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی ہرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس جمہور علماءِ صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماءِ محدّثین نے جائز رکھا ہے اور جناب صاحب رسالہ نے اچھی طرح ان امور کو ظاہر کیا ہے اور تعجب ہے کہ ان منکروں سے کہ ایسے بڑھے کہ فاکھانی مغربی کے مقلد ہوکر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ صافیہ سے ایک ہی لڑی میں پرودیا اور ان کو ضال مضل بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں ان لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی اور اونکے صاحبزادے شاہ ولی اللہ دہلوی اور اونکے صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلوی اور ان کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلوی قدس اللہ اسرارہم سب کے سب انہیں ضال مضل میں داخل ہوجاتے ہیں ۔

اُف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیارِ عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر ۔ یااللہ ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے رستہ پر چلا ۔ آمین ثم آمین اور وہ جو بعضی میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ عرب کے خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں اور حق ظاہر نہیں کرتا بالکل جھوٹ ہے اور اونکا قول مغالطہ دہی ہے ۔ مَیں بحلف کہتا ہوں

مَیں نے کبھی حضرت سلطان کے سامنے جو میرے نزدیک۔ خلاف واقع ہو اونکے رعایت یا اونکے وزراء و امراء کی رعایت سے کبھی نہیں کہا بلکہ صاف صاف دونوں دفعہ جب میں بلایا گیا ہوں کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا اونکی وزراء امراء ناراض ہوں گے اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نوری پاشا کہ بڑے پاشا ہیب اور زبردست تھے اور اپنے حکم کی مخالفت کو بدترین امور کا سمجھتے تھے میری گفتگو سخت جو مجلس عام میں آئی تمام حجازہ والی خاص کر حرمین والے بڑے چھوٹے سب کے سب بخوبی جانتے ہیں بلکہ اگر میں تقیہ کرتا تو ان حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ جب ان کے ہاتھ سے امام سبکی اور جلال الدین سیوطی اور ابن حجر اور ہزارہا عالم تقوٰی شعار خاصکر اون کے استادوں اور پیروں میں شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ اور اون کے بیٹے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز اور اونکے نواسے مولوی محمد اسحٰق قدس اللہ اسرارہم نچھوٹے تو مَیں غریب اونکی سلسلہ اوستادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ پیروں میں کسطرح چھوٹوں گا۔ یہ تو ہر طرح سے اور بلکہ تکفیر میں بھی قصور نکریں گے۔ پر مَیں اون کے ان حرکات سے نہیں ڈرتا اور جو میرے ان اقوال کی تائید اور سند جناب محقق مصنّف رسالہ کے سے جابجا تحریر فرمائی ہے۔ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

یہ ہمارے مسلّمہ ائمہ ہیں۔ تمام اپنے اپنے وقت کے عظیم فقیہ اور محدّث تھے۔ کیا یہ سب ظالم اور کذاب تھے؟ ——— اب اپنا جملہ (آپ نے دیکھا کہ محفل میلاد کا مواد فراہم کرنے والا شخص کس قدر کذّاب اور بے دین ہے) پڑھیں اور غور کریں کہ اس کی زد کس کس پر پڑتی ہے۔

کیا جشن میلاد النبی صرف برِصغیر میں منایا جاتا ہے

س یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصورت اجتماعات و جلوس صرف برِصغیر ہی میں منایا جاتا ہے اور کسی جگہ خصوصاً حرمین میں نہیں منایا جاتا۔

ج گذارش یہ ہے کہ اس جشن کا آغاز بھی حرمین شریفین سے ہوا تھا۔ اگر وہاں آج کل نہیں منایا جاتا تو اس کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ کبھی بھی نہ تھا۔ ہم آپ کے سامنے حرمین میں منائے جانے والے جشن میلاد کی چند جھلکیاں پیش کر دیتے ہیں۔

تاریخ حرمین خصوصاً تاریخ مکہ پر لکھی جانے والی کتب کے مطالعہ کے بعد اہلِ حرمین کے درج ذیل معمولات سامنے آتے ہیں:

۱۔ مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

اہلِ مکہ کا معمول تھا کہ ولادت کی رات محلّہ بنی ہاشم میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حضور کی جائے ولادت) کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔

امام ابوالحسین محمد بن احمد المعروف بابن جبیر اندلسی المتوفی ۶۱۴ھ اپنے تاریخی سفرنامے میں مولد پاک کے بارے میں لکھتے ہیں:

من مشاهدها الكريمه	مکہ مکرمہ کی زیارات میں سے ایک
ايضًا مولد النبی صلی الله	مولد پاک بھی ہے۔ اس مقام کی مٹی
عليه وسلم و التربة الطاهرة	کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اس
التی هی اوّل تربة مست	کائنات میں سب سے پہلے محبوب خدا کے
جسمه الطاهر والموضع	جسمِ اقدس کو مس کیا اور اس میں اس
المقدس الذی سقط فيه	ہستی مبارکہ کی ولادت پاک ہوئی جو

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساعۃ الولادۃ السعیدۃ المبارکۃ التی جعلھا اللہ رحمۃ للامۃ اجمعین یفتح ھذا الموضع المبارک فیدخلہ الناس کافۃ و متبرکین بہ فی شھر ربیع الاول ویوم الاثنین منہ لانہ کان شھر مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

تمام امت کے لیے رحمت ہے۔ ماہ ربیع الاول میں خصوصاً آپ کی ولادت کے دن اس مکان کو زیارت کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کی زیارت کرتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں.

(رحلۃ ابن جبیر : ۹۰)

خود اپنا عمل بیان کرتے ہیں :

دخلنا مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومسحنا الخدود فی ذلک الموضع المقدس الذی ھو مسقط لاکرم مولود علی الارض و ممس لاطھر سلالۃ و اشرفھا ونفعنا برکۃ مشاھدۃ مولدہ الکریم۔ (رحلۃ ابن جبیر : ۱۲۶)

ہم نے مولد پاک میں داخل ہو کر اپنے رخسار اس مقدس مٹی پر رکھ دیئے کیونکہ یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں کائنات کا سب سے مبارک اور طیب بچہ پیدا ہوا۔ ہم نے اس کی زیارت کے ذریعے خوب برکات حاصل کیں۔

۳۔ امام جمال الدین محمد بن جار اللہ الجامع اللطیف میں لکھتے ہیں :

جرت العادۃ بمکۃ لیلۃ الثانی عشر من ربیع الاول

ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ (جو کہ شافعی

كل عام ان قاضی مكة الشافعی	المذہب ہیں) کی زیر سرپرستی مغرب کی
يتهياء لزيارة هذا المحل	نماز کے بعد لوگ قافلہ در قافلہ مولد
الشريف بعد صلوٰة المغرب	پاک کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے
فی جمع عظیم۔	ہیں۔

(الجامع اللطیف : ۲۰۱)

۴۔ شیخ محمد بن علوی الحسنی لکھتے ہیں:

وجرت العادة بمكة فی	اہل مکہ کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ
مولد الرسول ان يتهيالر	مشائخ، اکابر علماء اور معزز
الكبار والعلماء واعيان	شخصیات ہاتھوں میں فانوس اور
البلاد بالفوانس والمشموع	چراغ لے کر مولد پاک کی زیارت
فيخرجون الى بيت مولد	کرنے جاتے ہیں۔
الرّسول لزيارة۔	

(فی رحاب بیت الحرام : ۲۶۴)

محمد حسین ہیکل مصری نے مولد پاک کی بے حرمتی دیکھ کر لکھا:

وانت تمر بها اليوم خالية	آج خالی میدان نظر آتا ہے بلکہ کبھی
حيناً معمورة بالخيام حينا	اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ بنالیا جاتا
اٰخر وكثيرا ماتراها مناخا	ہے۔ حالانکہ یہ جگہ سب سے زیادہ آباد ہوا
للابل فی زمن الحج وان	کرتی تھی۔ جن لوگوں نے وہ منظر دیکھا
قوما يرونها اليوم وكانوا	ہے وہ آج وہابیوں کی اس بے حرمتی
قد راٰوها من قبل ان	پر خون کے آنسو روتے ہیں۔
يطمس الوهابيون على	
اٰثارها فيحز الالم فی نفوسهم۔	

(فی منزل الوحی : ۲۱۹)

ہر سوموار مولد پاک میں "محفلِ ذکر" منعقد ہوتی تھی

امام قطب الدین حنفی (متوفی ۹۸۸ھ، جو کہ مکہ مکرمہ میں علوم دینیہ کے استاذ تھے) اہل مکہ کے معمولات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل مکہ ہمیشہ ہر سوموار کی رات مولد پاک میں محفل ذکر سجاتے تھے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

یستجاب الدعاء فی مولد	مولد پاک معروف و مشہور جگہ ہے۔
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اب تک اس کی زیارت کی جاتی ہے۔
وھو موضع مشھور یزار	وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اہل مکہ
الی الان ویکون فی کل لیلۃ	وہاں ہر سوموار ذکر کی محفل سجاتے ہیں
اثنین فیہ جمعیۃ یذکرون	اور ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات
اللہ تعالیٰ ویزار فی اللیل	اس کی زیارت کی جاتی ہے۔
الثانیۃ عشر من شھر ربیع	
الاول فی کل عام۔	

(الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام: ۳۵۵)

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس محفل میلاد

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے ساتھ ساتھ وہاں محفل میلاد بھی منعقد کی جاتی جس میں آپ کی ولادت اور اس موقع پہ ظاہر ہوتے والی نشانیوں کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا۔

شیخ قطب الدینؒ رقمطراز ہیں:

ویخرجون من المسجد الی	لوگ جوق در جوق مسجد حرام سے نکل
سوق اللیل ویمشون فیہ	کر سوق اللیل کی طرف جاتے ہیں اور

الیٰ محل مولد الشریف	وہاں مولد پاک کے مقام پر اجتماع
باز دحام و یخطب فیہ	اور محفل منعقد کرتے ہیں اور اس میں
شخص ۔	ایک شخص خطاب بھی کرتا ہے ۔

(الاعلام باعلام ببیت الحرام : ۵۰)

امام ابن ظہیرہ اس جلسۂ عام کی روداد اور اس کا موضوعِ سخن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

بعد تقدم خطبة مناسبة	مولد پاک کی مناسبت سے وہاں خطبہ
للمقام ثم یعود منه الی	دیا جاتا ہے ۔ پھر عشاء سے پہلے لوگ
المسجد الحرام قبیل العشاء	لوٹ کر مسجد حرام آجاتے ہیں ۔

(الجامع اللطیف فی فضل مکة واهلها وبناء البیت الشریف : ۲۰۱)

مولدِ پاک اُن مقامات میں سے ہے
جہاں دُعائیں قبول ہوتی ہیں !

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ہمارے تمام اسلاف نے تصریح کی ہے کہ مولد پاک ان مقدس مقامات میں سے ہے جن کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں مفتی مکہ شیخ عبدالکریم القطبی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں :

ویستجاب الدعاء فی مولد	مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
النبی صلی الله علیه وآله	پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ مقام
وسلم وهو موضع مشهور	محلہ بنی ہاشم میں مشہور و معروف ہے ۔
بشعب بنی هاشم ۔	(اعلام العلماء : ۱۵۴)

میلاد کی خوشی میں کھانا کھلانا

اہل مکہ کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ کی ولادت کی خوشی میں کھانا تقسیم کرتے تھے۔ دوست احباب کی دعوت کرتے، فقراء ومساکین کی خدمت کرتے۔ خصوصاً حرم شریف کے خدام کی خدمت کرتے۔ ہم یہاں عام لوگوں کے عمل کے بجائے قاضی مکہ امام محمد بن محی الدین الطبریؒ کا معمول ذکر کرتے ہیں:

مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ (۷۲۸ھ) میں "ذکر قاضی مکۃ وخطیبھا" کے تحت لکھتے ہیں:

قاضی مكة العالم الصالح العابد نجم الدين محمد بن الامام العالم محي الدين الطبري وهو فاضل كثير الصدقات والمشاهدة للكعبة الشريفة يطعم الطعام الكثير في المواسم المعظمة وخصوصًا في مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم تسليمًا فانه يطعم فيه شرفاء مكة وكبراءها وفقراءها وخدام الحرم الشريف وجميع المجاورين

(اس وقت) مکہ کے قاضی جو کہ عالم، صالح اور عابد ہیں نجم الدین محمد بن الامام محی الدین الطبری وہ بہت زیادہ صدقہ کرنے والے اور کعبہ شریفہ کا کثرت سے طواف کرنے والے ہیں۔ حج کے مہینوں میں بہت زیادہ کھانا کھلانے والے ہیں اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر وہ مکہ کے شرفاء، معززین، فقراء اور حرم شریف کے خدام اور مجاورین کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(رحلۃ ابن بطوطہ: ۱:۹۲)

میلادِ پاک کی خوشی میں اہلِ حرمین کا جلوس

اہلِ حرمین میلادِ پاک کی خوشی میں مختلف محافل کے ساتھ چراغاں کرتے اور جلوس نکالتے تھے جس میں علماء، مشائخ اور شہر کی تمام معزز شخصیات کے علاوہ حاکمِ وقت بھی شرکت کرتے اور صرف اہلِ مکہ ہی اس میں شریک نہ ہوتے بلکہ دور دراز دیہاتوں سے لوگ آتے حتیٰ کہ جدّہ شہر سے لوگ جلوس میں شرکت کرنے کے لیے آتے تھے۔ اس میں بعض لوگوں کے ہاتھوں میں فانوس ہوتے، بعض کے ہاتھوں میں جھنڈے ہوتے۔ یہ جلوس مسجد حرام سے شروع ہوتا اور سڑکوں اور شاہراہوں سے گزرتا ہوا محلہ بنی ہاشم میں مولدِ پاک پہ جاتا وہاں جلسہ عام ہوتا اور پھر وہاں سے یہ جلوس مسجد حرام آتا جہاں بادشاہِ وقت علماء و مشائخ کی دستار بندی کرتا۔ آخر میں دعا ہوتی اور بعد ازاں لوگ اپنے گھروں کو رخصت ہوتے۔

اس جلوس کی روداد درج ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو!
شیخ قطب الدین الحنفی بارہ ربیع الاول کو اہلِ مکہ کا معمول لکھتے ہیں:

یزار مولد النبی صلی اللہ	۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ
علیہ و آلہ وسلم المکانی فی	مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا
اللیلة الثانیة عشر من	تھا تمام علاقوں کے علماء، فقہاء، گورنر
ربیع الاول فی کل عام فیجتمع	اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی
الفقهاء والاعیان علی نظام	نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہو جاتے
المسجد الحرام و القضاة الاربعة	ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے
بمکة الشریفة بعد صلوٰة	گزرتے ہوئے مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
المغرب بالشموع الکثیرة	(وہ مکان جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآ

والمفرغات والفوانيس و المشاعل وجميع المشائخ مع طوائفهم بالاعلام الكثيرة ويخرجون من المسجد الى سوق الليل ويمشون فيه الى محل مولد الشريف بازدحام ويخطب فيه شخص ويدعو للسلطنة الشريفة ثم يعودون الى المسجد الحرام ويجلسون صفوفاً فى وسط المسجد من جهة الباب الشريف والقضاة و يدعو للسلطان ويلبسه الناظر خلعة ويلبس شيخ الفراشين خلعة ثم يؤذن للعشاء ويصلى الناس على عادتهم ثم يمشى الفقهاء مع ناظر الحرام الى الباب الذى يخرج منه من المسجد

وسلم کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لیے جاتے۔ ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں۔ (گویا وہ مشعل بردار جلوس ہوتا)۔ وہاں لوگوں کا اتنا کثیر اجتماع ہوتا کہ جگہ نہ ملتی پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتے تمام مسلمانوں کے لیے دعا ہوتی پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے۔ واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت

دستار بندی کرتا۔ پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی۔ اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدّہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

ثم يتفرقون، وهذا من اعظم مواكب ناظر الحرم الشريف بمكة المشرفه وياتى الناس من البدو والحضر واهل جدة وسكان الاودية فى تلك الليلة ويفرحون بها۔ (الاعلام باعلام بيت الله الحرام، ۱۹۶)

جمال الدین محمد بن جار اللہ بن ظہیرہ رقمطراز ہیں

جرت العادة بمكة ليلة الثانى عشر من ربيع الاوّل كل عام ان قاضى مكة الشافعى يتهيأ لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب فى جمع عظيم منهم الثلاثة القضاة واكثر الاعيان من الفقهاء والفضلاء ذوى البيوت بفوانيس كثيرة وشموع عظيمة وازدحام عظيم ويدعى فيه للسلطان ولامير مكة وللقاضى الشافعى بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام ثم يعود منه الى المسجد الحرام قبيل العشاء ويجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بازاء قبة الفراشين ويدعو الداعى لمن ذكر آنفا بحضور القضاة واكثر الفقهاء ثم

ہر سال مکہ شریف میں ۱۲ ربیع الاول کی رات کو (اہل مکہ کا) یہ معمول ہے کہ قاضئ مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہب فقہ کے ائمہ، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔ وہاں جاکر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ ہوتا ہے۔ اور پھر بادشاہِ وقت امیر مکہ اور قاضی شافعی (منتظم ہونے کی وجہ سے) کے لیے دعا کی جاتی ہے۔ اور یہ اجتماع عشاء تک جاری رہتا ہے۔ اور عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آجاتے ہیں۔ مقام ابراہیم علیہ السلام پر اکٹھے ہو کر دعا کرتے ہیں۔ اس میں بھی تمام قاضی اور فقہاء شریک ہوتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ اور پھر الوداع ہو جاتے ہیں۔

يصلون العشاء وينصرفون۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں یہ
ولم اقف على اول من سن ذلك یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور
سألت مورخي العصر فلم اجد بہت سے ہم عصر مؤرخین سے پوچھنے
عندهم علماً بذلك۔ کے باوجود اس کا علم نہیں ہو سکا۔

(الجامع اللطیف فی فضل مکۃ واھلھا وبناء البیت الشریف بحوالہ القول الفصل، ۱۴۵، ۱۴۶)

اکیس توپوں کی سلامی

۱۹۱۷ء کو مکۃ المکرمہ میں یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر اہل مکہ نے جو جشن منایا محافل کیں اور جلوس نکالا اس کی روداد مکہ معظمہ کے اخبار القبلہ میں ان الفاظ کے ساتھ شائع ہوئی :

"گیارھویں ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے در و دیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جبکہ حرم شریف کے مؤذن نے نماز عصر کے لیے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبارکباد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے مصلّے حنفی پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف صاحب کو عید میلاد کی مبارکباد دی۔ پھر تمام وزراء اور ارکان سلطنت، ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیان شہر بھی شامل تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے ______

یہ شاندار مجمع نہایت انتظام و احتشام کے ساتھ مولد النبی ؐ کی طرف روانہ ہوا۔
قصر سلطنت سے مولد النبی تک راستے میں ...

کا انتظام تھا۔ اور خاص کر مولد النبیؐ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشکِ جنت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مؤدّب کھڑا ہو گیا۔ اور ایک شخص نے نہایت مؤثر طریقے سے سیرتِ احمدؐیہ بیان کی۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیرِ خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی ——— آخر میں قابل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کو سُن کر سامعین نہایت محظوظ ہوئے۔ عیدِ میلاد کی خوشی میں تمام دفاترِ حکومت اور مدارس بھی بارہویں ربیع الاول کو ایک دن کے لیے بند کر دیئے گئے اور اس طرح یہ خوشی اور سرور کا دن ختم ہو گیا۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اسی سرور اور مسرت کے ساتھ پھر یہ دن دکھائے۔ آمین!

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!"

دو بجے رات تک نعت خوانی

اسی تمام کارروائی کو ماہنامہ "طریقت" لاہور جنوری ۱۹۱۷ء نے ان الفاظ میں شائع کیا:

"روزِ پیدائش آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مکہ میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ اس کو یوم ولادتِ رسول اللہ کہتے ہیں۔ اس روز جلیبیاں بکثرت بکتی ہیں۔ حرم شریف میں حنفی مصلّی کے پیچھے مکلف فرش بچھایا جاتا ہے۔ شریف مکہ اور کمانڈرِ حجاز مع اسٹاف کے، لباسِ فاخرہ زرق برق پہنے ہوئے آکر موجود ہوتے ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت پر جا کر تھوڑی دیر نعت شریف پڑھ کر واپس آتے ہیں۔ حرم شریف سے مولد النبیؐ تک دو رویہ لالٹینوں کی قطاریں روشن کی جاتی

ہیں۔ جائے ولادت اس روز بقعۂ نور بنی ہوتی ہے۔ جاتے وقت ان کے آگے مولود خواں نہایت خوش الحانی سے نعت شریف پڑھتے چلے جاتے ہیں۔
۱۱ ربیع الاول بعد از نماز عشاء حرم محترم میں محفلِ میلاد منعقد ہوتی ہے۔ ۲ بجے شب تک نعت، مولود اور ختم پڑھتے ہیں۔ اور اس رات مولد النبی پر مختلف جماعتیں جا کر نعت خوانی کرتی ہیں ـــــ ۱۱ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپ سلامی کی قلعہ جیاد سے تہ کی توپخانہ سر کرتا ہے۔ ان دنوں میں اہل مکہ بہت جشن کرتے نعت پڑھتے اور کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔"

اہلِ مکّہ کا یوم میلاد پر عید سے بھی بڑھ کر اہتمام

امام سخاوی اہل مکہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ یوم میلاد کے موقعہ پر عید سے بڑھ کر اہتمام کرتے ہیں اور تمام کے تمام مولد پاک کی زیارت کے لیے جاتے ہیں:

واما اهل مكة فيتوجهون الى المكان المتواتر بين الناس انه محل مولده و هو فى سوق الليل رجاء بلوغ كل منهم بذالك لمقصده و يزيد اهتمامهم به على يوم العيد حتى قل ان يتخلف عنه احد من صالح

اہل مکہ آپ کے مولد پاک جو تواتر کیساتھ ثابت ہے کہ سوق اللیل میں واقع ہے کی زیارت کے لیے اس امید پر جاتے ہیں کہ ان کے مقاصد حاصل ہوتے اور وہ عید کے دن سے بڑھ کر یوم میلاد کا اہتمام کرتے ہیں اور اس دن مولد کی زیارت کے لیے ہر کوئی آتا ہے۔ خواہ وہ صالح ہے

وطالح ومقبل وسعید۔ یاطالح خواہ سعید ہے یا غیر سعید۔

(المولد الروی، ۲۸)

اہلِ مدینہ کے معمولات

اب تک آپ نے اہلِ مکہ کے معمولات ملاحظہ کیے اب اہلِ مدینہ کے معمولات ملاحظہ کیجئے۔

شیخ المحدثین حضرت ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ یوم میلاد پر مسلمانانِ عرب و عجم کے معمولات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولاھل المدینة کثرھم اللّٰہ تعالیٰ به احتفال وعلیٰ فعله اقبال (المورد الروی، ۲۹)	اہلِ مدینہ (اللہ تعالیٰ انہیں مزید ترقی عطا فرمائے) اس موقعہ پر خوب محافل سجاتے ہیں۔ اور ان میں ذوق و شوق کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔

کاش میں ربیع الاوّل کے ہر دن محفل سجاتا

آگے اسلاف کے معمولات ذکر کرتے ہوئے اس وقت کے عظیم مقتدا و پیشوا شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحمٰن کے بارے میں لکھتے ہیں:

لما کان فی المدینة المنورة علی ساکنها افضل الصلاة واکمل التحیة کان یعمل فی المولد النبوی ویطعم الناس و یقول لو تمکنت عملت بطول الشهر کل یوم مولدًا	جب وہ مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ میں السلام میں تھے تو وہ حضورؐ کا میلاد مناتے، لوگوں کو کھانا کھلاتے اور کہتے کاش مجھے اور قدرت ہو تو میں اس ماہ کے [illegible]

ملّا علی قاری کا اپنا عمل

حضرت ملا علی قاری ان بزرگوں کا قول ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میرے مالی وسائل ایسے نہیں کہ میں اس موقعہ پر لوگوں کی مہمان نوازی کر سکوں مگر میں میلاد کے موضوع پر کتاب لکھ رہا ہوں تاکہ لوگ رہتی دنیا تک اس سے سیراب ہوتے رہیں۔

- قلت وانا لما عجزت عن القیافة الصوریة کتبت هذه الاوراق لتصیر ضیافة معنویة نوریه مستمرة علی صفحات الدهر غیر مختصة بالسنة و الشهر وسمیته بالمورد الروی فی المولد النبوی۔

میں (علی قاری) کہتا ہوں جب فقیر صورۃً مہمان نوازی سے عاجز ہے تو میں نے معنوی نورانی مہمان نوازی کے لیے یہ کتاب لکھ دی تاکہ روئے زمین پر یہ رہتی دنیا تک لوگ اس سے سیراب ہوں اور میں نے اس کا نام "میلادِ نبوی پیاسے کے لیے سیرابی کا ذریعہ" رکھا ہے۔

(المورد الروی، ۳۲)

مدینہ منورہ میں محفلِ میلاد مسجدِ نبوی میں منعقد ہوتی

مفتی عنایت احمد کاکوروی اہلِ حرمین کے معمول کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف نبوی میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں بمکان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (تاریخ حبیب الٰہ، ۱۵)

لہ المورد الروی از ملا علی قاری، مولد رسول اللہ از حافظ ابن کثیر اور مولد النبی از حافظ ابن حجر مرکز تحقیقات اسلامیہ ۲۰۵ شادمان لاہور سے شائع ہو گئی ہیں۔

۱۲۸۷ھ میں مسجد نبوی میں منعقدہ ایک محفل میلاد کی روداد

مولانا عبدالحق الہ آبادی اپنی کتاب "الدر المنظم" میں لکھتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیخ و مرشد عمدۃ المفسرین و زبدۃ المحدثین شاہ عبد العلی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ کو دیکھا:

کہ در محفل مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ در مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بتاریخ دوازدھم ماہ ربیع الاول روز یک شنبہ ۱۲۸۷ھ در مسجد نبوی شدہ بود تشریف آوردہ شریک این محفل شریف شدند و ذکر مولد شریف کہ در صحن مسجد شریف بر منبر کرامی از ائمہ یکے بعد از دیگرے متوجہ بطرف روضہ شریفہ شدہ میخواندند استماع میفرمودند و بوقت قیام ذکر ولادت شریف قیام میفرمودند و حال و کیفیات برکات این محفل شریف کہ ظہور رشدہ بود خارج از حیطہ تقریر و تحریر است۔

کہ حضور کے میلاد کی خوشی میں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۷ ہجری کو مسجد نبوی شریف میں جو محفل منعقد ہوئی اس میں شریک ہوئے۔ یہ محفل صحن مسجد میں سجی تھی اس میں مختلف علماء جو منبر پر روضہ اطہر کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے، نے سرور عالم کے میلاد کے بارے میں بیان کیا۔ ولادت کے ذکر کے وقت قیام بھی ہوا۔ اس مبارک محفل کی کیفیات و احوال اور جو برکات ظہور پذیر ہوئیں ان کا بیان تقریر و تحریر کے احاطہ میں نہیں آ سکتا۔

(الدر المنظم، ۱۱۳)

کیا محفلِ میلاد

بدعت

ہے

؟

کیا محفلِ میلاد بدعت ہے ؟

سابقہ گفتگو میں تفصیلاً گذرا ہے کہ محفلِ میلاد، ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول کا نام ہے۔ جو اسلام کی تعلیمات کی بنیاد، خلاصہ اور ثمر ہے۔ اس کا حصہ بننے والے ہر ہر عمل کا تذکرہ کتاب وسنت کی نصوص میں موجود ہے۔ اس کے بعد اسے بدعت یا اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دینا سخت زیادتی بلکہ اسلام پر تہمت لگانا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ اسے بدعت کہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ اس لیے اس پر گفتگو کرنا نہایت ضروری ہے۔ سب سے پہلے ہم بدعت کا مفہوم واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس مفہوم کے مطابق پرکھ سکیں کہ محفلِ میلاد بدعت ہے یا نہیں ۔۔۔۔؟

بدعت کا لغوی معنیٰ

لُغۃً بدعت کا معنیٰ، نئی بات، نیا دستور یا رسم و رواج، نیا کام یا نئی چیز ہے۔ امام نووی بدعت کا لغوی معنیٰ یوں بیان کرتے ہیں:

کل شئ عمل علی غیر مثال سبق۔ (شرح مسلم للنووی، ۱: ۲۸۵)

ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونہ کے بغیر ہو

حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں:

البدعة اصلها ما احدث علی غیر مثال سابق۔

بدعت لغۃً اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال کے ایجاد کی گئی ہو۔

(فتح الباری، ۴: ۲۱۹)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

بدیع السموٰت والارض واذا قضی امرًا فانما یقول لہ کن فیکون ۔	وہ آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونہ کے پیدا فرمانے والا ہے اور جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ "کن" کہتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے۔

یہاں لفظ بدعت لغوی معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ آسمان اور زمین کو پیدا فرما دیا ۔

دوسرے مقام پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے ۔

قل ما کنت بدعًا من الرسل	فرما دیجئے میں نیا رسول نہیں ہوں ۔

یعنی سابقہ رسولوں کی طرح ایک رسول ہوں ۔ میری تعلیمات وہی ہیں جو سابقہ رسلانِ کرام کی تھیں ۔

ایک اہم نکتہ

تمام اہلِ علم اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب و سنّت نے جس بدعت سے منع کیا ہے وہ بدعت لغوی نہیں بلکہ بدعت شرعی ہے کیونکہ کتاب و سنت میں جب کوئی بھی لفظ استعمال ہوتا ہے تو وہاں اس کا لغوی معنی نہیں بلکہ شرعی معنی مراد ہوتا ہے ۔ مثلاً صلوٰۃ کے لغت میں متعدد معانی ہیں: دعا ، آگ جلانا وغیرہ ۔ مگر اس کا شرعی مفہوم ارکانِ مخصوصہ کی ادائیگی ہے ۔ اسی طرح لفظ حج کا معنی قصد و ارادہ کے ہیں ۔ مگر مراد اوقاتِ مخصوصہ میں مقامات مخصوصہ پر ارکان مخصوصہ کا ادا کرنا ہے ۔ ایسے ہی جب لفظ بدعت اسلام نے استعمال کیا تو اس کا ایک مخصوص معنی و مفہوم ہو گا ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس کا شرعی معنی بیان کریں ۔

بدعت کا شرعی مفہوم

دین میں ہر وہ زیادتی یا کمی جس کا ثبوت شریعت سے نہ قولاً وفعلاً اور نہ صراحۃً واشارۃً ہو اگر کسی عقیدہ وعمل پر شرعی دلیل موجود ہے تو وہ ہرگز بدعت قرار نہیں پائے گا۔

احادیث سے ثبوت

اس معنی کا تعین خود رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے۔ مسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فعمل بہا بعدہ کتب مثل اجر من عمل بہا ولا ینقص من اجورھم شئی ومن سن فی الاسلام سنۃ سیّۃ فعمل بہا بعدہ کتب علیہ مثل وزر من عمل بہا ولا ینقص من اوزارھم شئی۔ (المسلم، ۱: ۳۴۱)

جو بھی شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کریگا اور بعد میں جتنے لوگ اس پر عمل پیرا ہوں گے ان سب کا ثواب اسے بھی ملے گا اور عاملین کے ثواب میں کمی بھی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں برا کام جاری کرے گا اس پر جو جو بعد میں عمل کرے گا اس کا گناہ بھی اسے ملے گا اور ان کے گناہ میں بھی کمی نہ ہوگی۔

دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

من دعا الی ھدًی کان لہ من

جس نے کسی ہدایت وخیر کی طرف بلایا

الاجر مثل اجور من تبعه	اس پر چلنے والوں کا اس کو اجر ملے گا
لا ینقص ذٰلك من اجورهم	اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی اور
شیئا ومن دعا الی ضلالة	جس نے کسی گمراہی کی طرف بلایا اس پر
کان علیه من الاثم مثل	چلنے والوں کا گناہ اسے ہوگا اور ان
اثام من تبعه لا ینقص	کے گناہ میں بھی کمی نہ کی جائے گی ۔
ذٰلك من اثامهم شیئاً ۔ (المسلم، ۱: ۳۴۱)	

ان احادیث مبارکہ کے الفاظ یہ اصول دے رہے ہیں جو کام روح اور فکر شریعت کے منافی نہ ہو وہ خیر ہے اور اسے جاری کرنا اور اس پر عمل کرنا خیر ہی خیر ہے اور جو کام روح شریعت کے منافی ہوا سے جاری کرنا اور اس پر عمل کرنا سراپا عذاب و وبال ہے ۔

امام شامی نے ان احادیث کے تحت فرمایا :

قال العلماء هذه احادیث	اہل علم نے فرمایا کہ ان احادیث میں اسلام
من قواعد الاسلام وهو	کا بنیادی قاعدہ بیان ہوا ہے اور وہ یہ
ان کل من ابتدع شیئاً من	ہے کہ ہر وہ شخص جو برائی ایجاد کرتا ہے
الشر کان علیه مثل وزر	اس برائی کا ارتکاب کرنیوالے کا
من اقتدی به فی ذٰلك	گناہ اس پر ہوگا اور ہر وہ شخص جس
وکل من ابتدع شیئاً من	نے خیر کا کام ایجاد کیا اس پر چلنے والوں
الخیر کان له مثل اجر کل	کا اجر قیامت تک اسے بھی ملے گا ۔
من یعمل الی یوم القیامة.	

(مقدمہ فتاوٰی شامی)

الغرض جو کام اصول و قواعد شریعت کے تحت ہے وہ جائز اور جو کام شریعت

کے ضوابط و قواعد سے ٹکرا جائے وہ ناجائز ہو گا۔ بدعت کا یہی شرعی معنی آج تک اسلاف کرتے آئے ہیں۔ چند عبارات ملاحظہ کیجیے۔

اسلافِ امت اور بدعت کا مفہوم

۱۔ شیخ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

المراد بالبدعة ما احدث مما لا اصل له فی الشریعة یدل علیه و اما ما کان له اصل من الشرع یدل علیه فلیس ببدعة شرعا و ان کان بدعة لغةً۔ (جامع العلوم والحکم، ۲۵۲)	بدعت سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جس پر کوئی شرعی دلیل دلالت نہ کرے لیکن ہر وہ معاملہ جس پہ دلیل شرعی دال ہو وہ شرعاً بدعت نہیں اگرچہ وہ لغۃً بدعت ہو گا۔

امام بدرالدین عینی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "شر الامور محدثاتها" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ محدثہ کی جمع ہے۔

المراد به ما احدث ولیس له اصل فی الشرع وسمی فی عرف الشرع بدعة و ما کان له اصل یدل علیه الشرع فلیس ببدعة۔ (عمدۃ القاری)	ہر وہ نیا معاملہ محدث ہوتا ہے جس کی کوئی اصل شریعت میں نہ ہو۔ شریعت میں اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ اور جس کی اصل شریعت میں ہو وہ کام بدعت نہیں ہو سکتا۔

حافظ ابن حجر خلاصۂ گفتگو کے طور پہ فرماتے ہیں:

والتحقیق انہا ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فہی حسنۃ وان کانت مما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فہی مستقبحۃ۔ (فتح الباری، ۴: ۲۱۹)

تحقیق یہ ہے کہ اگر نیا کام شریعت کی کسی پسند کے تحت داخل ہے تو وہ اچھا ہے اور اگر وہ شریعت کی ناپسندیدگی کے تحت آتا ہے تو وہ غیر پسندیدہ ہوگا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی المتوفی ۷۹۲ "بدعت مذمومہ" کی تعریف یوں کرتے ہیں:

ھو المحدث فی الدین من غیر ان یکون فی عہد الصحابۃ والتابعین ولا دل علیہ الدلیل الشرعی۔

ہر وہ نئی ایجاد بدعت ہوگی جو عہد صحابہ اور تابعین میں نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی شرعی دلیل دال ہو۔ (شرح مقاصد فی علم الکلام، ۲: ۲۷۱)

مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں ہر نئے کام کو قرون اولیٰ یا شرعی اصولوں پر پیش کیا جائے گا:

اما الحادث بعد الازمنۃ الثلثۃ فیعرض علی ادلۃ الشرع فان وجد نظیرہ فی العہود الثلثۃ او دخل فی قاعدۃ من قواعد الشرع لم یکن بدعۃ لانہا عبارۃ عما لا یوجد فی القرون

تین زمانوں کے بعد ہر نئے کام کو شرعی دلائل پر پیش کیا جائے گا اگر اس کی کوئی نظیر ان تین زمانوں میں ہوئی یا وہ کسی شرعی دلیل کے تحت ہو تو وہ بدعت نہ ہوگا۔ کیونکہ بدعت اسے کہتے ہیں جو تین زمانوں میں نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی شرعی دلیل کے

الثلثة ولیس له اصل من   تحت ہو۔

اصول الشرع ۔ (اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ، ۶)

مولانا محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی بدعتِ حسنۃ اور بدعتِ سیئہ کے تحت لکھتے ہیں:

"بدعت کی دو قسمیں ہیں ۔ لغوی بدعت اور شرعی بدعت ۔ لُغوی بدعت ہر اس نو ایجاد کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوئی ہو۔ عام اس سے کہ وہ عبادت ہو یا عادت اور اس کی پانچ قسمیں ہیں: واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح ــــ اور شرعی بدعت وہ ہے جو قرونِ ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہو اور اس پر قولاً، فعلاً، صراحۃً اور اشارۃً کسی طرح بھی شارع کی طرف سے اجازت موجود نہ ہو یہی وہ بدعت ہے جس کو بدعتِ ضلالۃ اور بدعتِ قبیحہ اور بدعتِ سیئہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

ان البدعۃ علی قسمین بدعۃ	بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک لغوی بدعت
لغویۃ و بدعۃ شرعیۃ	دوسری شرعی بدعت ۔ لُغوی بدعۃ
فالاول ھو المحدث مطلقاً	ہر نو ایجاد کا نام ہے خو
عادۃً کانت او عبادۃ وھی	عادت اور ایسی بدعت کی پانچ قسمیں
التی یقسمونھا الی الاقسام	کی جاتی ہیں اور دوسری وہ بدعت
الخمسۃ والثانی وھو ما زید	ہے جو طاعت کی حد میں کسی مشروع
علی ما شرع من حیث	امر پر زیادت (یا کمی) کی جائے
الطاعۃ لبعد انقراض	مگر ہو قرونِ ثلاثہ کے ختم ہونے کے

الازمنه الثلاثة لغیر اذن	بعد اور زیادتی شارع کے اذن سے
من الشارع لا قولاً ولا فعلاً	نہ ہو۔ نہ اس پر شارع کا قول موجود
ولا صریحاً ولا اشارۃً وھی	ہو اور نہ فعل نہ صراحت اور نہ اشارہ
المراد بالبدعۃ المحکوم علیھا	اور بدعت ضلالۃ سے یہی مراد ہے
بالضلالۃ (راہ سنت ، ۹۹)	

اب تک ہم نے بدعت پر جو گفتگو کی ہے اس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر وہ نیا کام جو شریعت کے اصولوں کے تحت ہو وہ جائز اور جس کام پر شریعت قولاً، فعلاً، صراحۃً یا اشارۃً دال نہ ہو وہ غلط اور ناجائز ہوتا ہے۔

بدعت کی جاہلانہ تعریف

بعض لوگ بدعت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ ہر وہ کام جو صحابہ کرام نے نہیں کیا وہ بدعت ہوگا۔ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ شریعت کے تحت ہے یا نہیں۔ اگرچہ سابقہ تمام تعریفات سے اس تعریف کا باطل و غلط ہونا واضح ہو چکا ہے مگر اس پر ہم اسلاف کی تصریحات ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جس میں انہوں نے ایسی تعریف کرنے والوں کو جاہل قرار دیا ہے۔ علامہ تفتازانی بدعت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن الجھلۃ من یجعل	وہ لوگ جاہل ہیں جو ہر اس کام کو بدعت
کل امر لم یکن فی زمن	مذمومہ قرار دے دیتے ہیں جو صحابہ
الصحابۃ بدعۃ مذمومۃ	کے دور میں نہ ہوا اگرچہ اس کی قباحت
وان لم یقم دلیل علی قبحہ	پر کوئی دلیل شرعی نہ ہو اور ان کا
تمسکاً بقولہ علیہ السلام	استدلال حضور علیہ السلام کے
ایاکم ومحدثات الامور	اس ارشاد گرامی سے ہے کہ محدثات

ولا یعلمون ان المراد بذلك هو ان یجعل فی الدین مالیس منه (شرح المقاصد، ۲: ۲۷۱)

سے بچو حالانکہ وہ جانتے نہیں کہ اس سے مراد کسی ایسی شی کو دین میں داخل کرنا ہے جو دین سے نہ تھی

مولانا عبد الحئی لکھنوی اس تعریف کرنے والوں پہ اور بدعتِ حسنہ کے نام پر ہر شی کو دین میں شامل کرنے پر یوں رونا روتے ہیں۔

وما اشنع صنیع علماء زماننا حیث افترقوا فرقتین ففرقۃ حصر السنۃ علی ما وجد فی العھود الثلٰثۃ وجعل ماحدث بعدھا بدعۃ ضلالۃ ولم ینظر الی دخولہ فی اصول الشرع بل منھم من حصرھا علی ما وجد فی الزمان النبوی وجوزکون محدث الصحابۃ بدعۃ ضلالۃ وفرقۃ اعتمد علی مانقل عن ابائھم و اجدادھم وماارتکبہ مشائخھم وادخل کثیرا من البدع السیئۃ فی البدع الحسنۃ اعتمادا علیھم وان لم یکن لہ اصل من اصول الشرع۔

ہمارے دور کے علماء کا یہ وطیرہ نہایت ہی غلط ہے کہ ان میں دو فرقے ہیں۔ ایک نے سنت کو صرف انہی معاملات تک منحصر کر دیا ہے جو تین زمانوں میں ہوا اور اس کے بعد کے معاملات کو بدعت و گمراہی کہا اور یہ غور کرنے کی زحمت نہیں کی کہ یہ معاملہ اصول شرع کے تحت آتا ہے یا نہیں بلکہ اس فرقہ میں کچھ ایسے بھی ہیں جو سنت کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات تک ہی محدود رکھتے ہیں اور صحابہ کے ایجاد کردہ طریقوں کو بھی وہ بدعت گردانتے ہیں اور دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے کہ وہ جو کچھ اپنے آباء واجداد سے منقول پاتے ہیں ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں اور اس طرح کئی بدعاتِ

(اقامۃ الحجۃ، ۷) سئیہ کو بدعات حسنہ میں شامل کر لیتے ہیں اگرچہ کوئی دلیل شرعی اس پر دال نہ ہو۔

کیا ذکرِ رسولؐ شریعت کے اصولوں کے خلاف و منافی ہے؟

آپ گذشتہ مباحث سے جان چکے ہیں کہ محفلِ میلاد ذکرِ رسولؐ سے عبارت ہے۔ اب ہم مخالفین سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا ذکرِ رسولؐ شرعی اصولوں کے خلاف و منافی ہے یا یہ شریعت کی بنیاد ہے؟ کیا ذکرِ رسولؐ کے لیے شریعت میں قولاً، فعلاً، صراحتہً یا اشارۃً کوئی حکم نہیں ملتا؟ جس ذاتِ اقدس کے ذکر کو خود اللہ تعالیٰ اپنا وظیفہ بنائے، اس کے ذکر کو سب سے بلند فرمائے اس پر کسی شرعی دلیل کا نہ ملنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا صحابہ، تابعین کے دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں؟ کیا قل بفضل اللّٰہ و برحمتہ فبذالکؑ فلیفرحوا قرآنی نص نہیں؟ کیا واما بنعمۃ ربکؑ فحدث کا حکم امتیوں کے لیے نہیں؟ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا کی اطلاع کس کے لیے ہے؟ کیا آپؐ نے بروز پیر روزہ رکھ کر ہمیں کوئی تعلیم نہیں دی؟

کیا احسان کا بدلہ یہی ہے کہ اس ذات کے ذکر پر کوئی شرعی دلیل دکھائی ہی نہ دے۔؟ کیا تحدیثِ نعمت یہی ہے کہ اس کے ذکر کی محفل کو ہی بدعت قرار دیا جائے۔؟ ہر امتی پر لازم ہے کہ غور کرے کہیں ضد میں آکر وہ قرآن و سنت کے خلاف تو نہیں کر رہا۔

بدعت کا معنیٰ واضح کرنے والوں کی رائے

ملاحظہ کیجئے کہ ان کی محفلِ میلاد کے بارے میں کیا رائے ہے ؟ ۔ یاد رہے کہ ان کی یہ رائے ہیئت مخصوصہ (جلوس، کھانا وغیرہ لیکانا) کے ساتھ محفلِ میلاد منعقد کرنے کے بارے میں ہے ورنہ ذکر رسول تو اسلام کی بنیاد ہے ۔

امام حافظ ابو محمد عبد الرحمٰن شہاب الدین ابو شامہ مقدسی شافعی المتوفی ۶۶۵ (جو مرتبۂ اجتہاد پہ فائز تھے) نے بدعت کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "الباعث علی انکار البدع والحوادث" ہے جس میں انہوں نے بدعت کی نشاندہی کرتے ہوئے واضح کر دیا ہے کہ محفلِ میلاد ہرگز ہرگز بدعت نہیں ۔ اگر اسے بدعت کہنا ہی ہے تو بدعتِ حسنہ کہا جائے ۔ ان کی عبارت مع ترجمہ درج ذیل ہے :

ومن احسن البدع ما ابتدع فی زماننا هذا من هذا القبيل ما كان يفعل بمدينة اربل كل عام فی اليوم الموافق ليوم لمولد النبی صلى الله عليه وسلم من الصدقات والمعروف واظهار الزينة والسرور فان ذلك مع ما فيه من الاحسان الى الفقراء ليشعر بمحبة النبی صلى الله عليه وسلم وتعظيمه واجلاله

ہمارے زمانے میں شہر اربل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن جو صدقات، اظہار زینت اور خوشی کیجاتی ہے یہ بدعتِ حسنہ کے زمرے میں شامل ہے ۔ کیونکہ اس کے ذریعے فقراء کی خدمت کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، جلال اور تعظیم کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بصورت رحمۃ للعالمین جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکر یہ بھی ہے ۔

فی قلب فاعله وشكر الله تعالىٰ علی ما منّ به من ايجاد [illegible] الذی هو رحمة للعالمين صلى الله عليه وسلم .

امام جلال الدین سیوطی شرح سنن ابن ماجہ میں فرماتے ہیں :

الصواب انه من البدع الحسنة المندوبة اذا خلا عن المنكرات شرعًا .	درست یہ ہے کہ محافل میلاد بدعت حسنہ مستحبہ میں سے ہے بشرطیکہ وہ ممنوعات شرعیہ سے خالی ہوں ۔

(سبل الھدیٰ ۱ : ۴۴۵)

امام ظہیر الدین جعفر مصری لکھتے ہیں :

وهى بدعة حسنة اذا قصدنا عليها جمع الصالحين والصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم واطعام الطعام للفقراء والمساكين	محفل میلاد بدعت حسنہ ہے جب اس سے مقصد صالحین کا جمع کرنا ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود وسلام اور فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا ہو ۔

(سبل الھدیٰ ۱ : ۴۴۲)

پیچھے بھی مقتدر ائمہ کے حوالہ جات گزر چکے ہیں جب آٹھ سو سال پہلے ائمہ نے تحقیق کے بعد فرما دیا کہ یہ عمل خیر ہے ۔ اسے گمراہی کہنا سراسر زیادتی ہے تو اس کے بعد مخالفت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ۔

رہا یہ معاملہ کہ بعض اہل علم نے اسے بدعت مذمومہ کہا ہے تو آپ ان کی تصانیف کا مطالعہ کریں ۔ انہوں نے محفل میلاد کو ہرگز برا نہیں کہا بلکہ جو غیر شرعی حرکات بعض جہلاء کی طرف سے اس میں شامل کر دی جاتی ہیں ، اُن کو انہوں نے بُرا کہا ہے اور ایسا کہنا بالکل بجا اور ضروری ہے ۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں ـــــ افسوس صد افسوس اس دور کے علماء نے نفس ذکر ولادت کو بھی بدعت قرار دے دیا ۔

مخالفین امام ابن الحاج کو پڑھ لیں انہوں نے خرافات کا رد کیا ہے مگر یوم ولادت اور ماہ ربیع الاول کی تعظیم کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں :

اشار عليه الصلوٰة والسلام الى فضيلة هذا الشهر العظيم بقوله عليه الصلوٰة والسلام للسائل الذى سأله عن صوم الاثنين فقال له عليه الصلوٰة والسلام ذلك يوم ولدت فيه فتشريف هذا اليوم متضمن لتشريف هذا الشهر الذى ولد فيه فينبغى ان نحترمه حق الاحترام۔

—— قد علم ان الامكنة والازمنة لا تتشرف لذاتها وانما يحصل لها التشريف بما خصت به من المعانى فانظر رحمنا الله و اياك الى ما خص الله تعالىٰ به هذا الشهر الشريف ويوم الاثنين۔

(المدخل، ۲: ۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اس دن میری ولادت ہوئی۔ اس فرمان کے ذریعے آپ نے اس ماہ کا مقدس ہونا بیان فرمایا کیونکہ یوم ولادت اس کی فضیلت کو متضمن ہے۔ جس میں آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس ماہ کا خوب احترام کریں۔

—— اس سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ جگہ اور وقت کی ذاتی فضیلت نہیں ہوتی بلکہ انہیں ان کے اندر حاصل ہونے والے معانی و واقعات کی وجہ سے فضیلت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اے قاری! ذرا غور تو کر اس ماہ اور سوموار کو کیا فضیلت حاصل ہو گی جس کو اللہ تعالیٰ نے حضور کی ولادت کے لیے مخصوص فرمایا۔

یوم میلادالنبیؐ

اہلِ اسلام

کے لیے

یقیناً عید ہے

بڑھ کر ہے!

س: عید میلاد النبی کے لیے لفظ "عید" کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحی۔ اگر عید ہے تو نماز کیوں نہیں؟

ج: اسے عید کا دن سمجھنا منع ہے۔ یہ بات بھی صراحۃً قرآن وسنت کے منافی ہے۔ خود قرآن وسنت میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ بھی عید کا اطلاق موجود ہے کیونکہ عید کا معنیٰ خوشی کا دن ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے آپ کی ولادت کے دن سے بڑھ کر کونسی عید (خوشی) ہو سکتی ہے؟ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں منقول ہے۔

ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا وآخرنا وایۃً منک وارزقنا وانت خیر الرازقین۔	اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے نعمتوں کا دسترخوان نازل فرما تاکہ وہ ہمارے لیے عید قرار پائے اور وہ تیری طرف سے نشانی بنے اور تو بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

امام فخر الدین رازی آیتِ مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ای نتخذ الیوم الذی تنزل فیه المائدۃ عیداً نعظمه نحن ومن یاتی بعدنا ونزلت یوم الاحد فاتخذ النصاریٰ عیداً۔	اے اللہ جس دن تو خوان نازل فرمائے گا اس دن کو ہم عید کا دن بنائیں گے۔ اس دن کی ہم بھی تعظیم کریں گے اور ہمارے بعد آنے والے بھی وہ خوان ان پر اتوار کو نازل ہوا چنانچہ نصاریٰ نے اس دن کو اپنی عید

اس آیتِ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن کو اپنی تمام قوم کے لیے عید قرار دے رہے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت خوان کی صورت میں نازل ہوگی۔ آپ تصوّر کیجئے اس دن کے بارے میں جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب رحمۃ للعالمین اس کائنات میں تشریف فرما ہوئے وہ دن اگر عید کا نہیں تو کونسا دن عید کا ہوگا؛ جبکہ باقی عیدیں اسی دن کے صدقے نصیب ہوتی ہیں ؎

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاوّل -!
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

اگر کوئی یہ کہکر بات ٹالنے کی کوشش کرے کہ یہ سابقہ امت کی بات ہے۔ جو ہمارے لیے قابلِ قبول نہیں۔ اگرچہ یہ بات بھی جہالت پہ مبنی ہوگی۔ کیونکہ سابقہ امتوں کی وہ بات جو بغیر تردید کے اسلام نے بیان کی وہ ہمارے لیے حجت ہے۔ پھر بھی ہم یہاں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا تذکرہ کئے دیتے ہیں تاکہ کسی حیلے کی گنجائش ہی نہ رہے۔

یوم الجمعہ کو نبی اکرمؐ نے عید قرار دیا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

یوم الجمعة عید فلا تجعلوا عیدکم یوم صیامکم الا ان تصوموا قبله او بعده۔
(المستدرک، ۱: ۶۰۳)

جمعہ کا دن، عید ہے۔ لہٰذا تم اس عید کے دن روزہ نہ رکھو البتہ اس صورت میں جب اس سے پہلے یا بعد روزہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے:

ایک دفعہ عید جمعہ کے روز ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا ،

قد اجتمع فی یومکم ھذا عیدان (المستدرک ، کتاب الجمعہ)	آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں ۔

مذکورہ حدیث پر شیخ عبدالقادر عطا امام ذہبی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

قال : صحیح غریب	یہ حدیث صحیح اور غریب ہے ۔

حضرت ایاس بن ابی رملہ الشامی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت معاویہ رضی کے پاس گیا تو ان کے پاس حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے ۔ حضرت معاویہ رضی نے ان سے پوچھا :

ھل شھدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اجتمعا فی یوم ؟ قال نعم ۔ قال کیف صنع ؟ قال صلی العید ثم رخص فی الجمعۃ ۔	کیا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی دو عیدوں میں حاضر ہوئے ہیں جو ایک ہی دن میں ہوں ؟ انہوں نے کہا ہاں میں حاضر ہوا ہوں ۔ پوچھا آپ نے کیسے کیا تھا ؟ انہوں نے بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز ادا کی اور جمعہ میں رخصت عطا کی ۔

امام حاکم اس روایت پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں :

ھذا حدیث صحیح الاسناد وان لم یخرجاہ ولہ شاھد علی شرط مسلم ۔ (المستدرک ، کتاب الجمعہ)	یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی اور اس کی تائید میں شرائط مسلم کے مطابق شاہد بھی موجود ہے ۔

امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے امام حاکم کی تائید کی ہے ۔

جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں سے افضل ہے

جمعہ عید ہی نہیں بلکہ دونوں عیدوں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) سے افضل بھی ہے۔ حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان یوم الجمعة سیّد الایام واعظمها عند الله وهو اعظم عند الله من یوم الاضحیٰ ویوم الفطر۔	جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے ہاں تمام سے عظیم ہے اور یہ اللہ کے ہاں یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر دونوں سے افضل ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الجمعہ)

جمعہ کو یہ فضیلت کیوں ہے؟

احادیث مبارکہ میں اس چیز کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جمعہ کو یہ فضیلت اس لیے ملی ہے کہ اس میں عبادت الٰہی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ باقی دنوں میں دیگر ان اشیاء کو پیدا کیا گیا جن سے انسان استفادہ کرتا ہے اور اس روز خود انسان کو پیدا کیا گیا تو نعمتِ وجود (جو تمام نعمتوں کی اصل ہے) پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا زیادہ اہم ہے لہٰذا اس روز کی عبادت بھی دوسرے ایام سے اولیٰ ہوگی۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فضیلتِ جمعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و	تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام

نیہ قبض۔ ... کو پیدا کیا گیا اور اسی میں ان کا وصال ہوا۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا

لای شئ سمی یوم الجمعۃ — جمعہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟

آپ نے فرمایا:

لان فیھا طبعت طینۃ ابیک آدم وفیھا الصعقۃ والبعثۃ وفی آخر ثلث ساعات منھا ساعۃ من دعا اللہ فیھا استجیب لہ۔ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مسند احمد)

اس میں تمہارے باپ آدم کا خمیر تیار ہوا یعنی تخلیق ہوئی، اسی میں قیامت برپا ہوگی اور اسی میں دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا جس دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ وہ دن تمام ایام حتیٰ کہ دونوں عیدوں سے بھی افضل قرار پا گیا۔ پھر اس میں ہمیشہ ایک گھڑی ایسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مسلمان کی دعا قبول فرما لیتا ہے۔ ظاہر ہے وہ گھڑی وہی ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی ـــــ تو آپ خود غور فرمالیں اس دن اور ساعت کا کیا عالم و مرتبہ ہوگا جس میں تمام اولین و آخرین کے سردار کی تشریف آوری ہوئی۔

دل افروز ساعت میں دعا کی مقبولیت کا عالم کیا ہوگا؟

امام ابن الحاج جمعہ کے بارے میں یہ بیان کرکے کہ جس گھڑی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اس میں مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ اس گھڑی میں دعا کی مقبولیت کا کیا عالم ہوگا جس میں اللہ کے حبیب اور فخرِ آدم کی تشریف آوری ہوئی۔

فلاشك ان من صادف الساعة التی ظهر فیها علیه الصلاة و السلام الی الوجود وهو سیأل الله تعالیٰ شیئا انه قد نجح سعیه و ظفر بمراده اذان المعنی الذی فضل الله تعالیٰ به تلك الساعة فی یوم الجمعة هو خلق آدم علیه الصلوة والسلام فما بالك بالساعة ولد فیها سید الاوّلین والاخرین۔

بلاشبہ جس نے وہ ساعت پائی جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ اپنی مراد پانے میں ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ جب وہ ساعتِ جمعہ جسے تخلیقِ آدم کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی اس میں دعا مقبول ہوتی ہے تو کیا عالم ہوگا اس ساعت کا جس میں اولین وآخرین کے سردار کی تشریف آوری ہوئی۔

اس کے بعد یوم میلاد اور یوم جمعہ کے درمیان ایک اور نمایاں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں حضرت آدم کی تخلیق بھی ہے۔

ان یوم الجمعة فیه اهبط آدم و به تقوم الساعة و یوم الاثنین خیر کله وامن کله۔

(المدخل، ۲: ۳۰)

اور اسی دن آپ کو زمین پر اتارا گیا اور اسی میں قیامت برپا ہوگی مگر سوموار کا دن تو سراپا اور تمام کا تمام خیر و امن کا پیغام ہی ہے۔

یوم عرفہ عید کا دن ہے

اسلام میں عید الفطر، عید الاضحیٰ اور جمعہ کے علاوہ یوم عرفہ (نو ذوالحج جس دن حجاج میدانِ عرفات میں قیام کرتے ہیں) کو بھی عید قرار دیا گیا ہے۔

ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ..... تو پاس بیٹھے ہوئے ایک یہودی نے کہا:

لو انزلت هٰذه الاية علينا لاتخذنا يومها عيداً۔	اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے والے دن کو عید بنا لیتے۔

آپ نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا تم تو ایک عید مناتے،

فانها نزلت فی یوم عیدین فی یوم الجمعة ویوم العرفة۔ (الترمذی، تفسیر سورۃ المائدہ)	ہمارے یہاں یہ آیت نازل ہوئی تو اس دن ہماری دو عیدوں کا اجتماع تھا ایک جمعہ کا دن اور دوسرا عرفہ کا دن۔

امام خازن نے اس مقام پر حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس دن پانچ عیدیں جمع تھیں۔ (لباب التاویل ۲: ۱۴۴)

بخاری شریف میں یہی واقعہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو اس دن کو ہم عید قرار دیتے۔ آپ نے فرمایا وہ کونسی آیت ہے وہ کہنے لگا: الیوم اکملت لکم دینکم۔ آپ نے فرمایا:

قد عرفنا ذالك اليوم والمكان الذی نزلت فيه علی النبی و هو قائم بعرفة يوم الجمعه (بخاری ۔ کتاب الایمان)

ہم بھی اس دن اور اس جگہ سے آگاہ ہیں جہاں یہ آیت ہمارے آقا پر نازل ہوئی ۔ اس وقت آپ کھڑے تھے ۔ عرفات کا مقام تھا اور جمعہ کا دن تھا۔

حضرت عمرؓ کے اس جواب کا ترجمہ امام عینیؒ اور امام نوویؒ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

معناه انا ما ترکنا تعظیم ذاک الیوم والمکان اما المکان فهو عرفات وهو معظم الحجاج هو احد ارکان الاسلام و اما الزمان فهو یوم الجمعه و یوم عرفة وهو یوم اجتمع فیه فضلان و شرفان ومعلوم تعظیما لکل واحد منها فاذا اجتمعا زاد التعظیم فقد اتخذنا ذالك الیوم عیدًا ۔

(عمدة القاری ۱، ۲۶۴)

کہ ہم بھی اس جگہ اور دن کی تعظیم کرتے ہیں کیونکہ وہ جگہ عرفات ہے ۔ وہاں حج کا سب سے بڑا رکن ادا ہوتا ہے اور وقت وہ جمعہ اور دن عرفہ کا تھا، اس میں دو عظمتیں جمع ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک کی تعظیم مسلمان کا فریضہ ہے اور جب دونوں کا اجتماع ہو گیا تو تعظیم میں اور اضافہ ہو گیا۔ تو ہم نے یقیناً اس دن کو عید بنایا ہوا ہے ۔

جب ہر جمعہ عید ہے تو ایک ماہ میں چار یا پانچ عیدیں آتی ہیں جن میں مسلمان خوشی کا اظہار کرتے ہیں اس کے باوجود آپ کا تیسری عید کے انکار پر اصرار ہے تو آپ کو کون مجبور کر سکتا ہے ۔ مگر یہ سوال تو کیا جا سکتا ہے کہ ایک آیت نازل ہو تو وہاں دو یا پانچ عیدیں جمع ہو جائیں تو شرک اور بدعت نہیں اور صاحب قرآن تشریف لائیں اور

ان کی تشریف آوری کو عید قرار دیا جائے تو فی الفور ذہن شرک و بدعت کی طرف متوجہ ہو جائے ـــ تو اس پہ دعوتِ فکر ضرور دیجاتی ہے۔

ایامِ تشریق بھی عید ہیں

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یوم جمعہ، یوم عرفہ، یوم النحر اور یوم الاضحٰی کو عید کہا وہاں آپ نے ایام تشریق کو بھی عید فرمایا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یوم عرفۃ و یوم النحر و ایام التشریق عید نا اھل الاسلام وھن ایام اکل و شرب۔ (المستدرک، ۱: ۶۰۰)	عرفہ کا دن قربانی کا دن اور تشریق کے دن ہمارے عید کے دن ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔

امام احمد بن حنبل کی تحقیق

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ متعدد ائمہ خصوصاً امام احمد بن حنبل رح کی تحقیق کے مطابق جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ اس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک اپنی والدہ ماجدہ کے رحم میں منتقل ہوا تھا۔

شیخ فتح اللہ بنانیؒ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

ان لیلۃ الجمعۃ افضل من لیلۃ القدر لانہ فی	جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے اس لیے افضل ہے کہ اس رات سرورِ عالم صلی

لیلتها حل النور الباهر الشریف فی بطن المکرمۃ آمنہ (مولد خیر خلق اللہ : ۱۵۸)

اللہ علیہ وسلم کا مقدس و مطہر نور آپ کی والدہ ماجدہ کے رحم مبارک میں جلوہ افروز ہوا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

از امام احمد منقول است کہ گفت شب جمعہ فاضل تر است از شب قدر کہ در وے علوق آنحضرت در رحم آمنہ در آمدہ و موجب چندیں خیرات و برکات در دنیا و آخرت کہ از حد عد و حصر خارج ست گشتہ۔

(اشعۃ اللمعات ، ۱ : ۵۷۷)

امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ شب جمعہ، شب قدر سے افضل ہے کیونکہ جمعہ کی رات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نور پاک اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مبارک رحم میں منتقل ہوا جو دنیا و آخرت میں ایسی برکات و خیرات کا سبب ہے جو کسی گنتی و شمار میں نہیں آسکتا۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی شیخ ہی کے حوالے سے لکھا۔

کہ امام احمد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا شب جمعہ کا مرتبہ لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے بعض وجوہ سے اس لیے کہ اس شب میں رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے شکم طاہر میں جلوہ افروز ہوئے اور حضرت کا تشریف لانا اس قدر خیر و برکت دنیا و آخرت کا سبب ہوا۔ جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کرسکتا۔

(جمعہ کے فضائل و احکام ، ۴)

جب جمعہ کی رات جس میں نورِ مصطفوی رحم مادر میں منتقل ہو رہا ہے وہ شب قدر سے افضل ہے تو اس دن کی فضیلت کا عالم کیا ہوگا جس دن وہ نور مبارک آپ

کے وجودِ مسعود کی صورت میں دنیا میں ظہور پذیر ہوا کیا اسے عید سے بھی افضل قرار نہیں دیں گے۔

یومِ میلاد کے لیے "عید" کی اصطلاح اسلاف میں موجود تھی

اس دن کو عید (خوشی کا دن) قرار دینا، پاکستانیوں نے ہی شروع نہیں کیا بلکہ اسلاف میں بھی یہ اصطلاح موجود تھی۔

امام جلال الدین سیوطی مالکی بزرگ شیخ ابو الطیب محمد بن ابراہیم السبتی المتوفی ۶۹۵ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں وہ بارہ ربیع الاول کو ایک مدرسہ کے پاس سے گذرے تو وہاں کے انچارج کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا فقیہ ھذا الیوم سرور اصرف الصبیان۔	اے فقیہ آج خوشی کا دن ہے لہٰذا بچوں کو چھٹی دے دو۔

(الحاوی للفتاویٰ، ۱: ۱۹۷)

امام قسطلانی شارح بخاری المتوفی ۹۲۳ھ ربیع الاول میں امتِ مسلمہ کے معمولات محافلِ میلاد کا انعقاد، صدقہ و خیرات کرنا، تذکرہ ولادتِ نبوی اور اس کی برکات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فرحم اللہ امرأ اتخذ لیالی شھر مولدہ المبارک اعیاداً فیکون اشد علۃ علی من فی قلبہ مرض۔	اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سلامت رکھے جس نے آپ کی میلاد کے مہینے کی راتوں کو عید بنا کر ہر اس شخص پر شدت کی جس کے دل میں (مخالفت کا) مرض ہے۔

(المواہب اللدنیہ، ۱: ۱۴۸)

شیخ فتح اللہ بنانی مصری لیلۃ المیلاد کی عظمت کو واضح کرتے ہوئے اسلاف

کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

یجب علی امتہ التی رفعھا	اس دن کے صدقہ میں اللہ تعالٰے
اللہ بہ علی الامم ان	نے اس امت کو تمام امتوں پر فضیلت
یتخذوالیلۃ ولادتہ	عطا کی لہٰذا امت پر لازم ہے کہ وہ اس
عیدًا من اکبرالاعیاد	رات کو سب سے بڑی عید کے طور پر
(مولد خیر خلق اللہ : ۱۶۵)	منائیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ اگر یہ عید ہے تو اس دن میں اضافی عبادت کیوں نہیں؟ اس پر بھی محبت و ادب رسول میں ڈوب کر غور کیا جاتا تو جواب مل جاتا۔

ہمارے مطالعہ کے مطابق اس سوال کا جواب محدّثین و مفسّرین نے کتاب و سنّت کی روشنی میں سات سو سال پہلے دے دیا تھا۔ مگر معترضین کی نگاہوں سے اوجھل رہا یا اسے قابلِ توجہ ہی نہیں سمجھا۔

ہم یہاں امّت کے دو متفقہ اور مسلمہ بزرگوں کی تصریحات ذکر کر رہے ہیں:

۱۔ امام ابن الحاج المتوفی ۷۳۷ھ ماہ ربیع الاول کی عظمت و شان اور اس میں خلافِ شرع امور پر تنبیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ نے سیّد الاولین والآخرین کی صورت میں ہمیں جس عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ اس پر ضروری تھا کہ بطور شکر ہم پر کوئی عبادت لازم قرار دی جاتی مگر یہ رحمتِ مصطفوی کا صدقہ ہے کہ ہمیں اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا۔

وما ذالک الا لرحمتہ صلی اللہ	اس کی وجہ امت پر نبی اکرم علیہ السلام
علیہ وسلم بامتہ ورفقۃ	کی رحمت و شفقت ہے۔ اسی لیے
بھم لانہ علیہ الصلوٰۃ	آپ بہت سے معاملات کو ترک

والسلام کان یترک العمل	کر دیتے تھے کہ کہیں امت پر لازم
خشیۃ ان یفرض علی امتہ	نہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ نے آپ ہی
رحمۃ منہ کما وصفہ المولی	کی شفقت کا تذکرہ قرآن میں یوں
سبحانہ و تعالیٰ فی کتابہ	کیا ہے کہ آپ مومنین پر نہایت ہی
حیث قال بالمؤمنین	مہربان اور رحیم ہیں۔
رؤف رحیم۔	(المدخل ۲، ۲:۲)

اس کے بعد خود مذکورہ سوال ذکر کرتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہوئے اپنی سابقہ عبارت کا حوالہ دیتے ہیں۔ سوال وجواب امام صاحب کی زبانی ملاحظہ کیجئے!

فان قال قائل قد خص یوم	اگر کوئی یہ سوال اٹھائے کہ جمعہ کے
الجمعۃ بصلاۃ الجمعۃ و	دن تو نماز جمعہ اور خطبہ وغیرہ لازم ہے
الخطبۃ و غیر ذلک مما	اگر یہ اس سے افضل ہے تو اس میں
ھو مختص بہ فالجواب ما	کوئی اضافی عبادت کیوں نہیں؟ اس
تقدم من انہ علیہ الصلاۃ	کا جواب وہی ہے جو گذر چکا کہ نبی
والسلام ما یخصہ فی	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت
نفسہ الکریمہ یخفف فیہ	پر تخفیف فرماتے ہوئے اس دن
الامر عن امتہ فلا یکلفھم	میں کسی عبادت کا اضافہ نہیں کیا
فیہ زیادۃ عمل لان المولیٰ	اور نہ امت کو مکلف بنایا۔ اس لیے
سبحانہ و تعالیٰ لما	اللہ تعالیٰ نے جب اس مبارک دن
اخرجہ الی الوجود فی ھذا	میں آپ کی ذات اقدس کو وجود بخشا
الیوم المعین لم یکلف الامۃ	تو آپ کے اکرام واحترام کی خاطر امت پر

فیه زیادة عمل اکراماً لنبیه صلی الله علیه وسلم بالتخفیف عن امته بسبب عنایة وجوده فیه قال الله سبحانه وتعالی فی محکم التنزیل وما ارسلنٰک الا رحمة للعلمین فهو علیه الصلاة والسلام رحمة للعالمین عموماً ولامته خصوصاً ومن جملة ذلک عدم التکلیف کما تقدم ۔

(المدخل، ۲: ۳۰)

تخفیف فرماتے ہوئے کسی اضافی عمل کو لازم نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک وجود کو سراپا رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا اے حبیب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی یہ رحمت تمام مخلوق کے لیے عمومی اور اپنی امت کے لیے خصوصی ہے۔ آپ کی رحمتوں اور شفقتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے دن اللہ تعالیٰ نے کسی اضافی عبادت کا حکم نہیں دیا۔

۲۔ امام احمد قسطلانی المتوفی ۹۲۳ لیلۃ المیلاد کی فضیلت اور اسی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

واذا کان یوم الجمعة الذی خلق فیه آدم علیه السلام خص بساعة لایصادف فیها عبد مسلم یسأل الله فیها خیراً الا اعطاه ایاه فما بالک بالساعة التی ولد فیها سید المرسلین

وہ جمعہ کا دن جس میں آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس میں ایک خصوصی گھڑی ہے جس میں کوئی مسلمان جس شے کی دعا کرے وہ اسے عطا کی جاتی ہے تو اس گھڑی کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا جس میں تمام رسولوں کے سردار کی تشریف آوری ہوئی اور یوم میلاد

ولم يجعل الله تعالىٰ فی يوم الجمعة المخلوق فيه آدم من الجمعة والخطبة وغير ذلك اكراما لنبيه صلى الله عليه وسلم — بالتخفيف عن امته بسبب عناية وجوده قال تعالىٰ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ومن جملة ذلك عدم التكليف۔	میں یوم جمعہ کی طرح جمعہ یا خطبہ وغیرہ لازم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے وجودِ رحمت کے اکرام کی وجہ سے امت پر تخفیف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اسی رحمت کا ایک اظہار یہ بھی ہے کہ کسی عبادت کا مکلف نہیں بنایا۔

(المواہب اللدنیہ، ۱: ۱۴۲)

اس دن کے شایانِ شان کوئی لفظ ہی نہیں

اب تک جو حوالہ جات ہم نے دیئے ان سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کا یوم ولادت تمام ایام سے عظیم تر ہے۔ کوئی جمعہ اور عید اس کے ہم پلہ نہیں۔ اگر ہم اس عظمت کا لحاظ کریں تو لفظ عید بھی اس کے شایانِ شان نہیں۔ چونکہ اس سے بڑھ کر ہمارے پاس کوئی لفظ ہی نہیں لہٰذا عید کا ہی اطلاق کر دیتے ہیں۔ کیا ہی خوب کہا شیخ محمد علوی مالکی نے کہ عید کی خوشیاں آتی ہیں گزر جاتی ہیں مگر آپ کی آمد سے مخلوقِ خدا کو جو خوشی (عید) نصیب ہوئی وہ ختم ہونے والی ہی نہیں بلکہ وہ دائمی ہے۔

ونحن لا نری تسمیته بالعید لانه اکبر من العید والاعیاد فی الاسلام	ہم یوم ولادت مصطفوی کو عید کا نام نہیں دیتے کیونکہ اس کا درجہ تو عید سے کہیں بلند ہے۔ اسلام میں

اثنان عید الفطر وعید الاضحیٰ وهما مرة فی العام اما ذکراه صلی اللّٰه علیه وسلم فهی اکبر من ذلك واعظم من ان لا تکون فی السنة الا مرة بل ینبغی للمسلم ان یعیش عمره کله فی ذکراه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بمحبته واحیاء سنته والمتعلق به وما الی ذلك ۔ (المورد الروی ، ۳۲)

جو دو عیدیں ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ ــــ اور وہ دونوں سال میں ایک ہی دفعہ آتی ہیں لیکن آپ کا ذکرِ مبارک اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ سال میں ایک یا دفعہ ہی ہو ہرگز مناسب نہیں بلکہ ہر مسلمان کو تمام عمر آپ کے ذکر و فکر، محبت، سنّت پر عمل اور آپ کے ساتھ تعلق میں بسر کرنی چاہیئے۔

اگر یہ گفتگو پیشِ نظر رہے تو بہت سے معاملات از خود حل ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ذکرِ خیر ہر حال میں باعثِ برکت و سعادت ہے۔ جس امتی کو یہ نصیب ہو جائے اس پر اللّٰہ کا فضل و احسان ہے۔

لیکن محافلِ میلاد منعقد کرنے والوں کا یہ فریضہ ہے کہ ایسی مبارک محافل کو غیر شرعی حرکات سے محفوظ رکھیں تاکہ کسی بدعملی کی وجہ سے اللّٰہ کے پیارے محبوب کے ذکر کی محفل پر حرف نہ آئے اور مخالفت کرنے والوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ برائیوں کے خلاف ضرور آواز اٹھائیں لیکن محفلِ میلاد کو مخالفت کا موضوع نہ بنائیں کیونکہ یہ سراسر ذکرِ نبوی ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کو نہایت ہی پسند ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اعتدال کی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔

آمین بجاہ سید المرسلین !

عالمِ اسلام خصوصاً عربوں میں مقبول ترین میلاد نامہ

مولودِ برزنجی

تصنیف

امام جعفر بن حسن برزنجی مدنی المتوفی ۱۱۷۹

ترجمہ وحاشیہ

علامہ نور بخش توکلی

کاروان اسلام پبلیکیشنز
جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور
0300-4407048/042,7580004,5300353-4

مراجع

۱۔ القرآن	انہ لتنزیل رب العالمین
۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر ابن ابی شیبہ
۳۔ البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶
۴۔ مسند احمد	امام احمد بن حنبل
۵۔ المسلم	امام مسلم بن حجاج ۲۶۱
۶۔ ابوداؤد	امام سلیمان بن اشعث ۲۷۵
۷۔ مشکوۃ المصابیح	امام ولی الدین خطیب
۸۔ المستدرک	امام حاکم ۴۰۵ھ
۹۔ فتح الباری	شیخ احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲
۱۰۔ الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ۲۷۹
۱۱۔ عمدۃ القاری	امام محمود بن العینی ۸۵۵
۱۲۔ اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲
۱۳۔ مفاتیح الغیب	امام فخرالدین رازی ۶۰۶
۱۴۔ الخازن	امام علی بن محمد الخازن
۱۵۔ مدارک التنزیل	امام عبداللہ بن احمد النسفی
۱۶۔ روح المعانی	سید محمود آلوسی ۱۲۷۰
۱۷۔ المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی

۱۸ - الجامع لاحکام القرآن	امام محمد بن احمد القرطبی
۱۹ - الکشاف	علامہ جار اللہ زمخشری
۲۰ - فتوحات الٰہیہ	علامہ سلیمان بن عمر الجمل
۲۱ - انوار التنزیل	امام عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی
۲۲ - فتاوٰے شامی	امام شامی
۲۳ - جامع العلوم والحکم	شیخ ابن رجب حنبلی ۷۹۵
۲۴ - شرح مقاصد	علامہ سعید الدین تفتازانی
۲۵ - رحلہ ابن جبیر	ابن جبیر اندلسی
۲۶ - رحلہ ابن بطوطہ	ابن بطوطہ
۲۷ - الجامع اللطیف فی فضلہ مکہ واھلھا وبناء	شیخ ابن ظہیرہ
۲۸ - البیت العتیق	
۲۹ - تشنیف الاذان	شیخ محمد صدیق
۳۰ - ماثبت بالسنۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۳۱ - تواریخ حبیب الٰہ	مفتی عنایت احمد کاکوروی
۳۲ - فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۳۳ - الدر الثمین	" " "
۳۴ - مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی
۳۵ - شمائم امدادیہ	مولانا اشرف علی تھانوی
۳۶ - فیصلہ ہفت مسئلہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
۳۷ - الشمامۃ العنبریہ	نواب صدیق حسن خاں
۳۸ - فی رحاب بیت الحرام	شیخ محمد علوی مالکی۔

۳۹ - فی منزل الوحی	محمد حسین ہیکل مصری
۴۰ - الاعلام باعلام بیت الحرام	شیخ قطب الدین حنفی
۴۱ - فتاوٰے منظہری	مولانا محمد مظہر اللہ مجددی
۴۲ - فتاوٰے عبد الحئی	مولانا عبد الحئی لکھنوی
۴۳ - انوار ساطعہ	مولانا عبد السمیع رامپوری
۴۴ - سیرت خاتم الانبیاء	مفتی محمد شفیع دیوبندی
۴۵ - خاتم النبیین	شیخ ابوزہرہ
۴۶ - مولد خیر خلق اللہ	شیخ فتح اللہ بنانی
۴۷ - الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی ۵۴۴
۴۸ - شرح شفاء	ملا علی قاری ۱۰۱۴
۴۹ - المورد الروی فی المولد النبوی	" " " ۱۰۱۴
۵۰ - المدخل	امام ابن الحاج
۵۱ - السیرۃ النبویہ	حافظ ابن کثیر
۵۲ - المواہب اللدنیہ	احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳
۵۳ - زرقانی	علامہ محمد بن عبد الباقی
۵۴ - عیون الاثر	ابن سید الناس
۵۵ - جمعہ کے فضائل و احکام	مولانا اشرف علی تھانوی
۵۶ - اقتضاء الصراط المستقیم	شیخ ابن تیمیہ
۵۷ - القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد	شیخ اسماعیل بن محمد انصاری
۵۸ - خیر الرسل	
۵۹ - میلاد النبی	مولانا اشرف علی تھانوی

۶۰ - لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف	شیخ ابن رجب حنبلی
۶۱ - قواعد التحدیث	شیخ جمال الدین قاسمی
۶۲ - المیلاد النبوی	امام ابن جوزی
۶۳ - الباعث علی انکار البدع والحوادث	امام ابوشامہ
۶۴ - اقامۃ الحجہ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعہ	مولانا عبدالحئی لکھنوی
۶۵ - جامع التحصیل فی احکام المراسیل	حافظ صلاح الدین ابوسعید خلیل بن کیکلدی
۶۶ - تیسیر مصطلح الحدیث	ڈاکٹر محمود الطحان
۶۷ - تدریب الراوی	امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱
۶۸ - الحاوی للفتاوی	
۶۹ - الدر المنتظم فی حکم مولد النبی الاعظم	مولانا عبدالحق الہ آبادی
۷۰ - سبل الھدے والرشاد فی سیرۃ خیر العباد	امام محمد یوسف الصالحی الشامی ۹۴۲
۷۱ - رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ۲۷۵
۷۲ - حجۃ اللہ علی العالمین	امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
۷۳ - مولد خیر خلق اللہ	شیخ فتح اللہ بنانی

محفلِ میلاد پر مستقل اور عظیم کتاب ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' کے مولف استاذ المحدثین کا بھرپور تعارف

محفل میلاد
اور
امام ابن دحیہ کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ

تالیف
مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ایچ سی ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور
042-5300353-4-0300-4407048

نام کتاب محفل میلاد اور امام ابن دحیہ کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ

مصنف مفتی محمد خان قادری

اہتمام محمد فاروق قادری

ناشر کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

طباعت اول 2010

ملنے کے پتے

☆فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی

☆مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی

☆احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی

☆اسلامی کتب خانہ اقبال روڈ سیالکوٹ ☆مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

☆مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور

☆مکتبہ دار العلم دربار مارکیٹ لاہور ☆روحانی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور

☆مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆مکتبہ کرمانو والہ دربار مارکیٹ لاہور

☆قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048..

محفل میلاد اور امام ابن ابو دحیہ کلبی رحمۃ اللہ علیہ

انتساب

اُن بیدار بخت خوش نصیبوں کے نام

جنہوں نے

مدینہ طیبہ میں آمدِ رسول ﷺ

کے موقع پر

استقبالیہ جلوس

کا اہتمام کیا اور ایسے اشعار پڑھ کر

اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کیا

طلع البدر علینا

من ثنیة الوداع

وجب الشکر علینا

ما دعا للہ داع

خادم اسلام

محمد خان قادری


الله
بسم الله الرحمن الرحيم

ولادتِ رسول ﷺ پر خوشی منانے کا قرآنی حکم

قُل بفضلِ اللہِ وبِرحمَتِہ فَبِذَالِکَ فَلیَفرَحُوا ھُوَ خیرٌ مِّمّا یَجمَعون

(پ۱۱، یونس، ۵۸)

(اے نبی آگاہ کردیجئے اللہ کے فضل ورحمت پر ہی خوشی منایا کرو کیونکہ یہ ہراس شَے سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حبیب خدا ﷺ کی ولادت اور دنیا میں تشریف آوری کی خوشی میں حسب درجہ ہر مسلمان خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ خود سرور عالم ﷺ پیر کا روزہ رکھ کر اس خوشی کا اظہار کرتے۔ آپ ﷺ سے اس روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اس دن اللہ نے مجھے پیدا فرمایا اور اسی دن نے مجھ پر اپنا کلام اور قرآن نازل کیا۔

جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے وہاں پر لوگ عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے لوگوں نے ان سے روزہ رکھنے کی وجہ پوچھی تو بتایا۔

ھذا الیوم الذی اظھر اللہ فیہ موسیٰ و بنی اسرائیل علی فرعون و نحن نصومہ تعظیماً لہ	یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا ہم اس دن کی تعظیم کرتے اور روزہ رکھتے ہیں۔

اس پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔

نحن اولٰی بموسی منکم ثم امرہ بصومہ (البخاری:۱۔۲۶۸)	ہم یہودیوں کی نسبت موسیٰ کے زیادہ قریب ہیں پھر آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

انتم احق بموسیٰ منهم فصوموه — تم ان یہود سے حضرت موسیٰ کے زیادہ قریبی و تعلق دار ہو پس تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

ایسے دلائل سے اہل علم و فضل نے نعمت کے دن' منانے پر استدلال کیا۔

پھر خوشی کے موقع پر جلوس و جلسہ کرنا' ہجرت کے موقعہ پر صحابہ کا عمل ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے صرف پسند ہی نہیں کیا بلکہ اس میں خود شرکت فرمائی۔ اس میں جھنڈے بھی تھے۔ اس میں یا محمد یارسول اللہ کے نعرے بھی تھے۔ ہر چوک میں استقبالیہ پروگرام بھی ہوئے' ترانے بھی پڑھے گئے۔ چونکہ سرور عالم ﷺ کا وجود مبارک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر خصوصی انعام ہے۔ لہٰذا امت بطور یاد احسان الٰہی آپ ﷺ کے یوم ولادت کے موقعہ پر محافل میلاد کا انعقاد کرتی ہے۔

یہ سلسلۂ خوشی انفرادی و اجتماعی سطح پر کسی نہ کسی صورت میں امت میں چلا آرہا تھا حکومتی سطح پر جس ایک حاکم نے اسے منایا ان کا اسم گرامی ابوسعید مظفرالدین احمد بن علی کوکبری (۶۳۰ ھ) ہے۔ اس پر تمام مورخین اسلام کا اتفاق ہے کہ یہ حاکم نہایت ہی صالح' بہادر' سخی اور عادل ہیں۔

ہمارے ہاں چونکہ ضد اور ہٹ دھرمی' اس قدر پیدا ہو چکی ہے کہ دیانت داری کا فقدان محسوس ہوتا ہے مثلاً اسی حاکم اور اس دور کے عظیم محدث حافظ ابوالخطاب عمر بن دحیہ کلبی (التنویر فی مولدالسراج المنیر کے مصنف) کے بارے میں بعض نے جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت ہی یکطرفہ کاروائی ہے۔ کاش ہم اپنی ضدوں سے بالاتر ہو کر حقائق سامنے لانا اپنا فریضہ بناتے تو آج امت کے لئے پریشانیاں لاحق نہ ہوتیں۔

مثلاً مولانا سرفراز خان صفدر نے ''مجلس میلاد کی تاریخ'' کے عنوان کے تحت لکھا۔

پوری چھ صدیاں گزر چکی تھیں کہ اس بدعت کا کہیں مسلمانوں میں رواج نہ سنا یہ نہ تو کسی صحابی کو سوجھی نہ تابعی کو نہ کسی محدث کو اور نہ فقیہہ کو نہ کسی بزرگ کو اور نہ کسی ولی کو' یہ بات اگر سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک رفیق دنیا پرست مولوی کو۔ یہ بدعت ۶۰۴ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکبری بن اربل (المتوفی' ۶۳۰ھ) کے حکم سے ایجاد ہوئی جو ایک مسرف اور دین سے بے پرواہ بادشاہ تھا۔

(دیکھئے۔ ابن خلکان وغیرہ)

آگے چل کر لکھا۔

رعایا کی سادگی اور مذہبی شوق سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس نے اپنی ملکی سیاست کو محفوظ کیا اور حظ نفس کے لئے راستہ ہموار کیا اور جواز میلاد پر کتاب لکھنے والا وہ دنیا پرست مولوی اس کو مل گیا جس کی گندی اور ناپاک زبان سے سلف صالحین بھی نہ چھوٹے .... اس چالاک بادشاہ اور ہوشیار مولوی کے ساتھ وہ بے چارے پیر اور صوفی بھی مل گئے۔ جو دین کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے ...... پھر جب بادشاہ اور ماہر نفسیات مولوی اور سادہ قسم کے صوفیا اس کام کو دین کا نام بتا کر عوام سے اپیل کریں تو عوام بے چارے اس میں کیوں نہ پھنسیں۔

(راہ سنت' ۱۶۲ تا ۱۶۳)

محترم مبشر لاہوری کہتے ہیں۔

اربل کا یہ حاکم ابوسعید کوکبری' مظفر الدین کوکبوری کے لقب سے معروف تھا ۵۸۶ ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے اربل کا گورنر مقرر کیا مگر یہ بے دین' عیاش اور ظالم و سرکش ثابت ہوا جیسا کہ یاقوت حموی کہتے ہیں.............۔

آگے' بدعت میلاد اور نفس پرست علماء' کے عنوان کے تحت لکھا۔

اس پر طرہ یہ کہ بعض خودغرض مولویوں نے بادشاہ وقت کی ان تمام خرافات کو عین شریعت اور کار ثواب قرار دے دیا۔

چنانچہ عمر بن حسن المعروف ابن دحیہ نامی ایک مولوی نے 'التنویر فی مولدالبشیر النذیر' نامی کتاب لکھی جس میں کتاب و سنت کے نصوص کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور انہیں تاویلات باطلہ کا لبادہ اوڑھا کر عید میلاد کو شرعی امر ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ملاحظہ ہوالبدایہ............

(ماہنامہ محدث لاہور جون ۲۰۰۳)

مولانا سعید الرحمٰن علوی نے لکھا۔

''صدیوں بعد ۶۰۴ میں موصل کے ایک حکمران مظفر الدین کوکبری بن اربل نے یہ دھندہ شروع کیا یہ ذات شریف کون تھی فضول خرچ بادشاہ''

علامہ ذہبی دول الاسلام صفحہ ۱۰۳ جلد ۲ پر لکھتے ہیں۔

''جس دنیا پرست مولوی نے اسے اس کام پر لگایا اس کا نام عمر بن دحیہ ابوالخطاب تھا۔''

(ماہنامہ نصرت العلوم' مئی ۲۰۰۴ء)

بندہ نے جب ان دونوں (حاکم و عالم) شخصیات کے بارے میں مطالعہ کیا تو حد یقین تک محسوس کیا کہ یہ حضرات نہایت ہی مظلوم ہیں۔ جو مخالفین میلاد نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ آیئے ان حقائق کا مطالعہ کرتے ہیں۔

یاد رہے ہمارا مقالہ 'محفل میلاد اور شاہ اربل' مئی ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا اکتوبر ۲۰۰۶ء میں یہی مقالہ محفل میلاد اور امام ابن دحیہ کلبی طبع ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں تاریخ اسلام کے ان نامور مشاہیر کی خدمت کی توفیق دی۔

قارئین! ہم سب کا فرض ہے ان حقائق کو قوم کے سامنے لائیں تاکہ تاریخ اسلام پر جو کیچڑ اچھالا گیا ہے اس کا ازالہ کیا جاسکے اور آیندہ کسی کو ایسی جرأت ہی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ راہ اعتدال پر رہنے کی توفیق دے تاکہ امت کا افتراق و انتشار، اتحاد و یکجہتی سے بدل جائے۔

الفقیر الی اللہ تعالیٰ

محمد خان قادری

جامع رحمانیہ شادمان لاہور

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

بوقت ا بجے دن بروز پیر

۹ ا اکتوبر ۲۰۰۶ء

مقلدین البانی کی توجہ کے لئے

جولوگ شیخ ناصرالدین البانی کی تحقیق ہی مانتے ہیں اور دیگر آئمہ امت کے اقوال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ان کے لئے یہ حوالہ بھی درج کیا جارہا ہے

امام ابن وحیہ کلبی کی کتاب 'اداء ما وجب من بیان وضع الوضاعین فی رجب'، شیخ ناصرالدین البانی اور محمد زہیر الشاویش کی تخریج و تحقیق سے ۱۹۹۸ء میں المکتب الاسلامی نے شائع کی اس کے ٹائیل پر موصوف کا نام ان القاب سے لکھا، الامام المحدث ابوالخطاب عمر بن حسن ابن وحیہ، پھر مقدمہ میں یہ تعارفی جملے نہایت ہی قابل توجہ ہیں

ولد سنة (٥٤٤) وقيل (٥٤٧) من اهل سبة وتولى قضاء دانية كان من حفاظ الحديث بصيرًا به وبلغة العرب واشعارها وايام الحروب، اجتمعت له الاجازات الكثيرة بالرواية عن علماء عصره له محفوظات وافية وادب ظاهر فصيح العبارة، ظاهرى المذهب فى الفقة فحصل من العلوم

امام ۵۴۴ یا ۵۴۷ میں پیدا ہوئے سبتی ہیں دانیہ کے قاضی بنے حفاظ حدیث میں سے ہیں فن حدیث کے ماہر بلغت عرب، اشعار اور اس کی تاریخ کے فاضل ہیں اپنے وقت کے علماء سے انہیں روایت حدیث کے لئے کثیر اجازات حاصل تھیں ان کی تصانیف کامل، موقف واضح اور تحریریں شستہ ہیں ۔فقہ میں ظاہری المذہب ہیں، انھوں نے ایسے علوم حاصل کیے جو دوسروں کے لئے ممکن نہیں اور یہ علم کا

مـالـم يتسيـر لـغيره وكان من اوعية الـعـلـم. ســريـاً نبيلاً من اعيـان الـعلماء..... وكان سنياً مجانباً لاهل البدع	خزانہ اور چشمہ تھے یہ صاحب ثروت وسخاوت بڑے فضلاء میں شامل تھے ،اہل سنت ہیں اور اہل بدعت سے دور رہنے والے تھے

(مقدمہ،۸۔۹)

نام ونسب
تعلیم وتربیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ان کا نام عمر، کنیت ابوالخطاب، ابن دحیہ کلبی کے نام سے معروف ہیں۔ موصوف کے معاصر

۱۔ شیخ محمد بن سعید بن الدبیثی (۵۵۸۔۶۳۷) نے ان کا نام و نسب یوں لکھا ہے۔

عمر بن حسن بن علی بن محمد بن فرح الکلبی بن دحیہ ابوالخطاب، ذوالنسبین دحیہ والحسین یہ اپنے بارے میں لکھا کرتے۔ مجھے نسبتاً دو شرف حاصل ہیں کہ میں صحابی رسول حضرت دحیہ کلبی اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہوں۔

(المختصر المحتاج الیہ من تاریخ ابن الدبیثی، ۲۸۲)

۲۔ موصوف کے شاگرد شیخ حافظ ابوعبداللہ محمد بن محمود ابن نجار بغدادی (۵۷۸۔۶۴۳) نے ان کے نسب کے بارے میں لکھا۔

ورفع النسب الی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ولھذا کان یکتب بخطہ ذوالنسبین	یہ اپنا نسب والدہ کے حوالہ سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک بیان کیا کرتے اسی لئے

ابن دحية والحسين — اپنے کو ذوالنسبین ابن دحیہ و
(المستفاد من ذیل تاریخ — الحسین لکھا کرتے۔
بغداد۔۲۰۵)

۳۔ یعنی والد کی طرف سے ان کا نسب صحابی رسول حضرت دحیہ کلبی اور والدہ کی طرف سے نواسۂ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ شیخ ابوعبداللہ الابار (۵۹۵۔۶۵۸) لکھتے ہیں۔

کان یذکر انه من ولد دحية رضی الله عنه وانه سبط ابی البسام الحسینی — بیان کیا کرتے کہ وہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور حضرت ابوالبسام حسینی کے نواسہ ہیں۔
(سیر اعلام۔۱۶،۳۱۱)

ولادت

سبتہ میں ۵۴۴ یا ۵۴۸ ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔امام شمس الدین محمد عثمان ذہبی (ت۔۷۴۸) نے شیخ تقی الدین عبید سے ان کا سن ولادت ۵۴۶ بھی لکھا ہے لیکن اس کے بعد کہتے ہیں ۵۴۴ اور ۵۴۸ کا بھی قول ہے۔ (سیر اعلام۔۱۶،۳۱۴)

تعلیم وتربیت

وہاں ہی کے اہل علم سے تعلیم وتربیت پائی۔ چونکہ مغرب اور اندلس میں مذہب اہل ظواہر زیادہ مقبول و عام تھا لہٰذا اسی مذہب کو اختیار کیا۔

اندلس میں اساتذہ

پھر سمندر عبور کر کے اندلس آئے اور وہاں ان نامور محدثین و علماء سے مزید تعلیم حاصل کی۔امام ابوالقاسم بن بشکوال۔ امام ابوبکر بن الجد۔ امام ابوعبداللہ بن زرقون۔ امام ابوالقاسم بن جیش۔ امام ابوبکر بن خیر رحمھم اللہ تعالیٰ۔ اس طبقہ محدثین سے انہیں کثیر سماع حاصل ہے۔

منصب قضا

اندلس میں انہیں خوب علمی شہرت اور پذیرائی ملی۔ وہاں شہر دانیہ کے دو دفعہ منصب قضا پر فائز ہوئے۔

وہاں سے پھر مغرب چلے گئے۔فاس اور مراکش جیسے علمی شہروں میں رہے۔

امام ابن صلاح

متعدد محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ یہاں اتنا ذکر ہی کافی ہے کہ امت کے عظیم محدث امام ابن صلاح نے مؤطا ان سے پڑھا۔ امام ذہبی کے استاذ حافظ علم الدین قاسم بن محمد برزالی (ت۔۷۳۹) امام ابن صلاح سے نقل کرتے ہیں۔

سمعت المؤطا علی الحافظ بن دحیة	میں نے مؤطا حافظ ابن دحیہ سے پڑھا۔

(سیر اعلام۔ ۱۶، ۲۱۳)

سفر مشرق

اس کے بعد انہوں نے مشرق کا سفر کیا راستہ میں تلمسان کے شہر جایہ میں ٹھہرے۔ علمی شہرت و مقام کی وجہ سے وہاں کے بادشاہ ابوعبداللہ بن یرمور نے ان کا خوب احترام کیا۔ شیخ ابوالعباس احمد الغبرینی (۶۴۴۔۷۱۴) لکھتے ہیں۔

دخل بجاية وا ستوطنها مدة ابی عبدالله ابن یرموز وروی بهاوا سمع وكان معتنى به فيها

یہ جایہ آئے اور ابوعبداللہ بن یرموز کے دور میں وہاں ٹھہرے، وہاں حدیث پڑھتے پڑھاتے رہے اور ان کا وہاں خوب احترام ہوا۔

(عنوان الدرایہ:۲۷۰)

بلکہ ڈاکٹر ابراہیم بن الصدیق غماری نے یہ اضافہ بھی نقل کیا۔

ورتبه استاذا لابنه (حقیقۃ المحضر۔۱۵۵)

اس حاکم نے انہیں اپنے بیٹے کا استاذ مقرر کیا۔

تیونس میں آمد

۵۹۵ھ میں تیونس تشریف لائے۔ وہاں استاذ علماء مغرب و اندلس کے حوالہ سے حدیث پڑھاتے رہے۔ امام ذہبی رقم طراز ہیں۔

وحدث بتيونس فی سنة ثم حج و كتب بالمشرق (سیر اعلام۔۱۶،۳۱۲)

۵۹۵ ہجری میں تیونس میں حدیث پڑھائی پھر حج کیا او رمشرق کی طرف گئے۔

اس کے بعد مصر، شام اور عراق گئے۔ حج کی سعادت حاصل کی، اصبہان، نیشاپور اور کثیر شہروں میں گئے۔

شاہ اربل سے ملاقات

۶۰۴ھ میں خراسان جاتے ہوئے شہر اربل میں تشریف لائے۔ وہاں کے حاکم مظفر الدین کوکبری (ت۔۶۳۰ھ) سے ملاقات ہوئی۔

یہ بادشاہ نہایت ہی سخی، صالح، علم دوست، کفایت شعار، سادہ اور رحم دل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ کفار کے خلاف جہاد کرنے والوں کی سرپرستی کرتا، اس کے دیگر امور خیر میں سے ایک عظیم محفل میلاد کا انعقاد بھی ہے۔ جس میں وقت کے تمام محدثین، علماء اور صوفیہ شریک ہوا کرتے۔ حافظ ابن دحیہ کلبی نے جب ان کا یہ عمل خیر دیکھا تو خوش ہوئے اور محسوس کیا مجھے اپنا دینی فریضہ نبھاتے ہوئے اس موضوع پر کچھ لکھنا چاہئے تو وہاں کتاب 'التنویر فی مولد السراج المنیر' لکھی۔ موصوف کے معاصر شیخ شمس الدین بن خلکان (ت۔۶۵۴ھ) لکھتے ہیں۔

قدم مدينة اربل فى سنة اربع و ستمائة وهو متوجه الى خراسان فرأى صاحبها الملك المعظم مظفر الدين بن زين الدين رحمه الله تعالى مولعا بعمل مولد النبى صلى

وہاں کے حاکم مظفر الدین بن زین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو محافل میلاد النبی ﷺ کا اہتمام کرنے والا پایا تو اس موضوع پر کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر تحریر کی اور اسے خود سنایا۔

الـلـه عـلـيـه وسـلـم عـظـيـم	ہم نے جمادی الاخر ۶۲۵ میں ملک
الاحتـفـال بـه فـعـمل له كتابا	معظم کی منعقدہ چھ مجالس میں
سـمـاه كتاب التنوير فی مولد	بادشاہ کے ہاں ہی اس کتاب کے
السراج الـمـنـير وقرأه عليه	سننے کا شرف پایا۔
بـنـفسه وسمعناه على الملك	
الـمـعـظم فی ست مجالس فی	
جـمـادی الاخـرة سنة خـمـس	
وعشرين و ستمائة	

(وفیات الاعیان۔۳، ۳۹۴)

شیخ مبارک بن احمد موصلی ابن شعار (۶۵۴) لکھتے ہیں۔ امام ابن دحیہ شہر اربل آئے۔

واتـصـل سـلـطـانـهـا الملك	اور ان کا وہاں کے حکمران مظفر
المعظم مظفر الدين ابی سعيد	الدین ابوسعید کوکبری بن علی بن
كـوكـبـری بـن عـلـی بن	بکتکبین سے رابطہ ہوا۔ حاکم ان
بـكـتـكـبـيـن فبالغ فی اكرامه	کا خوب احترام بجا لایا اور انہیں
وانـعـم عـلـيـه انعاماً عظيماً	خوب نعمتوں سے نوازا۔ جب
وصـنـف لـه كتاباًسماه كتاب	انہوں نے سلطان کو محافل میلاد
الـتـنـوير فی مولـد السراج	النبی ﷺ کا شیدائی، اس میں محبت
الـمـنـير ويتضمن ذكر ولاوة	اور اس کا خوب شغف دیکھا تو
الـنـبـی صـلـی الله عليه وسلم	انہوں نے اس کے لئے وہاں

حین راہ مغریٰ بمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشدۃ شغفہ بذلک واصغائہ الیہ وھذا کتاب التنویر کنت احد من سمعہ علی الملک مظفر الدین فی جمادی الاخرۃ سنۃ خمس وعشرین وست ماۃ برباط الصوفیۃ بحق روایتہ عن مصنفہ الامام ابی الخطاب

(عقود الجمان۔ ۳۱۰؍۵)

یہ کتاب لکھی۔ التنویر فی مولد السراج المنیر۔ جو سرور عالم ﷺ کے ذکر ولادت پر مشتمل تھی۔ بندہ نے کتاب التنویر رباط صوفیہ میں جمادی الاخر سن ۶۲۵ میں سلطان مظفر الدین کے پاس سامعین کے ساتھ سنی جو مصنف کتاب امام ابوالخطاب کی روایت ہی سے تھی۔

نوٹ

یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ شاہ اربل ان کی ملاقات سے پہلے ہی محفل میلاد سجایا کرتے یہ نہیں کہ ان کی کتاب وفتویٰ کے بعد انہوں نے یہ عمل شروع کیا جیسا کہ مذکورہ بالا عبارات میں تصریح ہے۔

تفصیل کے لئے بندہ کی کتاب ''محافل میلاد اور شاہ اربل'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

سابقہ دونوں عبارات کے ان الفاظ پر دوبارہ نظر ڈال لیجئے۔

۱۔ فرأی صاحب اربل مولعاً انہوں نے شاہ اربل کو محافل میلاد

بعمل مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم عظیم الاحتفال فعمل لہ کتاباً
پاک کو بڑے اہتمام سے کرتے دیکھا تو کتاب لکھی۔

۲۔ فصنف لہ کتاب حین راہ مغری بمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشدہ شغفہ بذلک
جب بادشاہ کو میلاد کا شیدائی اور اس میں اس کا شدید شغف دیکھا تو کتاب لکھی۔

(سیر اعلام۔ ۱۶، ۲۱۳)

بادشاہ کا انعام

شاہ اربل نے علم دوستی کا اظہار کرتے ہوئے علمی خدمت پر حافظ ابن دحیہ کو انعام دیا۔

شیخ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

ولما عمل ھذا الکتاب دفع لہ الملک المعظم المذکور الف دینار
جب انہوں نے کتاب لکھی تو ملک معظم نے انہیں ہزار دینار پیش کیا۔

(وفیات الاعیان۔ ۳، ۴۴۹)

کتاب کی مقبولیت و مقام

اہل علم ہمیشہ سے اس کتاب کی تعریف کرتے آئے ہیں۔

عظیم مفسر قرآن حافظ عماد الدین ابن کثیر (ت۔۷۷۴) اس کتاب کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

وقد وقفت على هذا الكتاب وكتبت عنه اشياء حسنة مفيدة

بندہ نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے نہایت ہی خوبصورت و مفید باتیں نوٹ کی ہیں۔

(البدایہ۔ ۱۳'۱۵۵)

مصر میں سکونت

انہوں نے عمر کا آخری حصہ مصر میں بسر کیا۔ یہ ان کی علمی شہرت کے عروج کا دور ہے۔

ملک سلطان کامل کی تعلیم و تربیت

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بھائی سلطان عادل بن ایوب نے اپنے بیٹے سلطان کامل کی تعلیم و تربیت کے لئے ان کی خدمات حاصل کیں۔ بعد میں یہی حکمران بنے۔ انہوں نے ہی دمیاط میں صلیبیوں کو شکست دی۔

امام شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں۔

وعاد الى مصر فاستادبه الملك العادل لابنه الكامل ولى عهد

یہ مصر آئے تو سلطان عادل نے اپنے ولی عہد بیٹے کو ان سے تعلیم دلوائی۔

(سیر اعلام۔ ۱۶'۳۱۲)

الکاملیہ دارالحدیث کا قیام

اسی سلطان کامل نے مصر میں الکاملیہ دارالحدیث قائم کیا جس کے پہلے سربراہ شیخ الحدیث یہی عالم بنے۔

حافظ ابن کثیر (ت۔۷۷۴) اس حقیقت کو یوں اشکار کرتے ہیں۔

الحافظ شیخ الدیار المصریة فی الحدیث وھو اول من باشر مشیخة دار الحدیث الکاملیة بھا	یہ حافظ حدیث' دیارِ مصر میں حدیث کے استاذ اور دارالحدیث کاملیہ کے پہلے شیخ الحدیث ہیں۔

(البدایہ۔۱۳'۱۵۵)

محدثین وقت کا متفقہ فیصلہ

انہیں جو دارالحدیث کا سربراہ بنایا گیا یہ فقط تنہا سلطان کا فیصلہ نہ تھا بلکہ اس دور کے تمام محدثین اور اہلِ علم کا متفقہ فیصلہ تھا۔ شیخ ابوالعباس احمد بن عبداللہ الغبرینی (۷۱۴) اس حقیقت و فیصلہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ حافظ ابوالخطاب کا مقام علمی یہ ہے۔

فرعوا شانه و قربوا مکانه وجمعوا له علماء الحدیث و حضروا له مجلسا اقروا فیه بالتقدم واعترفوا له انه من اولی الحفظ والاتقان والتفهم	ان کی شان مشہور اور ان کا مقام اونچا' محدثین نے جمع ہو کر مجلس کا انعقاد کیا جس میں ان کی علمی فوقیت کا اقرار اور یہ اعتراف کیا کہ اس وقت یہ سب سے زیادہ

وسمعت انهم ذكروا الاحاديث باسانيد حولوا متونها وانه عاد المتون وعرف عن تغييرها ثم ذكر الاحاديث على ماهى عليه من متونها الاصلية

(عنوان الدرایہ۔۲۷۲)

صاحب حفظ و ضبط اور صاحب فہم ہیں اور میں نے یہ بھی سنا ہے بطور آزمائش محدثین نے کچھ احادیث کے متون لے کر دیگر اسناد کے ساتھ بیان کیا تو وہ اس تبدیلی سے آگاہ ہو گئے تو انہوں نے ان احادیث کو متون اصلیہ کے ساتھ بیان کر دیا۔

اس عبارت میں ان کا صاحب ضبط و حفظ اور اتقان ہونا نہایت ہی قابل توجہ ہے۔

شیخ مؤید عماد الدین ابوالفدا (ت۔۷۳۲) اس سلطان کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

وكان الملك الكامل ملكا جليلاً مهيباً حازما حسن التدبير امنت الطريق فى ايامه ...... فعمرت فى ايامه ديار مصر اتم العمارة وكان محبا للعلماء ومجالستهم وكانت عنده مسائل غريبة فى الفقه والنحو يمتحن بها الفضلاء

سلطان کامل جلیل القدر' بارعب' سنجیدہ فکر اور اعلیٰ تدبیر کے مالک تھے ان کے دور میں مثالی امن تھا۔ دیار مصر نے ان کے دور میں خوب ترقی کی۔ یہ اہل علم اور ان کی مجالس سے محبت کرتے ان کے ہاں کچھ ایسے عجیب فقہی ونحوی مسائل تھے آنے والے علماء سے

واذا حضروا فی خدمته و کان	بطور آزمائش پوچھتے' احادیث نبویہ
کثیرا السماع للاحادیث	انہوں نے خوب و کثیر حاصل کی
النبویة تقدم عنده بسببها	تھیں۔ اسی وجہ سے ان کے ہاں
الشیخ عمر بن دحیة وبنی له	شیخ عمر بن دحیہ کا مقام سب سے
دارالحدیث بین القصرین فی	فوق تھا۔ ان کے لئے مغربی
الجانب الغربی و کانت سوق	جانب قصرین کے درمیان
الاداب والعلوم عنده نافقة	دارالحدیث قائم کیا۔ ان کے ہاں
رحمه الله تعالٰی	آداب و علوم کی رونق لگی رہتی
(المختصر فی اخبار البشر۔۲' ۲۶۳)	تھیں۔

اس عبارت میں شیخ موصوف کا علم حدیث میں مقام اشکار ہو رہا ہے۔

سلطان کامل اور احترام

شیخ ابن النجار (ت۔۶۴۳) لکھتے ہیں کہ سلطان کامل احتراماً مصنف کے جوتے سیدھے کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے۔

وصادف قبولاً من السلطان	سلطان کامل محمد بن سلطان عادل
الکامل محمد بن الملك	ابوبکر بن ایوب کے ہاں کی
العادل ابوبکر بن ایوب اقبل	مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ وہ ان کا
علیه اقبالاً عظیماً و کان یعظمه	بہت ہی احترام وعزت کرتے' ان
ویحترمه و یعتقد فیه و یتبرك به	کے عقیدت مند اور ان سے
وسمعت من یذکر انه یسوی	برکات حاصل کرتے۔ میں نے یہ

له المداس حين يقوم وبنى له دارالحديث كان يحدث بها

بھی سنا کہ جب قیام فرماتے تو سلطان جوتے سیدھے کرتے' ان کے لئے دارالحدیث بنایا جہاں وہ حدیث پڑھاتے۔

نوٹ

کسی درباری مولوی کو یہ مقام ملتا ہے؟

سماع کتب

شیخ ابن نجار نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ میری موجودگی میں کسی دفعہ سلطان کامل نے حافظ موصوف سے ان کی کتب کا درس لیا۔

وكان ابن دحيه يحضر فى كل جمعة ويصلى عند السلطان ويقرأ عليه شيأ من مجموعاته فى مجلس السلطان وكنت حاضرا (ذیل تاریخ بغداد۔۲۰،۱۴۱)

امام ابن دحیہ ہر جمعہ کو وہاں تشریف لاتے نماز ادا کرتے اور اپنی کتب و مجموعات میں سے مجلس سلطان میں کچھ بیان بھی کرتے اور میں وہاں حاضر تھا۔

مقام وشان علمی
امام وحافظ حدیث

تمام اہل علم نے انہیں اپنے دور کے عظیم حافظ حدیث اور ماہر فنون قرار دیا ہے۔

امام و حافظ حدیث

یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ حافظ حدیث ان کے نام کا حصہ ہے۔ یعنی یہاں بھی ان کا نام آیا تو حافظ ابوالخطاب ہی لکھا۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام نووی (۶۷۶) شرح مسلم میں روایت کے الفاظ وراء وراء کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقد جری فی هذا کلام بین الحافظ ابی الخطاب بن دحیة والامام الادیب ابی الایمن الکندی فروا هما ابن دحیة بالفتح وادعی انه الصواب	اس میں حافظ ابوالخطاب بن دحیہ اور امام ادیب ابوالیمن کندی کے درمیان نزاع ہوا تو ابن دحیہ نے ان دونوں پر زیر پڑھی اور اس کے درست ہونے کا دعویٰ کیا۔

(المنهاج۔ ۳۔ ۱۴۷)

۲۔ امام جلال الدین سیوطی (ت۔ ۹۱۱) انہیں کا حوالہ ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

قال الحافظ ابن دحية اختص النبی صلی الله علیه وسلم بانه کان له قتل من غیر بینة لایحوز ذلك لغیره | حافظ ابن دحیہ نے فرمایا حضور ﷺ کا خاصہ ہے کہ آپ بغیر گواہی قتل کا حکم دے سکتے ہیں اور یہ کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں۔

(طرح السقط۔۴۷)(شعلہ نار۔۹۵)

۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن محمود بغدادی ابن نجار (۶۴۳) انہیں حافظ حدیث قرار دیتے ہوئے لکھتے۔

وکان حافظاً ماہراً فی علم الحدیث | یہ حدیث کے حافظ اور ماہر ہیں۔

(ذیل تاریخ بغداد لابن نجار۔۲۰‘۴۱)

۴۔ شیخ مبارک بن احمد بن شعار (۶۵۴) اس حقیقت کو یوں اشکار کرتے ہیں۔

محدث حافظ امام فاضل عارف بالقرآن واللغة وتفسیر القرآن الکریم | محدث‘ حافظ حدیث‘ امام‘ فاضل‘ قرآن‘ لغت اور تفسیر قرآن کے ماہر۔

۵۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ القضاعی ابن الابار (۶۵۸) موصوف کی شان علمی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

کان بصیراً بالحدیث معتینا بتقییده مکباً علی سماعه | حدیث کے ماہر اور ان میں قیودات سے واقف اور حصول حدیث پر متوجہ۔

(التکملة لکتاب الصلة۔۳‘۱۶۴)

۶۔ امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸) فرماتے۔

الامام العلامه الحافظ الکبیر	امام۔علامہ۔حافظ کبیر

(تذکرۃ الحفاظ ۔۴،۱۴۲۰)

۷۔ شیخ حافظ مؤرخ منصور بن سلیم سکندرانی (۶۷۳) کے الفاظ ہیں۔

کان اماماً فی الحدیث واللغة سمع بالمغرب ومصر والعراق والخراسان	حدیث ولغت کے امام، مغرب، مصر، عراق اور خراسان میں علم حدیث حاصل کیا۔

(الذیل علی تکملۃ الاکمال۔۸۸۹)

۸۔ شیخ ابوالعباس احمد بن عبداللہ الغبرینی (۷۱۴) ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الشیخ الفقیه الحافظ المتقن النحوی اللغوی التاریخی ابوالخطاب عمر بن الحسن بن علی بن دحیة الکلبی من کبار المحدثین ومن الحفاظ الثقات الاثبات المحصلین	استاذ، مجتہد، حافظ، کامل الضبط، نحو و لغت اور تاریخ کے ماہر، ابوالخطاب عمر بن حسن بن علی بن دحیہ کلبی، یہ کبار محدثین اور ثقہ حفاظ اور مستند اساتذہ میں سے ہیں۔

(عنوان الدرایہ۔۲۷)

۹۔ امام شمس الدین ذہبی نے سیر میں یہ القابات دیے ہیں۔

الشیخ العلامه المحدث	استاذ، علامہ، محدث، حدیث کے

الرحال المتقن مجد الدين ابو الخطاب	لئے کثیر سفر کرنے والے' کامل الضبط' مجد الدین ابوالخطاب

(سیر اعلام۔ ۱۶'۳۱۱)

۱۰۔ میزان میں کہتے ہیں۔

وكان بصيرا بالحديث لغته ورجاله ومعانيه	حدیث کی لغت' اس کے راویوں اور اس کے معانی سے کامل آگاہ ہوگا۔

(میزان الاعتدال۔ ۳'۱۸۶)

۱۱۔ المغنی میں رقم طراز ہیں۔

امام لكن اتهم بالمجاز فة فى نقله	امام ہیں لیکن نقل میں غیر محتاطی کا ان پر اتہام ہے۔

(المغنی فی الضعفاء۔ ۲'۴۴۳۴)

۱۲۔ العبر میں ان کا تعارف یوں کرواتے ہیں۔

الحافظ اللغوى روى عن ابى عبدالله بن زرقون وابن الجد وابن بشكوال وطبقتهم عنىٰ بالحديث اتم عناية	حافظ حدیث' لغت کے ماہر' امام ابوعبداللہ بن زرقون' امام ابن الجد اور امام ابن بشکوال اور اس طبقہ کے دیگر محدثین سے حدیث لینے والے اور حصول حدیث میں نہایت ہی اہتمام کرنے والے ہیں۔

(العبر فی خبر من غبر۔ ۲'۲۳۰)

۱۳۔ قاضی شمس الدین ابن خلکان (۶۸۱) ان کی عظمت و مقام میں یوں رقم طراز ہیں۔

كان ابوالخطاب المذكور من اعيان العلماء و مشاهير الفضلاء متقناً علم الحديث النبوی وما تعلق به عارفاً بالنحو واللغة وايام العرب واشعارها واشتغل لطلب الحديث فی اكثر بلاد الاندلس الاسلامية ولقی بها علماء ها ومشائخها ثم رحل منها الی برالعد ودخل مراكش واجتمع بفضلائها كل ذلك فی طلب الحديث والاجتماع بائمته والاخذعنهم وهو فی تلك الحال يؤخذ عنه ويستفاد عنه
(وفیات الاعیان۔۳‘۳۹۴)

شیخ ابوالخطاب علماء کبار اور فضلاء مشاہیر میں سے ہیں حدیث نبوی اور اس سے متعلقہ علوم کے کامل ماہر نحو‘ لغت‘ حالات عرب اور ان کے اشعار کے عارف ہیں۔ اکثر بلاد اندلسیہ اسلامیہ میں حصول حدیث میں مشغول رہے وہاں کے علماء و مشائخ سے ملے‘ وہاں سے عدو کا سفر کیا مراکش آئے اور وہاں کے اہل فضل سے ملے...... یہ تمام اسفار طلب حدیث اور آئمہ حدیث سے ملاقات اور ان سے استفادہ کے لئے تھے اب وہ اس مقام پر ہیں کہ ان سے حدیث حاصل کرتے ہوئے خوب استفادہ کیا جائے۔

۱۴۔ حافظ مغرب شیخ احمد بن محمد المقری تلمسانی (۱۰۴۱) ان کا علمی پایہ یوں لکھتے ہیں۔

حدث وافاد و كان من اعيان العلماء و مشاهير الفضلا

حدیث پڑھائی اور خوب خدمت کی یہ کبار علماء اور مشہور فضلاء میں

متقنا لعلم الحديث و ما يتعلق به عارفاً بالنحو واللغة وايام اشعارها
(نفح الطیب ـ ۲؍۳۰۶)

سے ہیں حدیث نبوی اور اس سے متعلق علوم کے بڑے ماہر، نحو، لغت اور حالات و اشعار عرب کے عارف تھے۔

۱۵۔ شیخ ابوجعفر بن الزبیر کے الفاظ میں۔

وكان معتيناً بالعلم مشاركاً في فنون منه مجتهدا معتينا بالاخذ عن الشيوع ذاكرا للتاريخ والاسانيد ورجال الحديث والجرح والتعديل
(صلۃ الصلۃ)

یہ علم کا بڑا اہتمام کرنے والے، متعدد فنون کے جامع، مجتہد، شیوخ سے حدیث اہتمام سے حاصل کرنے والے، تاریخ، اسانید راویاں حدیث اور جرح وتعدیل کے حافظ تھے۔

اعتراضات کی حقیقت
اور
ان کا تجزیہ

اب ہم ان کی شخصیت پر وارد کردہ اعتراضات کا جائزہ لیں گے کہ کہاں تک ان میں صداقت ہے۔

۱۔ اعتراض اوّل

صحابی رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد نہ تھی

یہ عالم خودکو صحابی رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کہتے ہیں حالانکہ ان کی اولاد ہی نہ تھی۔

امام شمس الدین محمد عثمان ذہبی (۷۴۸) ان کا نسب لکھنے کے بعد لکھتے ہیں۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے ثبوت نسب باطل ہے۔

ان دحية لم يعقب — کیونکہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد ہی نہیں۔

(میزان الاعتدال۔۳،۱۸۶)

شیخ ابن نجار، شیخ ابراہیم سنھوری کے حوالہ سے کہتے ہیں۔

وليس نسبه بصحيح ودحية لم يعقب — ان کا نسب صحیح نہیں اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد نہیں۔

(ذیل تاریخ)

انہوں نے شیخ ابوالمحاسن محمد بن عنین (٦٣٠) سے ایسے اشعار نقل کیے جن میں یہی ہے کہ ابن دحیہ کا اپنے کو صحابی رسول کی اولاد کہنا درست نہیں کیونکہ ان کی اولاد ہی نہیں۔ (ایضاً)

شیخ یوسف سبط بن جوزی (٦٥٤) نے اپنے شیخ تاج الدین کندی نحوی کے حوالہ سے لکھا۔ شیخ ابن دحیہ اپنے کو اولاد صحابی میں شامل کرتے ہیں حالانکہ۔

ودحية باجماع المحدثين ماعقب

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے بے اولاد ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔

(مرأة الزمان۔ ٦٩٨/٨)

جواب۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد تھی

۱۔ اہل علم کی تحقیق کے مطابق حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا ہی غلط ہے کہ ان کی اولاد نہ تھی بلکہ ان کی اولاد تھی۔

امام ابن جریر طبری حوادثات سن ۱۲٦ ھ کے تحت لکھتے ہیں۔

فيها ندب يزيد بن الوليد لولاية العراق عبدالزير بن هارون بن عبدالله بن دحية بن خليفة الكلبى فابى

(تاریخ طبری۔ ٢٥٦/٤)

یزید بن ولید نے عراق کی ولایت کیلئے عبدالعزیز بن ہارون بن عبداللہ بن دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو کہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

۲۔ ان پر جب یہ اعتراض اٹھایا گیا تو انہوں نے اس کے ردوجواب میں مستقل کتاب لکھی جس کا نام ''المرھف الھندی فی الرد علی التاج الکندی '' ہے۔ شیخ ابن عسکر اور مراکشی نے اس کا یہی نام لکھا مگر شیخ ہندی نے الوافی (۱۵۔۵۳) میں اور شیخ اسماعیل پاشا بغدادی نے ہدیۃ العارفین (۵۔۷۸۶) میں اس کا نام ''الصارم الھندی فی الرد علی الکندی'' تحریر کیا ہے۔ شیخ محمد بن عبدالملک مراکشی (۶۳۴۔۷۰۳) نے اس معاملہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا۔

لقد قال فی ابن دحیة تاج الدین رئیس النحاة ابو الیمن زید بن الحسن الکندی انه کاذب فیما ادعاه من ذلك وذکر ان دحیة رضی الله عنه لم یعقب فرد علیه ابن دحیة هذا بکتاب سماه المرهف الهندی فی الرد علی التاج الکندی واثبت فیه ان دحیة رضی الله عنه قدا عقب وانه من ذریته

شیخ ابن دحیہ کے بارے میں امام النحاۃ ابو الیمن زید بن حسن الکندی نے کہا یہ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں کیونکہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہی نہیں تو ان کے رد میں شیخ ابن دحیہ نے یہ کتاب لکھی المرھف الھندی فی الرد علی التاج الکندی، جس میں ثابت کیا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہے اور میں اُن کی اولاد میں سے ہوں۔

(الذیل والتکملۃ ۔ ۸۔۲۱۵)

۳۔ اس تحقیق کی بناء پر اہل علم نے اس طعن کا ہمیشہ سے رد کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲) امام ابن جریر طبری کی عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں۔

هذا يدل على غلط من زعم ان دحية لم يعقب (لسان المیزان۔۴، ۲۹۵) اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد نہ تھی۔

ڈاکٹر محمد بن شریفہ نے الذیل کی مذکورہ عبارت پر اس طعن کے بارے میں لکھا۔

وهو طعن لا يبرأ من الهوىٰ (التعلیق علی الذیل۔۸، ۲۱۵) یہ ایسا اعتراض ہے جو خواہش نفس سے بالا نہیں۔

۴۔ اندلس کے دو مؤرخ ایسے ہیں جنہوں نے بلاد اندلس، وہاں کے اہل علم، رجال اور نساب پہ خوب تحقیق کی ہے۔وہ شیخ ابن الابار اور شیخ ابن زبیر ہیں۔ انہوں نے ابن دحیہ کے نسب پر یہ اعتراض تو کجا بلکہ اسے تسلیم کیا ہے۔

شیخ حافظ ابوعبداللہ محمد ابن الابار اندلسی (ت۔۶۵۸) نے لکھا۔ شیخ ابن دحیہ کلبی۔

وكان يذكر عنه انه من ولد دحية بن خليفة الكلبى وسبط ابن البسام العلوى کے بارے میں یہی منقول ہے کہ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ابن بسام علوی

الفاطمی نزیل میورقة	فاطمی مقیم میورقہ کے نواسہ ہیں۔

(العکملۃ۔۳،۱۶۴)

اس طرح شیخ ابوجعفر بن ابراہیم بن الزبیر (ت۔۷۰۸) کہتے ہیں ان کا تعارف یہ ہے۔

عمر بن حسن بن علی بن محمد بن فرح بن خلف من ولد دحیة بن خلیفة الکلبی رضی الله عنه من اهل السبة	عمر بن حسن بن علی بن محمد بن فرح بن خلف یہ اہل سبتہ سے اور حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

(الصلۃ۔۴،۶۵)

۵۔ یاد رہے ان کے نسب پر یہ اعتراض کسی مغربی اور مشرقی نے نہیں اٹھایا۔ یہ محضر سنھوری کے بعد ہی سامنے آیا یعنی اس اعتراض کا کوئی اور ماخذ ہی نہیں اور پیچھے تفصیل سے آچکا کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد تھی۔

۲۔اعتراض ثانی۔آفت ذہنی

انہیں ذہنی مرض تھا جب وہ عارض ہوتا تو یہ سب کچھ بھول جاتے اس موقع پر معلومات محفوظ نہ رہتی یہ نہ جانتے کیا کہا اور کیا کہنا ہے؟

جواب

انہیں بلاشبہ کبھی یہ تکلیف عارض ہو جاتی تھی مگر تمام اہل علم نے یہ تصریح کی ہے کہ جب یہ عارضہ ختم ہوتا تو ان کی یادداشت مکمل طور پر

لوٹ آیا کرتی یہی وجہ ہے انہیں تمام اہل علم نے ثقہ' صاحب حفظ و ضبط لکھا ہے۔

پیچھے تفصیلاً حوالہ جات آئے ہیں تمام لوگ انہیں حافظ حدیث ہی مانتے ہیں کچھ تصریحات یہاں بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ شیخ ابوالعباس احمد بن عبداللہ الغبرینی (ت۔۷۱۴) ان کا تعارف کرواتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

الشيخ الغقيه الحافظ المتقن النحوى اللغوى التاريخى ابو الخطاب عمر بن حسن بن على بن دحية الكلبى من كبار المحدثين ومن الحافظ الثقات الاثبات المحصلين

استاذ' مجتہد' حافظ حدیث' کامل الضبط' نحو' لغت اور تاریخ کے ماہر' ابوالخطاب عمر بن حسن بن علی بن دحیہ کلبی' کبار محدثین' ثقہ حفاظ اور مستند شیوخ میں سے ہیں۔

(عنوان الدرایہ:۲۷۲)

انہوں نے ہی کاملیہ دارالحدیث کے سربراہ بنانے کے بارے میں لکھا۔اس دور کے محدثین جمع ہوئے۔

واقروا فيه بالتقدم واعترفوا له انه من اولى الحفظ و الاتقان والتفهم

تمام اہل علم نے ان کی فوقیت کا اقرار کیا اور اعتراف کیا کہ یہ سب سے زیادہ صاحب حفظ واتقان اور معاملہ فہم ہیں۔

(عنوان الدرایہ'۲۷۲)

۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن محمود ابن نجار بغدادی (ت۔٦٤٣) کے

الفاظ ہیں۔

وكان حافظاً ماهراً في علم الحديث

یہ حدیث کے حافظ اور اس کے ماہر ہیں۔

(ذیل تاریخ بغداد۔ ۲۰،۴۱)

۳۔ شیخ ابوجعفر بن زبیر (ت۔ ۷۰۸) ان کے علم وفضل اور حدیث و رجال حدیث کی معرفت و مہارت میں ان کا کمال لکھنے کے بعد کہتے ہیں۔

عرفني بحاله وحال اخيه ابي عمرو عثمان الشيخان ابوالحسن الغافقي وابوالخطاب ابن خليل وكانا قد صحباها طويلاً وخبراهما جملة وتفصيلاً الاانهماذكر اهما بانحراف في الخلق وتقلب لم يشنهما غيره ووصفاها بالثقة والعدالة والسداد والاعتاعتناء التام

(صلة الصلة۔ ۷۳)

مجھے ان کے اور ان کے بھائی شیخ ابوعمر و عثمان کے بارے میں دو اساتذہ شیخ ابوالحسن غافقی اور شیخ ابوالخطاب بن خلیل جو ان کے پاس طول عرصہ تک پڑھتے رہے نے ہمیں تمام تفصیل بتائی ہاں ان کی طبعی سختی و اعراض کے علاوہ کوئی عیب بیان نہیں کیا انہوں نے ان دونوں بھائیوں کو نہایت ہی ثقہ، عادل، صواب رائے اور علم کا نہایت اہتمام کرنے والا بتایا۔

یعنی ان کی طبیعت میں کچھ سختی اور تبدیلی آئی مگر ثقاہت و حفظ میں کوئی کمی نہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی (ت۔۸۵۲) انہی دو بزرگوں سے ان کے حفظ وضبط کے بارے میں نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

شیخ ابن الابار، شیخ ابن دحیہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

کان بصیرا بالحدیث معتنیاً بتقییده مکباً علیه معروفاً بالضبط	یہ حدیث میں ماہر، ان کی قیودات سے آگاہ (یعنی حدیث میں وسیع المطالعہ) اور ضبط میں مشہور ہیں۔

اور شیخ ابن الزبیر نے لکھا۔

کان معتنیاً بالعلم مشارکاً فی فنونه ذاکراً للتاریخ والاسانید والرجال والجرح والتعدیل سنیاً مجانبا لاهل البدع سریاً نبیلاً	یہ علم کا اہتمام کرنے والے، متعدد فنون کے جامع، تاریخ، اسانید رجال حدیث اور فن جرح و تعدیل کے حافظ کٹر اہل سنت، اہل بدعت سے بھاگنے والے، صاحب حکمت اور بڑے عالم تھے۔
(لسان المنیر ان۔۴، ۲۹۷)	

شیخ ابوعمرو عثمان اور عارضہ

محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان میں خاندانی عارضہ ہے کیونکہ ان کے بھائی شیخ حافظ ابوعمرو عثمان کو بھی یہی تکلیف و عارضہ تھا مگر ان کے بارے میں سبھی نے یہی لکھا ہے کہ ان کا حافظ و ضبط بھی کامل تھا۔

شیخ ابوجعفر بن زبیر نے ان کے حالات میں لکھا۔

انه معروف بالعدالة والمعرفة   یہ عدالت و معرفت حدیث میں مشہور تھے۔
(صلۃ الصلۃ۔۴‘۸۲)

بلکہ ان کے بھائی کو ان سے احفظ بھی قرار دیا گیا ہے۔

اس عارضہ کی وجہ سے جب ان کے بھائی پر کوئی اعتراض نہیں تو ان پر اعتراض کیوں؟ صرف اس لئے کہ انہوں نے محفل میلاد پر کتاب لکھی ہے۔

بعض کا رد

بعض اہل علم نے اس عارضہ کو اختلاط قرار دیا مثلاً شیخ برہان الدین سبط بن العجمی نے الاغتباط میں لکھا۔

انما عزل الكامل عن تدريس الكاملية بالقاهرة لافة حصل له تغيير و مبادى اختلاط   سلطان کامل نے اس افت کی وجہ سے الکاملیہ سے معزول کیا جس کی وجہ سے ان میں تغیر اور اختلاط آ گیا تھا۔
(الاغتباط بمن رمی بالاختلاط۔۶۲۸)

لیکن یہ ان کی اپنی رائے و اصطلاح ہو سکتی ہے مگر جمہور محدثین کی رائے میں ایسے مرض کو اختلاط نہیں کہا جاتا کیونکہ جمہور کے ہاں اختلاط یہ ہے کہ راوی کو بڑی عمر میں‘ عمر کے آخری حصہ میں یا ابتدأ عمر میں عارضہ لاحق ہو اور وہ اس میں ہمیشہ اور دائمی ہو جیسا کہ عبداللہ بن لہیعہ کے بارے میں ہے کہ ان کی کتب ابتداعمر میں جل گئیں تو انہیں اختلاط ہوا اور ساری عمر رہا۔

رہے حافظ ابوالخطاب تو انہیں کچھ دیر کے لئے تکلیف لاحق ہوتی جب اس سے افاقہ ہو جاتا تو ان کی ذہنی کیفیت اور یادداشت کامل، قوی طور پر اس قدر لوٹ آتی کہ اس پر نسیان کا اثر تک نہ ہوتا۔

حضرت ملا علی قاری الفاظِ حدیث وهمزه الموتة کے تحت امام طیبی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

نوع من الجنون والصرع يعترى، الانسان فاذا افاق عاد عليه كمال عقله كالنائم والسكران (مرقاة۔۲:۵۴۱)

یہ جنون اور مرگی کی قسم ہے جو انسان کو عارض ہو جاتی ہے لیکن جب افاقہ ہوتا ہے تو کمال عقل پہلے کی طرح لوٹ آتا ہے جیسا کہ سونے والے اور نشہ والے کا معاملہ ہے۔

لہٰذا انہیں راوی مختلط قرار دینا ہرگز مناسب نہیں۔

شیخ ابراہیم صدیق غماری نے "افته الذهنية" کے تحت اس پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے کہتے ہیں، بعض نے یہاں تک لکھ دیا کہ ان میں اختلاط تھا اور اس کی وجہ سے سلطان کامل نے انہیں مدرسہ کاملیہ سے معزول کیا۔

ولكن الذى يظهران الذى سبب عزله ليس مبادى الاختلاط بل استمرار النوبة عنده وعدم افاقته كما يبدو

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی معزولیت کا سبب اختلاط نہیں بلکہ بیماری کا دائمی اور اس سے افاقہ نہ ہونا ہے اور یہ معروف معنی میں

ان ذلك ليس اختلاطاً بالمعنى المعروف — اختلاط نہیں۔

اس کے بعد اختلاط کی تعریف اور مثال دینے کے بعد کہا۔

اما ابو الخطاب فان الافة الذهنية كانت تعتريه فی فترة من الزمان ثم يفيق منها فلا يبقی له اثر و يعود اليه صفاء ذهنه و حافظته القوية (حقیقۃ المحضر ۔ ۱۵۷)

رہا معاملہ شیخ ابوالخطاب کا تو کبھی کبھی افت ذہنیہ عارض ہو جایا کرتی جب اس سے افاقہ ہو جاتا اور اس کا اثر باقی نہ رہ جاتا تو ان کا کمال ذہنی اور قوی حافظہ کامل طور پر لوٹ آیا کرتا۔

معزولیت کی دوسری وجہ

بعض مخالفین نے ان کی معزولیت کی وجہ ان کی عدم ثقاہت لکھی ہے کہ سلطان کامل کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ یہ روایت حدیث میں ثقہ نہیں تو انہوں نے مسند شہاب پر تعلیق و تخریج کا کہا انہوں نے اس پر لکھتے ہوئے اس کی بعض احادیث و اسانید پر تنقید کی' سلطان کامل نے پڑھا اور کچھ دنوں کے بعد کہا' اس کا نسخہ گم ہوگیا ہے آپ دوبارہ لکھیں' دوبارہ لکھا تو یہ پہلے کے مخالف و متضاد تھا۔ سلطان نے یقین کر لیا کہ یہ ثقہ نہیں۔

وعزله من دار الحديث وولی اخاه ابا عمر و عثمان

تو انہیں دارالحدیث سے معزول کر کے ان کے بھائی شیخ ابوعمر و عثمان

کو مقرر کر دیا۔ (مقدمہ المطرب: صہ ۵)

یاد رہے شیخ ابو عمرو عثمان ان سے ایک ہی سال بعد فوت ہوئے ان کے بعد سلطان نے شیخ ابن دحیہ کے صاحبزادے شیخ شرف الدین بن ابوالخطاب کو شیخ الحدیث مقرر کیا تھا۔

جواب: اس واقعہ کا ذکر صرف شیخ ابن واصل حموی نے کیا اور وہ بھی ان الفاظ سے ہے۔

كان مجد الدين ابو الخطاب عمر بن دحيه مع فرط معرفته بالحديث وحفظه الكثير له يتهم بالمجازفة فی النقل وبلغ ذلك الكامل علی مابلغنی فامره ان يعلق شئ علی كتاب

(مفرج الکروب فی اخبار بنی ایوب: ۵۔۱٦۷)

شیخ مجد الدین ابوالخطاب بن دحیہ حدیث کی خوب معرفت اور اس میں کثرت حفظ کے باوجود ان میں نقل میں احتیاط نہیں تھی یہ بات سلطان کامل کو معلوم ہوئی تھی تو انہوں نے شہاب پہ حاشیہ لکھنے کو کہا۔

۲۔ پھر اس وجہ کو کوئی بھی صاحب فہم و شعور تسلیم نہیں کرے گا، اس قدر طویل عرصہ سلطان کامل نے ان سے پڑھا اور پھر وہی الکاملیہ کے اولین شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور ایک دنیا نے ان سے حدیث حاصل کی حتیٰ کہ امام ابن الصلاح جیسے محدثین ان کے تلامذہ میں شامل ہیں تو اس سارے دور میں سلطان کو ان کی

ثقاہت وضعف کا علم بھی نہ ہو سکا یہی بات اہل علم نے ان مخالفین کے جواب میں کہی ہے۔ مثلاً استاذ ابراہیم ابیاری لکھتے ہیں۔

لقد کان طول المصاحبة کفیلاً بان یتعرف الکامل هذا المطعن فی استاذه والالسنة من حولـه ماتقرفی افواها تجریحا للشیخ بهذا وغیره

بادشاہ کی شیخ کے ساتھ اس قدر طویل صحبت اس بات کی ضامن ہے کہ سلطان کامل اپنے استاذ کے بارے میں معاصرین کے ان طعن اور اعتراضات سے خوب واقف تھے جو شیخ کو مجروح کر رہے تھے۔

پھر ان مخالفین کی زبانیں مدت بیان کرنے سے بند ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ وصال سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے ایسا ہوا۔

ولم نعرف ابا عمرو انتفع بها کثیر فقدمات بعد اخیه بعام الی سنة ۶۳۴ھ ثم الت بعد فترة الی شرف الدین بن ابی الخطاب

ہمارے علم میں نہیں کہ شیخ ابوعمرو سے کثیر لوگوں نے استفادہ کیا ہو کیونکہ ان کا وصال اپنے بھائی کے ایک سال بعد ۶۳۴ھ میں ہوا اور اس کے بعد شیخ ابوالخطاب بن دحیہ کے صاحبزادے شیخ شرف الدین کو شیخ الحدیث بنا دیا گیا۔

اس کے بعد لکھا۔

كل ذلك فى حياة الكامل ولوان ابا الخطاب صرف عنها مجرحاً مطعوناً ما التفت الكامل لاخيه اولابنه يمنحهما رياستها وما نظهما بلغا مبلغه سماعا ودراية
(مقدمة المطرب۔صہ۵)

یہ تمام سلطان کامل کی زندگی میں ہوا اگر شیخ ابوالخطاب کو واقعۃً مطعون و مجروح ہونے کی وجہ سے اس عہدہ سے معزول کیا ہوتا تو سلطان کامل کبھی بھی ان کے بھائی شیخ ابوعمرو اور ان کے بیٹے شیخ شرف الدین کو اس منصب پر فائز نہ کرتے اور حدیث کی روایت ودرابت کے لئے اس مقام پر فائز نہ کرتے۔

۳۔ اس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔

علی مابلغنی — مجھ تک یہ بات پہنچی ہے۔

یعنی ان کی بات میں بھی اتصال نہیں بلکہ انقطاع ہے۔

قد انفرد ابن واصل بنقل قصة تاليف الكتاب وما وقع لابن دحية مع الملك الكامل من اختبار وتمحيص حيث طلب منه تاليفه مرة اخرى بعد ان ادعى ضياعه وهنايقع التناقض بين التاليفين

یہ واقعہ صرف شیخ ابن واصل نے نقل کیا ہے کہ سلطان کامل نے شیخ ابن دحیہ کو آزمانے اور ان کے امتحان کے لئے دوبارہ کتاب لکھنے کا کہا اور یہ عذر پیش کیا کہ پہلا مسودہ ان سے گم ہوگیا تو اب ان کی تصانیف میں تناقض سامنے

آیا۔

اس کے بعد شیخ موصوف کی مذکورہ عبارت مفرج الکروب سے نقل کی اور کہا۔

جملة علی مابلغنی...... وهی من الاهمیة بمکان حیث تفید ان ابن واصل وقعت له القضیة بلاغاً وهذا یعنی انقطاعها وعدم اتصالها

(مقدمۃ الایات:۱۱۰)

ان کا جملہ علی مابلغنی (مجھ تک یہ بات پہنچی ہے) نہایت ہی اہم ہے کیونکہ یہ بتا رہا ہے کہ ابن واصل تک یہ واقعہ بطور بلاغ آیا ہے یعنی اس میں انقطاع اور عدم اتصال ہے۔

چونکہ امام شمس الدین ذہبی (ت۔۷۴۸) نے بھی اپنی کتب میں شیخ ابن واصل حموی سے یہ واقعہ نقل کیا تھا مگر علی مابلغنی کا جملہ ان سے رہ گیا اور ان سے بھی] جنہوں نے امام ذہبی پر اعتماد کیا اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے شیخ جمال نے لکھا۔

جملة علی مابلغنی لم ترد عند الذهبی فی کتبه الثلاثة السیر وتاریخ الاسلام والمیزان ولا عند من نقل عنه کالصفدی وابن عبدالهادی والدلجی وابن حجر اعتمادا منهم علی نقل الذهبی رغم

ابن واصل کا یہ جملہ علی مابلغنی امام ذہبی کے تین کتب سیر، تاریخ الاسلام اور میزان میں نہیں آیا اور نہ ان کی کتب میں موجود جنہوں نے امام ذہبی پر اعتماد کرتے ہوئے واقعہ نقل مثلاً صفدی، ابن عبد الہادی، دلجی اور ابن حجر حالانکہ

وجودها فی الاصل الذی نقل عنه الذهبی وهو مفرج الکروب وهی من الاهمیة بمکان

جس اصل سے ذہبی نے نقل کیا ہے وہاں یہ جملہ موجود ہے اور وہ اصل مفرج الکروب ہے اور یہ جملہ نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

(مقدمہ الایات:۱۱۰)

دوسرے مقام پر یہ بھی لکھا بلکہ یہ الفاظ بتا رہے ہیں یہ واقعہ جھوٹ اور باطل ہے۔ سنئے۔

ان الذهبی سقطت عنه کلمة بلغنی کما فی المصدر الاول وهو مفرج الکروب فبطلت القصة من اصلها

شیخ ذہبی سے لفظ بلغنی رہ گیا ہے حالانکہ مصدر اول مفرج الکروب میں یہ موجود ہے تو اب یہ واقعہ اصلاً ہی باطل جھوٹ ٹھہرا۔

(مقدمہ:۴۴)

واقعہ کے باطل ہونے کی تائید

اس واقعہ کے جھوٹ اور باطل ہونے پر اہل علم نے یہ تائید بھی ذکر کی ہے چونکہ یہ واقعہ صرف اور صرف شیخ ابن واصل حموی سے ہی منقول ہے اور وہ مصر ۶۹۰ ہجری میں آئے جبکہ امام ابن وحیہ کلبی کا وصال ۶۳۳ کو ہوا گویا ان کی مصر آمد ان کے وصال کے ستاون سال بعد ہے۔ شیخ جمال لکھتے ہیں۔

ثم ان ابن واصل دخل مصر

شیخ ابن واصل مصر میں ۶۹۰ میں

سنة .٦٩ فيما ذكر الصفدی
فی نکت الهميان صـ ٢٥٢ ای
بعد وفاة ابن دحيه بسبع
وخمسين عاماً ممايقوی
الشك فی صحة القصة
(مقدمہ الایات:١١٠)

آتے ہیں جس طرح شیخ صفدی
نے نکت الھمیان صہ ۲۵۲ پر لکھا
یعنی ان کی آمد شیخ ابن دحیہ کے
وصال کے ستاون سال بعد ہے یہ
اس واقعہ کی صحت میں شک کو قوی
اور طاقتور بنا رہا ہے۔

ایک اور قابل غور بات

شیخ ابن واصل حموی نے لکھا' جب بادشاہ نے کہا مسودہ گم ہوگیا ہے لہٰذا دوبارہ لکھو۔

ولم يكن عنده مسودة
الكتاب الاول فجاء فی
الكتاب الثانی مناقضة لما
ذكر فی الكتاب الاول
(مفرج الکروب: ۵۔۱۶۷)

تو شیخ کے پاس کتاب اول کا
مسودہ نہ تھا تو انہوں نے دوسری
کتاب لکھی جس میں
اول کتاب سے تناقضات و
تضادات تھے۔

اس پر اہل علم نے کہا کہ ممکن نہیں کہ شیخ ابن دحیہ کلبی نے پہلا مسودہ دیکھے بغیر دوسرا لکھ دیا ہو پھر اگر سلطان نے کہا کہ مجھ سے مسودہ گم ہوگیا ہے تو اس سے یہ کہاں لازم ہے کہ شیخ کے پاس اس مسودہ میں سے کچھ بھی نہ ہو۔ انہوں نے بھی سلطان کو صاف لکھوا کر کاپی دی ہوگی اصل تو ان کے یا صاف کرنے والے کے پاس ہوگا۔ شیخ جمال نے

مذکورہ عبارت پر یہی بات لکھی ہے۔

یستبعد ان یعید ابن دحیة تالیف نفس الکتاب دون النظر الی مسودة الاولی والملك الکامل. فیما تذکر القصة. ادعی فقدان المبضة بعد ایام فلیلة من تالیفه فان لم یکن عند ابن دحیه مسودة الکتاب فلا اقل ان یتریث قلیلاً حتی یجدها ان ضاعت فی مکتبة او یرتجعها ان کان اعارها لمن بیضهاله

یہ بات بعید ہے کہ شیخ ابن دحیہ نے اول کتاب کا مسودہ دیکھے بغیر دوسری کتاب لکھ دی ہو سلطان کامل جیسے واقعہ بیان ہوا نے کتاب کی تالیف کے چند دن بعد کہا کہ کتاب کا مسودہ گم ہوگیا ہے تو اگر شیخ ابن دحیہ کے پاس پورا مسودہ نہ ہوتا کم از کم اس کا کچھ حصہ تو ان کے پاس ضرور ہوگا تا کہ اس کی گمشدگی کے وقت ان کے پاس ہو۔

(مقدمہ الایات۔۱۱۰)

تو تمام شہادتوں سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ واقعہ باطل ومن گھڑت اور جھوٹ ہے۔

۳۔ اعتراض ثالث۔ غیر تحقیقی باتیں

تیسرا اعتراض ان پر یہ کیا جاتا ہے کہ ایسی باتیں کہہ جاتے جو تحقیقی نہ ہوتیں، امام شمس الدین ذہبی نے شیخ ابوبکر محمد بن عبدالغنی بن نقطہ حنبلی (۵۷۹، ۶۲۹) سے نقل کیا۔

كان موصوفاً بالمعرفة والفضل ولم اره الاانه كان يدعىٰ اشياء لاحقيقة لها	یہ معرفت و فضل کے مالک ہیں میں نے ان سے کچھ نہ دیکھا البتہ وہ کچھ ایسے دعوے کرتے جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

اس کے بعد شیخ ابن واصل حموی سے نقل کرتے ہیں۔

كان ابن دحية مع فرط معرفته بالحديث وحفظه الكثير له متهماً بالمجازفة فى النقل (سیر اعلام۔۱۶، ۳۱۲، ۳۱۳)	شیخ ابن دحیہ پر علم حدیث میں کامل و خوب معرفت اور کثیر الحفظ ہونے کے ساتھ نقل میں غیر تحقیقی باتوں کا اتہام ہے۔

جواب

۱۔ ان دونوں حضرات نے امام ابن دحیہ کا صاحب علم و فضل اور حدیث کا عظیم ماہر اور حافظ و ثقہ ہونا تسلیم کیا ہے۔

۲۔ پیچھے مسلمہ اہل علم سے گزرا کہ یہ نہایت ہی ثقہ عالم ہیں اور ثقہ سے ایسی اشیاء کا صدور کہاں؟

۳۔ یہ محض دعویٰ ہی ہے اس پر کوئی آج تک دلیل اور مثال پیش نہیں کی جاسکی۔

۴۔ اس سے اعتراض کرنے والوں کی مراد یہ نہیں کہ نعوذ باللہ وہ نقل شریعت و حدیث میں لاپرواہی کرتے تھے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بارے میں غیر حقیقی رویہ اپنائے ہوئے تھے مثلاً شیخ ابن

الدبیثی (۵۵۸۔۶۳۷) نے ان سے نقل کیا کہ وہ فرمایا کرتے۔

انه حفظ صحيح مسلم — وہ تمام صحیح مسلم کے حافظ ہیں اور
جميعه و قرأه على بعض — انہوں نے بعض مشائخ مغرب کو
شيوخ المغرب من حفظه — اسے زبانی سنایا ہے۔

چونکہ ابن الدبیثی نے ان کا یہ قول بعید محسوس کیا تو لکھا۔

ان ابن دحية كان يدعى اشياء — ابن دحیہ بہت سے ایسے دعوے کیا
كثيرة — کرتے۔

(المختصر المحتاج الیہ۔۳'۹۹)

یعنی وہ کچھ ایسے دعویٰ کرتے ہیں جن کی بنیاد نہیں مگر ہیں ثقہ' یہی وجہ ہے کہ خود ابن دبیثی نے ان سے حدیث پڑھی۔

شیخ جمال عزون نے شیخ ابن دبیثی کی اس بات پہ گرفت کرتے ہوئے لکھا کہ انہوں نے کہا تو یہ ہے کہ بہت زیادہ ایسے دعویٰ کرتے ہیں۔

لكنه لم يفصح سوى قضية — مگر حفظ صحیح مسلم کے علاوہ کچھ
حفظه لصحيح مسلم — بیان نہ کر سکے۔

پھر موصوف نے خود ہی لکھا میں نے ان سے پڑھا ہے۔

انه اخبر قبل ذلك بكونه علق — انہوں نے خود ہی اطلاع دی ہے
شياء عن ابن دحية وهو ما — کہ انہوں نے ابن دحیہ سے پڑھا
فعل ذلك الالانه اهل ان يعلق — ہے اور یہ اس صورت میں ممکن
عنه — جبکہ وہ استاذ حدیث بنے

(مقدمہ آلایات البنیات۔۱۵) کے اہل و ثقہ ہوں۔

الغرض یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے بارے میں کچھ ایسے دعاوی کیا کرتے جنہیں اہل علم نے پسند نہ کیا۔ یہ معنی ہر گز نہیں کہ وہ غیر ثقہ آدمی ہیں۔

۵۔ شیخ ابن دحیہ کی متعدد کتب طبع ہو چکی ہیں جو واضح طور پر اس الزام کی تردید کرتی ہیں۔ شیخ جمال عزون نے کیا ہی خوب بات کہی۔

ان ابن دحية معروف بتشدده فی رواية الحديث الضعيفة والموضوعة وكان ينأی بالائمة علی كبار العلماء كا بن عبدالبر وابن العربی والسلفی احاديث رووها لم تصح اولم يبينوا درجتها

(مقدمہ الایات البنیات۔۲۴)

شیخ ابن دحیہ ضعیف اور موضوع احادیث کی روایت کے حوالہ سے نہایت ہی متشدد ہیں اور وہ کبار علماء مثلاً امام ابن عبدالبر، ابن العربی اور سلفی پر ایسی احادیث نقل کرنے پر برستے ہیں جو صحیح نہیں یا ان کا درجہ انہوں نے بیان نہیں کیا۔

پھر لکھا۔

وکتبه خير شاهد علی مانقول

(مقدمہ الایات البنیات۔۲۴)

ہماری بات پر سب سے بہتر دلیل اور شاہد ان کی کتب ہیں۔

امام شمس الدین ذہبی کی تنقید کے جواب میں کہتے ہیں شیخ ابن دحیہ پر یہ اعتراض کہ وہ غیر تحقیقی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ درست نہیں۔

فهذه كتبه امامنا تشهد بخلاف ذلك فما من كلمة ينقلها عن مؤلف او جملة يسطرها عن عالم الاو نراها كذلك فى المصادر المنقول عنها بلا زيادة او نقصان

ان کی کتب ہمارے سامنے ہیں جو مذکور الزام کے خلاف گواہ ہیں کیونکہ انہوں نے کسی مؤلف سے جو کوئی لفظ نقل کیا یا کسی عالم سے جملہ لکھا وہ ان میں کمی و بیشی کے بغیر اسی طرح مصادر منقولہ میں موجود ہے۔

انہیں ذہبی کا روایت میں ضعیف قرار دینا بھی درست نہیں۔

فالرجل يروى باسانيده الى كتب معروفة مشهورة واى حديث ينقله ويرويه باسناده فهو مثبت فى الصحاح او السنن او المسانيد او المعاجم او غير ذلك وهى كتب اغنت شهرتها عن الاسانيد اليها لانها ثبتت بالوجادة ثبوتاً صحيحاً لا شك فيه ولا مرية

یہ تو ایسے عالم ہیں کہ انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ کتب مشہورہ تک کو روایت کیا جو حدیث نقل کی اور اسے اپنی سند سے روایت کیا وہ صحاح، سنن، مسانید اور معاجم میں محفوظ و موجود ہے اور یہ کتب اس قدر معروف ہیں کہ تحقیق سند کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ان کا ثبوت بطور وجادۃ یقیناً درست اور صحیح ہے۔

(مقدمۃ الایات: ۴۴)

آگے چل کر حافظ ابن حجر عسقلانی کی گفتگو پر یہ بھی لکھا کہ :

ان مخالفین کے اقوال سے متاثر نظر آتے ہیں،انہوں نے ان کے حفظ وعلم کوتسلیم کیا ہے۔

ولعل الحافظ رعی جانب الرواية وضعف ابن دحية فيه رغم ان ابن دحية يروی باسانيده الی كتب تناقلها العلماء و جادة فاغنت شهرتها عن البحث فی تلك الاسانيد
(ایضاً۔۵۱)

حافظ ابن حجر نے جانب روایت کی رعایت کرتے ہوئے ابن دحیہ کوضعیف کہا حالانکہ ابن دحیہ نے اپنی اسانید کے ساتھ ایسی کتب نقل کیں جنہیں اہل علم نے بطور وجادۃ نقل کی اور وہ اس قدر مشہور ہیں کہ ان کی اسانید پر بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

٦۔ کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ جب انہیں آفت ذہنی عارض ہوتی تو اس وقت ان سے ایسی چیزوں کا صدور ہوتا کیونکہ ایسے موقعہ پر وہ یادداشت کھو بیٹھتے تھے لیکن معمول کی زندگی میں ایسا ہرگز نہ تھا۔ ڈاکٹر ابراہیم بن صدیق غماری نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں ذکر کیا۔

وعند ما تعتريه نوبة الذهول وفقد الزاكرة نجد مانقل الذهبی فی ميزان الاعتدال (٣۔١٨٨) عن ابن نقطة حيث قال و كان ابو الخطاب موصوفاً بالمعرفة

جب ہم انہیں عارضہ ذھول اور یادداشت کازائل ہونا پاتے ہیں تو پھر ان سے ان اشیاء کا صدور پاتے ہیں جنہیں ذہبی نے ابن نقطہ سے یوں نقل کیا ہے۔

والـفـضـل الاانه يدعى اشياء لا حقيقة لها — کہ ابوالخطاب معرفت و فضل کے مالک تھے البتہ ان سے کچھ ایسی چیزوں کا دعویٰ ہے جن کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

آگے چل کر لکھا۔

ومع الذهول الذى كان يعتريه والتغير فى الخلق الذى وصف به علماء الاندلس وجد له الا عداء الخصوم — اسی ذہول کے عارض ہونے اور سخت طبیعت کی (جسے علماء اندلس نے بیان کیا) کی وجہ سے دشمنوں اور مخالفین نے ایسی اشیاء ایجاد کر لیں۔

(حقیقۃ المحضر ـ ۱۵۹)

یعنی اگر حالت بیماری میں کچھ ایسا ہوا ہے تو اس سے یہ کہاں لازم ہے کہ معمول کی زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بھی معاملہ اسی طرح ہے۔

۴ـ اعتراض رابع ـ کذب وضعف پر اجماع

بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا کہ ان کے کذب وضعف پر اجماع ہے۔

حافظ ابوعبداللہ محمد بن محمود بن النجار (۵۲۸ـ۶۴۳) نے لکھا۔

رأيت الناس مجتمعين على — میں نے لوگوں کو ابن دحیہ کے

کذبہ وضعفہ وادعائہ سماع — کذب وضعف پر متفق دیکھا کہ وہ
مالم یسمعہ ولقاء من لم یلقہ — ایسے سماع کا دعویٰ کرتے ہیں جو
(تاریخ لابن النجار) — نہیں کیا اور اس سے ملاقات کا
دعویٰ جس سے نہیں ہوئی۔

جواب:

۱۔ پیچھے تمام اہل علم کی تصریحات آچکی ہیں کہ یہ نہایت ہی ثقہ محدث ہیں۔

۲ بلکہ انہیں تمام اہل علم نے معتمد ناقلین سنن و مسانید میں شامل کیا۔
امام حافظ تقی الدین فاسی انہیں راویانِ اصول سنن و مسانید میں شامل کرتے ہیں۔

ذکر روایتہ للمؤطا ولصحیح مسلم والمعجم الکبیر للطبرانی (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والمسانید۲۔۲۲۶)

انہوں نے موطا و صحیح مسلم اور امام طبرانی کی المعجم الکبیر روایت کی ہے۔

ان تمام کے مقابل ابن نجار کی رائے کیا حیثیت رکھتی ہے؟

۳۔ پھر ان کی صحبت میں طویل عرصہ رہنے اور ان سے حدیث پڑھنے والے محدثین انہیں نہایت ہی ثقہ قرار دیتے ہیں۔
شیخ ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر غرناطی (۶۲۸۔۷۰۸) لکھتے ہیں۔

شیخ ابن دحیہ علم سے مزین متعدد فنون میں ماہر، شیوخ سے استفادہ کرنے والے، تاریخ واسانید، رجال حدیث اور جرح و تعدیل کے امام۔

سنياً مجانباً لاهل البدع سرياً فاضلاً عرفني بحاله وحال اخيه ابى عمرو عثمان الشيخان ابوالحسن الغافقى وابوالخطاب ابن خليل وكانا وقد صحباهما طويلاً وخبراهما جملةً وتفصيلاً الاانما ذكراهما بانحراف فى الخلق وتقلب لم يشنها غيره ووصفهما مع ذلك بالثقة و العدالة والسدادة والاعتناء التام

(صلۃ الصلہ، قسم رابع ۷۸)

کٹر سنی، اہل بدعت کے مخالف، فاضل مجھے ان کے اور ان کے بھائی شیخ ابوعمرو عثمان کے بارے میں دو شیوخ شیخ ابوالحسن الغافقی اور شیخ ابوالخطاب بن خلیل نے بتایا اور وہ ان دونوں کے پاس طویل مدت پڑھتے رہے۔ انہوں نے ان دونوں کے بارے میں خوب تفصیلاً بتاتے ہوئے نشاندہی کی ان کی طبع اور اخلاق میں سختی تھی اس کے علاوہ ان کا کوئی عیب بیان نہیں کیا انہوں نے ان کا ثقہ، عادل، کامل اور علم و تحقیق کا اہتمام کرنے والا قرار دیا۔

۴۔ امام ابن صلاح کا سماع حدیث

پھر اس سے بڑھ کر ان کی ثقاہت وحفظ پر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ شیخ المحدثین امام ابوعمرو بن صلاح نے ان سے مؤطا کا درس لیا اگر یہ واقعۃ کاذب تھے تو ان سے کم از کم یہ امام حدیث نہ لیتے۔ امام ذہبی اپنے شیخ حافظ علم الدین القاسم کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

انہ قرأ بخط ابن الصلاح سمعت المؤطا على الحافظ ابن دحية وحدثنا به باسانيد كثيرة	میں نے شیخ ابن صلاح کی یہ تحریر پڑھی میں نے موطا حافظ بن دحیہ سے پڑھا اور انہوں نے ہمیں خوب کثیر اسناد سے بیان کیا۔

(سیر اعلام: ۱۶۔۳۱۳)

شیخ ابراہیم صدیق غماری اسی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

ويكفي في هذا الصدد ان الامام عمرو بن الصلاح سمع منه مؤطا مالك بعلو	اس سلسلہ میں یہی کافی ہے کہ امام ابن صلاح نے ان سے مؤطا امام مالک سند اعلیٰ سے پڑھا۔

(حقیقۃ الحضر :۱۵۶)

۵۔ پیچھے گزرا جب سلطان کامل نے مصر میں دارالحدیث کاملیہ قائم کیا تو اس کے اولین سربراہ یہی عالم بنے اور ان کی سربراہی کا فیصلہ اس وقت کے تمام محدثین نے مل کر کیا' شیخ ابوالعباس احمد بن عبداللہ الغبرینی (ت۔۷۱۴) کے ان الفاظ پر نظر ڈال لیجئے۔

لکھتے ہیں اس دور کے محدثین جمع ہوئے۔

واقر وافیه بالتقدم واعترفوا له من اولی الحفظ والاتقان والتفهم (عنوان الدرایہ۔۲۷۲)

اور اس اجتماع میں ان کی علمی فوقیت کا اقرار کیا' اور یہ اعتراف کیا کہ یہ تمام سے صاحب حفظ' صاحب ثقاہت و تفہم ہیں۔

متفقہ کذاب کو دارالحدیث کا متفقہ سربراہ بنانا عقل سے ماورا ہے۔

۶۔ اصحاب اجماع کون ہیں؟

شیخ جمال عزون نے شیخ ابن النجار کے اس طعن کی خوب خبر لیتے ہوئے لکھا انہوں نے شیخ ابن دحیہ کلبی کے کذب وضعف اور ان لوگوں سے ملاقات و سماع کے دعوی جن سے ملاقات و سماع نہیں پر اجماع کی بات کی ہے مگر

دون ان یحدد لنا ابن النجار اصحاب هذا الاجماع المدعی حتی ینظر هل اجماعهم حجة فی وصم الرجل بالکذب والضعف وادعاء اللقاء والسماع ممن لم یلقهم اویسمع منهم

ابن نجار نے ان صاحبان اجماع کا نام و تعارف نہیں کروایا تاکہ غور وفکر کر لیا جاتا کہ ان کا کسی آدمی کے کذب' ضعف اور دعویٰ سماع و لقا کے بارے میں اجماع حجت ہے یا نہیں؟

پھر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ خود ابن نجار نے مصنف کے بارے میں یہ کلمات لکھتے ہیں۔

كان حافظاً ماهراً عالماً بقيود الحديث	یہ حافظ و ماہر حدیث اور قیود احادیث کے عالم تھے۔

اور یہ الفاظ شہادت دے رہے ہیں کہ یہ روایت حدیث میں حفظ و ضبط اور اس میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

یہ تنقید معاصر ہے

پھر آگے لکھتے ہیں۔

وعلى كل حال يبقى هذا رأى ابن النجار فى ابن دحية وهو كلام قرين فى قرينه شهدله بالعلم والحفظ من ناحية واتهمه فى الخلق من ناحية بل جاوز ذلك الى اتهامه بالكذب	بہرحال ابن دحیہ کے بارے میں ابن نجار کی یہ رائے ایک معاصر و ساتھی کی رائے ہے جس میں ایک جانب ان کو صاحب علم و حفظ مانا دوسری جانب انہیں بدخلق جبکہ تجاوز کرتے ہوئے کاذب کہہ دیا ہے۔

(مقدمۃ الایات البنیات ۔۱۸)

محضر سنہوری

اور

جرح ونقد

شیخ ابن نجار نے اپنے موقف پر دو دلائل ذکر کیے ہیں۔

۱۔ محضر سنھوری

۲۔ واقعہ حافظ ابوالحسن مقدسی مالکی (۵۴۴۔۶۱۱)

محضر سنھوری کی تفصیل

شیخ سنھوری، امام ابن دحیہ کے معاصر ہیں، ان کا نام ابواسحاق ابراہیم بن خلف بن منصور الغسانی السنھوری (۵۷۳۔۶۲۰) ہے۔ سنھور مصر میں علاقہ ہے، اس محضر نامہ کی تفصیل شیخ ابن نجار نے یوں نقل کی ہے۔

کان صدیقنا ابراھیم السنھوری المحدث صاحب الرحلة الی البلاد قد دخل بلاد الاندلس و ذکر لمشائخھا و علمأ ھا ان ابن	ہمارے دوست شیخ ابراہیم سنھوری محدث، متعدد شہروں کے سیاح، بلاد اندلس گئے اور وہاں کے مشائخ اور علماء سے کہا۔ ابن دحیہ کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے قدماء

دحية علـى انـه قرأ علـى جماعة من الشيوخ القدماء، فانكروا ذلك وابطلوا، وقالوا لم يلق هولاء ولاادركهم وانما اشتغل بالطلب اخيراً وليس نسبه صحيح ودحية لم يعقب فكتب السنهوري محضراً واخذ خطوطهم فيه بذلك وقدم بديار مصر وعلم ابن دحية بذلك فاشتكىٰ الى السلطان منه و قال هذا يأخذ عرضي ويؤذيني فامر السلطان بالقبض عليه وضرب واشتهر على حمار و اخرج من ديار مصر واخذ ابن دحية المحضر فاخرقه

(المستفاد لابن دمیاطی ۔۲۱، ۱۵۵)

شیوخ سے پڑھا ہے ان مشائخ نے انکار کیا اور اس دعویٰ کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا۔ ابن دحیہ کی ان مشائخ سے نہ ملاقات ہوئی اور نہ وہ ان کے معاصر ہیں یہ تو آخری عمر میں طلب حدیث کرنے والے ہیں، ان کا نسب صحیح نہیں۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد نہیں تھی، سنہوری نے ایک محضر نامہ لکھا جس میں ان سے دستخط لیے اسے لے کر مصر آئے۔ ابن دحیہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو سلطان سے اس کی شکایت کی، کہ یہ میری عزت پر حملہ اور مجھے اذیت دے رہا ہے، سلطان نے اسے گرفتار کر لیا، سزا دی اور گدھے پر سوار کر کے پھرایا اور مصر سے نکال دیا۔ ابن دحیہ نے وہ محضر نامہ حاصل کر کے پھاڑ ڈالا۔

اس محضر نامہ میں یہ اعتراضات اٹھائے گئے ہیں۔

۱۔ ان کا نسب درست نہیں کیونکہ حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہی نہ تھی۔

۲۔ قدماء مشائخ سے ملاقات کا دعویٰ کذب ہے ان سے ان کی ملاقات و تعلیم ثابت نہیں۔

۳۔ انہوں نے بڑی عمر میں علم حاصل کیا نہ کہ ابتدائی عمر میں۔

یہ صاحب کون ہیں؟

ان کا جواب سامنے لانے سے پہلے شیخ ابراہیم سنہوری کے بارے میں جاننا نہایت ہی ضروری ہے تا کہ معاملہ خوب اشکار ہو جائے کیونکہ انہی کا محضر نامہ شیخ ابن دحیہ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کا ذریعہ ہے جن اہل علم نے بغیر تحقیق اسی پر اکتفا کیا وہ غلط فہمی کا شکار ہوئے آیئے ان کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔دجال مغرب

امام شمس الدین محمد عثمان ذہبی (ت۔۷۴۸) ان کا تعارف یوں کرواتے ہیں ابراہیم بن خلف بن منصور غسانی سنہوری انہوں نے خشوعی اور ابن سکینہ سے پڑھا۔

دجال فی المغرب اتهمه ابو الحسن ابن القطان بالمجازفة والكذب

یہ مغرب میں دجال ہے شیخ ابوالحسن بن قطان کہتے ہیں یہ شخص نہایت ہی غیر تحقیقی اور کاذب

ہے۔ (میزان الاعتدال ۱-۳۰)

امام ذہبی کی اس تنقید کے حوالہ سے شیخ اسماعیل بن محمد انصاری کہتے ہیں انہوں نے یہ بات سنہوری کے مخالفین سے متاثر ہو کر کہہ دی ہے۔ (القول الفصل۔۹۸)

حالانکہ ذہبی سے شیخ ابن دحیہ پر جو تنقید نقل ہو چکی ہے اس کے بارے میں یہ بات کہنا زیادہ سچائی ہے مثلاً امام ذہبی نے شیخ ابن دحیہ کے بارے میں کہا کہ وہ مشرق سے دوبارہ اندلس واپس نہیں گئے لہٰذا ان کے بارے میں یہ کہنا۔

ولما عاد الی الاندلس حدث بمقامات الحریری عن ابن الجوزی عن المؤلف	جب ابن دحیہ اندلس دوبارہ آئے تو انہوں نے مقامات حریری، امام ابن جوزی کے حوالہ سے مصنف سے روایت کی۔
(میزان۔۳: ۱۸۸)	

سراسر غلط ہے۔ کیونکہ

ابن دحیة لم یرجع الی الاندلس بعد ان رحل الی المشرق وھذا مما لانزاع فیه	شیخ ابن دحیہ مشرق جانے کے بعد واپس اندلس نہیں آئے اور یہ ایک متفقہ بات ہے۔

حالانکہ امام ذہبی نے ان کے دوبارہ اندلس آنے پر اس کتاب میں خود تصریح کی ہے۔

لہٰذا یہاں کہا جا سکتا ہے کہ ذہبی ابن دحیہ کے مخالفین سے متاثر ہو گئے اور وہ ایسی باتیں لکھ گئے جو ان حقائق کے بھی منافی ہیں جو خود

ان کی تحریر سے ثابت ہیں۔

۲۔ روایت میں کذاب

اوپر گزرا امام ابوالحسن ابن القطان انہیں (سنہوری کو) کذاب گردانتے۔ اس کی تفصیل شیخ ابن الابار نے ان کے حالات میں یوں بیان کی ہے انہوں نے فرمایا' یہ سن ۶۰۲ھ میں تیونس آئے' انہوں نے مجھے اور میرے بیٹے حسن کو اجازت حدیث دی' کافی دیر کے بعد دوبارہ آئے۔

فظهر فى حديثه عن نفسه تجازف واضطراب و كذب زهد فيه

ان کی احادیث میں ان کی طرف سے غیر تحقیقی باتیں' اضطراب اور کذب ہے۔ لہٰذا ان سے بچنا ضروری ہے۔

آگے چل کر کہتے ہیں۔

وقد تبرأت من عهدته بما اثبت من حالة

ان کے احوال سے جو کچھ سامنے آیا ہے اس کے بعد میں ان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

(التکملۃ ۱۔۱۴۹)

اسی طرح شیخ ابن مسدی نے ان سے برأت کا اعلان کیا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲) نے ان کے حوالہ سے نقل کیا۔

كانت له وكالات بالاجازة من شيوخ وكلوه على الاذن

ان کے پاس کچھ شیوخ کی جانب سے وکالت اجازت تھی کہ وہ ان

لمن يريد الرواية عنهم فكتب
لی بالا جازة عنه وعن مو كليه
فی سنة ثلاث وست مائة وانا
ابرأ الی الله من عهدته

سے روایت کا ارادہ کرنے والوں
کو اجازت دے سکتے ہیں انہوں
نے اپنی اوراپنے موکلین کی جانب
سے ۶۰۳ میں مجھے تحریری اجازت
احادیث دی لیکن بندہ بارگاہ الٰہی
میں ان کی ذمہ داری سے برأت
کا اعلان کرتا ہے۔

شیخ ابن الابار کے حوالہ سے لکھا۔

وتبرأ ابن الابار من عهدته فی
باب الرواية

ابن الابار نے روایت حدیث میں
ان سے برأت کا اعلان کیا۔

(لسان المیزان: ۱۔۵۴)

۳۔ فساد ذہن

حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ ابوالقاسم بن عساکر الصغیر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

كان يشتغل فی كل علم
والغالب عليه فساد الذهن
وكان متسامحاً فيما ينقله و
برويه وكان قدومه دمشق سنة
ثلاث و ست مائة فانتسب

یہ ہر علم میں مشغول ہوئے۔ مگر فساد
ذہن کا ان پر غلبہ تھا۔ یہ نقل و
روایت میں محقق وفقیہ نہ تھے۔ یہ
دمشق ۶۰۳ھ میں آئے پہلے مازنی
پھر غسانی نسبت رکھتے، ان سے

مـازنيـانـم انتسـب غسـانيـا ووردت عنه اجازات من وقف عـليهـا عـرف مـاذ كرتـه من التـخـليط ويقال ان الحامل له عـلـى تـطـواف البـلاد طلـب حثيثة الكيميا

ایسی اجازات ہیں کہ جو بھی ان سے آگاہ ہے وہ ہماری بیان کردہ تخلیط کا علم رکھتا ہوگا ان کے مختلف شہروں کے طواف کی وجہ کیمیا گری کے لئے بوٹی کا حصول ہے۔

(لسان المیزان۔۱۔۵۴)

حملہ آور اور بداخلاق

شیخ ابن المستوفی ان کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

انـه كـانـت فيـه جرأة وسوء الاخلاق

یہ دوسرے پر حملہ آور جسارت کرنے والے اور بداخلاق تھے۔

(تاریخ اربل۔۲۵۶)

شیخ ابن عبدالملک کا دفاع

اگر کوئی یہ سوال اٹھائے کہ شیخ ابن عبدالملک نے شیخ ابن القطان کی جرح رد کرتے ہوئے انہیں عادل وثقہ قرار دیا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے انہی سے نقل کیا۔

وقـد نـزهـه عـن كـل مارماه به وعدله كل من اخذعنه ووثقوه وصححوانقله

انہوں نے انہیں ہر اعتراض سے صاف اور ہر طعن سے عادل قرار دیا اور کہا اہل علم نے ان کی توثیق

کی اور ان کی منقولات کو صحیح قرار (لسان المیزان۔۱٬۵۵) دیا ہے۔

جواب۔

ضابطہ کے مطابق یہ دفاع مقبول نہیں کیونکہ ان کی تعدیل مبہم ہے انہوں نے تعدیل والوں میں سے کسی ایک کا بھی نام نہیں لیا تاکہ اسے پرکھ لیا جاتا کہ ان کا جرح و تعدیل میں کیا مقام ہے لیکن یہاں تمام کی تمام جرح مفسر ہے لہٰذا اس شخص کے بارے میں جرح ہی مقبول ہوگی۔

یہ ان کے حالات ہیں٬ محضر کا دعویٰ کرنے والے کے بارے میں خوب آگاہی ہوگئی ہے کہ وہ صدق کے کس درجہ پر ہیں کہ اہل علم انہیں دجال کہتے ہیں۔

آیئے!
جوابات سنیے

انہوں نے جو اعتراضات اٹھائے ہیں ان میں پہلا یہ ہے کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے اولاد میں سے نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی اولاد ہی نہ تھی۔اس کا جواب پیچھے بڑی تفصیل سے آچکا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے قدماء مشائخ سے حدیث نہیں پڑھی اس سلسلہ میں بقول سنھوری علماء اندلس نے محضر نامہ میں اپنے دستخط کئے تھے۔

جواب

۱۔ محضر نامہ پر دستخطوں کا دعویٰ صرف شیخ سنھوری کا ہی ہے ان کے علاوہ ایسی بات کسی اور نے ہرگز نہیں کہی۔ حالانکہ اگر ایسی بات ہوتی تو درجہ شہرت پاتی اور شیخ ابن دحیہ کے حالات میں ہر جگہ موجود ہوتی اور کسی خبر کے کذب کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ اس خبر کے نقل کے دواعی اور کثیر تقاضے ہوں مگر اسے نقل کرنے والا واحد ہو پھر یہ تو اس وقت ہے جب ناقل صادق

ہو اور اگر ناقل سنھوری جیسا ہو جس کے بارے میں آپ پڑھ چکے تو یہ ازخود اس کے موضوع و من گھڑت ہونے کی دلیل ہوگا شیخ جمال عزون ان کے اخلاق کا تذکرہ کر کے کہتے ہیں۔

واخال هذا الجرأة حملته علی ان یتکلف الاشتغال بامر ابن دحیة والاهتمام به والسعی فی کتابة محضر من علماء الاندلس کما یقول هو والا فلم یسم واحدا منهم حتی ینظر فیه الناظرون بعین الدقة والتمحیص
(مقدمۃ الایات۔ ۱۹)

میری رائے میں اسی جرأت و جسارت نے اسے اس پر ابھارا کہ وہ ابن وحیہ کے معاملہ میں مشغول، اس کا اہتمام اور علماء اندلس سے محضر نامہ تحریر کر وانے کی کاوش کی جس طرح ان کا اپنا بیان ہے، ان کے علاوہ ایک آدمی کا بھی نام نہیں لیا جس میں محققین، تحقیق و دقت سے نظر کر سکیں۔

ڈاکٹر ابراہیم بن صدیق غماری لکھتے ہیں۔

لوحدث قبل هذا بالاندلس تواتراً او استفاضة علی الاقل وسجله المؤرخون وربما نظم فی لاشعار کما نظم من الحوادث ماهوا قل غرابة عنه واصبح من لوازم ترجمة ابی الخطاب فی کتبهم بینما لا

اگر ایسی بات اندلس میں پہلے بیان ہوتی تو یہ تواتر سے منقول ہوتی یا کم از کم مشہور ہوتی اسے مورخین تحریر کرتے یا اشعار و نظم میں اس کا بیان ہوتا جیسا کہ اس سے کہیں کم درجہ کے واقعات نظم ہوئے ہیں تو یہ چیز شیخ ابوالخطاب

تجد لهٰذا المحضر ذكرا فی کتبهم المعاصرة للحدث ولا فی الا حقة كالذيل والتكملة المستقصٰی الجامع الذی يعتبر ماشذ عنه من مثل هذا الغرائب شاذا حقيقياً يرد ولا يقبل

کے حالات پر مشتمل کتب کا حصہ بن جاتی حالانکہ اس محضر کا ذکر ہی نہیں ملتا نہ ان کے دور کی کتب میں اور نہ بعد کی کتب میں مثلاً ذیل اور تکملہ جو اس قدر جامع میں کہ ان میں اس طرح رہ جانے والا واقعہ حقیقی طور پر شاذ اور مردود ٹھہرے گا اور اسے قبول نہیں جائے گا۔

اس کے بعد ضابطہ یوں لکھتے ہیں۔

القاعدة عند العلماء ان من اسباب رد الخبران يكون مما تتوافر الدواعی علی نقله تواترا او استفاضة ثم لاينقل الامن احاد الناس

(حقیقۃ المحضر ـ ۱۶۸)

اہل علم کے ہاں یہ ضابطہ ہے کسی خبر کی تردید کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے تواتر یا شہرت سے نقل پر کثیر دواعی و تقاضے ہونے کے باوجود اسے خبر واحد کے طور پر نقل کیا گیا ہو۔

تو معلوم ہوا اہل علم کے ہاں محضر پر دستخطوں کا کوئی معقول ثبوت ہی نہیں۔

۲۔ اس محضر کے جعلی اور باطل ہونے میں جو بات تاکید پیدا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ شیخ ابن الابار نے ان علماء سے سماع پر تصریح

کی جن کے بارے میں محضر میں ہے کہ ان سے شیخ ابن دحیہ کا سماع ثابت نہیں حالانکہ یہ جرح میں اس قدر متشدد ہیں کہ کسی کے ضبط و عدالت میں ادنیٰ شک بھی ہو تو اسے یہ قبول نہیں کرتے۔انہوں نے شیخ ابن دحیہ کی ثنا کرتے ہوئے لکھا۔

وکان بصیراً بالحدیث معتنیاً بتقییدہ مکبا علی سماعہ حسن الخط معروفاً بالضبط لہ حظ وافر من اللغة ومشارکة فی العربیة وسواھا	یہ حدیث کے ماہر' ان کا وسیع مطالعہ اور مفہوم سمجھنے والے' سماع حدیث کے حریص' خوبصورت تحریر ضبط میں معروف اور لغت' علوم عربیہ اور دیگر میں خوب ماہر تھے۔

(التکملة۔۳'۱۶۵)

پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ لکھا۔

کتب الی بالا جازة سنة (٦١٣)	انہوں نے مجھے بھی ٦١٣ میں روایت حدیث کی تحریری اجازت دی۔

اسی طرح شیخ ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر غرناطی (٦٢٨۔٧٠٨) نے مشائخ سے سماع کی تصریح کی ہے۔

کان معتنباً بالعلم مشارکاً فی فنون منہ مجتھداً بالاخذ من الشیوخ ذاکراً للتاریخ والاسانید ورجال	علوم کا اہتمام اور متعدد فنون کے ماہر' مجتھد' شیوخ سے خوب حدیث کا سماع رکھنے والے' تاریخ اسانید' رجال حدیث اور جرح

الحدیث والجرح والتعدیل	و تعدیل کے حافظ سنی اور اہل
سنیاً مجانباً لاھل البدع	بدعت کے مخالف تھے۔
(صلۃ الصلۃ ۔۴: ۸۴)	

شیخ حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبدالملک مراکشی (۶۳۴۔۷۰۳) نے مصنف کے مخالف ہونے کے باوجود اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

کان راویۃ للحدیث	یہ حدیث کے راوی، شیوخ سے
شدیدالعنایۃ بلقاء المشائخ	ملاقات اور ان سے حصول
والاخذ عنهم متسع الروایۃ	احادیث کا سخت اہتمام اور کثیر
جید الخط محکم التقیید	روایت کرنے والے، خوبصورت
ذاکرا تواریخ المحدثین	تحریر، قیودات علوم سے آگاہ۔
واخبارھم حافظاً لاداب	محدثین کے حالات و اخبار سے
(الذیل والتکملہ ۔۸: ۲۰۸)	خوب آگاہ اور آداب کے حافظ تھے۔

ایک اور اہم شہادت

محضر میں مذکور مشائخ سے سماع پر ایک اہم شہادت صاحب تفسیر امام ابوحیان اندلسی کی بھی ہے۔

یاد رہے یہ عالم اندلسی ہیں لیکن مشرق میں رہے جب انہوں نے ایسی بات سنی تو فی الفور وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اندلس میں ان کا مشائخ قدماء سے سماع ثابت ہے اور جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط

ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی' امام ابوحیان کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

اشتهر بهذه البلاد فی افواه شبان المحدثين انه تكلم فيه ولا يبعد سماعه من ابن زرقون فقد سمع من تلك الحلبة كالسيهلى وغيره وقد وجدت سماعه بالاندلس على هذه الطبقة التی فيها ابن زرقون

(لسان المیزان۔۴'۲۹۶)

ان علاقوں میں نوجوان محدثین کی زبان پر مشہور ہے کہ ان میں کلام و جرح ہے لیکن ان کا شیخ ابن زرقون سے حدیث لینا کوئی بعید نہیں کیونکہ انہوں نے اس حلقہ مثلاً امام سہیلی اور دیگر محدثین سے حدیث کا سماع کیا ہے اور میرے علم میں ہے کہ انہوں نے اس طبقہ سے بھی سماع کیا ہے جس میں شیخ ابن زرقون ہیں۔

ڈاکٹر ابراہیم بن صدیق غماری اس شہادت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وهذا شهادة اندلسی عالم خبير ثقة امام عاش بالاندلس مدة فعرف مايجری فی محيطها العلمی ثم ادی شهادته بالمشرق مدافعاً عن الرجل و معدلاً له

یہ ایسے اندلسی عالم باخبر اور ثقہ کی گواہی ہے جو امام اور اندلس میں کافی مدت رہنے والے ہیں یہ وہاں کے علمی معاملات سے خوب آگاہ ہیں پھر انہوں نے موصوف کا دفاع اور انہیں عادل قرار دیتے ہوئے مشرق میں گواہی دی ہے۔

کوئی بنیاد ہی نہیں

ان قوی شہادتوں کے بعد لکھتے ہیں۔

وذلك يفيد جملة وتفصيلاً ان ما ادعاه صاحب المحضر لااساس له فيكون هذا ان المضمونان قد سقطا امام التمحيص

یہ تمام گفتگو بتا رہی ہے کہ صاحب محضر سنہوری کے دعووں کی کوئی بنیاد نہیں تو اب دونوں الزامات تحقیق و تمحیص کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔

(حقیقۃ المحضر ـ ۱۶۹)

اتہام و دشمنی پر سزا

سلطان کامل نے اس بے بنیاد اتہام پر شیخ سنہوری کو سزا دی۔ کوڑے لگائے۔ گدھے پر سوار کیا شہر میں پھرایا۔ شیخ تقی الدین احمد بن علی مقریزی (۸۴۵) نے اسی سزا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

لما ضرب طيف به الى انتهى الى منزل ابن دحية فلما سمع النداء عليه خرج اليه والقى عليه ثوبه وكلم فيه السلطان فخرج امره بالخروج عن الديار المصرية فتوجه نحو العراق ثم دخل بلاد العجم

جب اسے سزا دیتے ہوئے پھیرایا گیا اور وہ ابن دحیہ کے گھر کے پاس پہنچے تو وہ ان کی آواز سن کر باہر آئے اور اپنی چادر اُن پر ڈال دی اور سلطان سے چھوڑنے کی سفارش کی تو اسے علاقہ مصر سے نکال دیا گیا تو وہ عراق کی طرف

وتوفی هناك فی حدود عشرین وستمائه علی مابلغنی

چلے گئے اس کے بعد وہ بلاد عجمی میں رہے اور وہاں ہی تقریباً ۶۲۰ میں فوت ہوئے۔

پھران کے شیخ ابن دحیہ پر کذب اور اتہام بازی کے بارے میں لکھا۔

وانا ابرأ الی الله من عهدته وما تجرأ علیه من قبیح فعلته والحسدداء لادواء له
(المقفی الکبیر۔ ۱۴۹/۱)

انہوں نے جو ابن دحیہ پر حملہ اور جرأت کی ہے یہ اس کا قبیح فعل ہے میں اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں برأت کا اعلان کرتا ہوں حسد ایسی بیماری ہے جس کا علاج نہیں۔

بڑی عمر میں حصول علم

اس سنھوری کے محضر نامہ میں ایک اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے علم و حدیث بڑی عمر میں حاصل کیا نہ کہ ابتدائی اور نوجوانی میں اور اس اعتراض کا مقصد بھی اس بات کو پختہ کرنا ہے کہ قدماء مشائخ سے ان کا سماع ثابت نہیں کیونکہ وہ ان کی جوانی میں فوت ہوئے۔

جواب۔

۱۔ ہم نے پہلے اعتراض کے جواب میں جو کچھ لکھا اس میں اس کا جواب موجود ہے کہ جب ان مشائخ سے ان کا سماع ثابت و

واضح ہے تو پھر یہ اعتراض کیوں؟

۲۔ یہ جوانی کے عالم میں دانیہ کے قاضی تھے کیا یہ منصب حصول علم سے پہلے مل گیا تھا؟

۳۔ اس کے اعتراض کے ابطال کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے مخالفین نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ نہایت کامل حفظ' ضبط مطالعہ اور متعدد علوم خصوصاً لغت کے ماہر و حافظ تھے اور لغت میں پختگی اور مہارت کے لئے بچپن سے سیکھنا ضروری و لازم ہے یہ علم بڑی عمر میں حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔

ان حالات سے اشکار ہے کہ ان کا ماہر لغت و حدیث ہونا اندلس' جایہ اور تونس میں مشہور تھا۔ حالانکہ اس وقت ان کی عمر تقریباً چالیس تھی ان علوم میں ان کی مہارت و شہرت کا یہ عالم تھا۔

حتی ان الامراء کا نوایدعونہ لتادیب اولادھم	حتیٰ کہ حکمران اپنی اولاد کی تربیت و تعلیم کے لئے ان کی خدمات حاصل کیا کرتے۔

پھر ان کے علوم کو جانچنے کے لئے کئی مجالس کا انعقاد ہوا۔ کئی مناظرے ہوئے جن میں وہ غالب آئے اور کئی کتب مثلاً التنویر فی مولد السراج المنیر' زبانی املا کروائیں یہ تمام امور اس پر شاہد ہیں کہ انہوں نے یہ علوم ابتدائی عمر میں حاصل کیے۔

ہماری بات کی تائید شیخ ابوالعباس احمد بن احمد بن عبداللہ الغبرینی کے یہ الفاظ نہایت ہی واضح طور پر کر رہے ہیں ان کے لغت کے ماہر

ہونے کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

وكان من احفظ اهل زمانه للغة حتى صار حوشي اللغة عنده مستعملاً غالباً عليه ولا يحفظ الانسان من اللغة حوشيها الاو ذلك اضعاف اضعافه من مستعملها رأيت من كلامه كثيراً في رسائل ومخاطبات كلها مغلقات ومقفلات

یہ اپنے دور کے سب سے زیادہ لغت کے حافظ و ماہر حتیٰ کہ غالب مستعمل لغت کا یہ ذخیرہ تھے۔انسان لغت کا ماہر و حافظ اس وقت ہوتا ہے جب وہ مستعمل سے کئی گنا زیادہ کا علم رکھتا ہو۔میں نے ان کے کلام کے حوالہ سے ان کے کثیر خطوط وتحریرات دیکھی ہیں وہ تمام کے تمام نہایت مغلق اور مشکل تھے۔

اس کے بعد سلطان ابوعلی بن یرموز کی طرف ایک خط کا ذکر کیا۔

لماوصلت هذه الرسالة لابى على بن يرموز لم يفهم لغتها فاستحضر كتب اللغة الصحاح وغيرها ليفد ويظهرله معناها فلم تنفع له الابعد ايام حتى سافرت الاجفان

جب ان کا خط ابو علی بن یرموز کے ہاں پہنچا تو اس کے الفاظ نہ سمجھ پائے حتیٰ کہ کتب لغت وغیرہ کے ذریعے اس کی مشکلات کا ازالہ کر کے اس کے معانی سے آگاہی حاصل کی اور اس کے سمجھنے میں کچھ دن لگے حتیٰ کہ کشتیاں جا چکی تھی۔

(عنوان الدرایہ۔۲۷۰)

شیخ استاذ ابراہیم بن الصدیق بخاری اسی طعن کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بل ان محتوی ذلك الكتاب يدل على اخذه فى شبيبته ويبعدان يكون نلقى ذلك بعد ما كبر سنه

بلکہ اس کتاب کے مشمولات بتاتے ہیں کہ انہوں نے نوجوانی میں علم حاصل کیا کیونکہ ایسی اشیاء کا حصول کبر سنی میں بعید ہوتا ہے۔ (حقیقۃ المحضر ۔۱۷۲)

۴۔ کبر سنی میں چونکہ حصول علم عیب سمجھا جاتا ہے لہٰذا ایسے آدمی کے حالات میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو اگر شیخ ابن دحیہ کا یہ معاملہ ہوتا تو ان کے حالات میں سنہوری کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ذکر کرتے۔حالانکہ یہ بات صرف سنہوری نے ہی لکھی ہے۔

۵۔ تمام اہل علم نے قدماء شیوخ سے ان کا حدیث حاصل کرنا تحریر کیا ہے یہ تبھی ہے کہ انہوں نے ابتدائی عمر میں حدیث و علم حاصل کیا نہ کہ کبرسنی میں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲) شیخ ابوبکر محمد بن یوسف ابن مسدی اندلسی غرناطی (۶۶۳) سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابن دحیہ نے ۵۶۰ اور ۵۷۰ کے درمیان اندلس میں حدیث پڑھی۔

سمع بالاندلس من ابن خير وابن بشكوال والسهيلى

انہوں نے اندلس میں شیخ ابن خیر امام ابن بشکوال، امام سہیلی اور ایک

وجماعة ثم رأيت بخطه انه	جماعت محدثین سے حدیث پڑھی
سمع بين الستين الى	انہوں نے لکھا انہوں نے ۵۶۰ اور
السبعين وخمس مائه من	۵۷۰ کے درمیان جماعت محدثین
جماعة كابى بكر ابن خير	مثلاً سماع کیا شیخ ابوبکر بن خیر لوائی
واللوالى وابى الحسن بن	ابوالحسن بن حبیش اور اس کا کسی
حبيش وليس ينكر عليه	نے رد نہیں کیا۔

(لسان المیزان۔۴۔۲۹۴)

امام شمس الدین محمد عثمان ذہبی (۷۴۸) شیخ ابوعبداللہ الابار کے حوالہ سے لکھتے ہیں یہ صحابی رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اور ابوالبسام الحسینی کی اولاد میں سے ہیں۔

سمع ابابكربن الجد وابا	اور انہوں نے امام ابوبکر بن جد'
القاسم بن بشكوال وابا	امام ابوالقاسم بن بشکوال' ابوعبداللہ
عبدالله بن المجاهد وابا عبد	بن مجاہد' ابوعبداللہ بن زرقون'
الله بن زرقون واباا لقاسم بن	ابوالقاسم بن حبیش' ابومحمد بن
حبيش وابامحمد بن عبيد	عبداللہ اور ابو محمد بن بوتہ سے
الله وابا محمد بن بوته	حدیث پڑھی۔

دوسرے مقام پر شیخ ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن بشکوال (۴۹۴۔۵۷۸) کے تلامذہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ان میں۔

موسیٰ بن عبدالرحمن الغرنا	شیخ محمد موسیٰ بن عبدالرحمٰن غرناطی'

ابوالخطاب بن دحیہ اور ان کے بھائی ابوعمرو شامل ہیں۔	طی وابوالخطاب بن دحیة واخوه ابوعمرو

(تذکرة الحفاظ:۴-۹۰)

سزا کا سبب

پیچھے آپ نے شیخ تقی الدین مقریزی کے حوالہ سے پڑھا کہ سلطان کامل نے شیخ سنہوری کو شیخ ابن دحیہ کی مخالفت پر سزا دی تھی اور مصر سے اسے نکال دیا۔ اس سزا کا سبب کیا بنا؟ اس کا سبب محضر نامہ کو قرار دینا درست دکھائی نہیں دیتا کیونکہ شیخ سنہوری سلطان کے ہاں شیخ ابن دحیہ کا مقام جانتے تھے تو وہ کیسے ان کے نسب اور روایت پر محضر نامہ کی صورت میں طعن کر سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے بھی اس سزا کا ذکر کیا انہوں نے مخالفت شیخ ابن دحیہ کلبی کی بات تو کی مگر محضر نامہ کا ذکر تک نہیں کیا تو مخالفت کا سبب سنہوری کا دعویٰ سماع بھی ہو سکتا ہے۔ جس کی تکذیب شیخ ابن القطان وغیرہ نے بھی کی تھی ممکن ہے جب شیخ ابن دحیہ نے ان کی تکذیب کی تو انہوں نے حسب مزاج زبان طعن دراز کی ہو جسے سلطان برداشت نہ کر سکا۔

مثلاً شیخ ابن الابار' ابن عبدالملک اور ابن مسدی نے سزا کا لکھا مگر محضر کا ذکر نہیں کیا شیخ ابن الابار نے شیخ سنہوری کے حالات میں لکھا ہمیں شیخ ابوالقاسم بن ابی کرامہ تونسی نے بتایا۔

ان السنهوری هذا لما انصرف الی مصر امتحن بملكها الكامل محمد بن عادل ابی بکر بن ایوب لاجل معاداته ابا الخطاب ابن الجمیل فضرب بالسیاط وطیف به علی جمل مبالغة فی اهانته

یہ شیخ سنہوری جب مصر لوٹے تو شیخ ابوالخطاب بن جمیل کی دشمنی کی وجہ سے سلطان کامل محمد بن عادل ابوبکر بن ایوب کے ہاں مصیبت میں مبتلا ہوئے تو اس نے انہیں کوڑے لگوائے اور شہر میں سواری پر پھیرا کر ذلیل کیا۔

(التکملۃ ۔ ۱:۱۵۰)

اسی طرح شیخ ابن عبدالملک نے لکھا۔

ولما عاد مصر امتحن بسبب ابن دحیة فضرب بالسیاط وطیف به علی جمل مبالغة فی اهانته

جب سنہوری مصر واپس لوٹے تو ابن دحیہ کی وجہ سے وہ مصیبت میں پڑے تو انہیں کوڑے لگانے اور شہر میں سواری پر پھیرا کر رسوا کیا گیا۔

(لسان المیزان ۔ ۱: ۵۴۴)

اگر کوئی محضر نامہ ہوتا تو ابن عبدالملک اس کا تذکرہ ضرور کرتے کیونکہ یہ بعد کے بھی ہیں اور ابن دحیہ کے خلاف بھی ہیں۔

شیخ ابن مسدی کے الفاظ اس قدر ہیں کہ سلطان نے انہیں سزا دی جب انہیں شہر میں پھیرایا جارہا تھا۔

اجتـازوا علـى بيت ابن دحية فـخرج والقى ثوبه عليه و كلم فيـه الـكـامل فامر باخراجه من البلاد

(لسان المیزان:۱-۲۹۴)

جب سپاہی انہیں ابن دحیہ کے گھر کے پاس سے لے کر گزرے تو وہ گھر سے باہر آگئے اور اپنی چادر ان پر ڈال دی اور سلطان کامل سے چھوڑنے کا کہا تو سلطان نے ملک بدری کا حکم جاری کر دیا۔

اس میں صرف اتنا ذکر ہے کہ شیخ ابن دحیہ کلبی نے مخالفت کے باوجود سنھوری کی سفارش کی لیکن محضر کی طرف ادنیٰ اشارہ بھی نہیں کیا ان تمام حقائق سے واضح ہو رہا ہے کہ ایسا محضر نامہ تھا ہی نہیں کہ جسے کوئی لکھتا اور اس سے نقل کرتا۔ڈاکٹر ابراہیم بن صدیق غماری نے خوب کہا۔

لـم يقل احد ممن ذكره انه راه ولا نـقـلـت رؤيتـه اورؤية خطـوط الـعلماء فيه عن احد سواء كان ثقة او غير ثقة و كل من ذكـره انـما نقل محتوياته عن السنهوری نفسه

(حقیقۃ المحضر-۱۷۴)

کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس نے محضر نامہ دیکھا ہے نہ ہی اسے کسی کا دیکھنا یا اس میں علماء کے دستخط دیکھنا نقل کیا سوائے سنہوری کے کسی سے منقول نہیں نہ ثقہ سے اور نہ غیر ثقہ سے جس نے بھی اس کا تذکرہ کیا اس نے سنہوری سے ہی لیا ہے۔

واقعہ شیخ ابوالحسن علی المقدسی کی تفصیل

دوسری دلیل جو ان کے کذب وضعف پر بیان کی جاتی ہے وہ یہ واقعہ ہے، شیخ ابن نجار نے حافظ ابوالحسن علی بن مفضل مقدسی (۵۴۴۔۶۱۱) سے نقل کیا ہم عام مجلس سلطان میں بیٹھے تھے، وہاں ابن دحیہ بھی تھے، مجھ سے سلطان نے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا، میں نے وہ حدیث ذکر کی، اس نے پوچھا اس کا راوی و ناقل کون ہے؟ اس وقت مجھے اس کی سند یاد نہ تھی بعد میں مجھے شیخ ابن دحیہ ملے تو کہنے لگے جب سلطان نے تم سے سند پوچھی تھی تم کوئی بھی سند بیان کر دیتے کسی کو کیا معلوم یہ سند صحیح ہے یا نہیں؟ تو تمہاری عزت اس کے ہاں زیادہ ہوجاتی۔

فعلمت انه جری علی الکذب تو اس سے میں نے یہ محسوس کیا ابن دحیہ جھوٹ بولنے والے ہیں۔

جواب۔ کچھ حقائق کا تذکرہ

اس اعتراض کے جواب کے لئے تمہیداً کچھ اور حقائق کا سامنے لانا ضروری ہے وہ یہ کہ صفی الدین ابو محمد عبداللہ بن علی المعروف ابن شکرالوزیر (۵۴۸۔۶۶۲) اور شیخ ابن دحیہ کے درمیان عداوت تھی، اس کی وجہ سلطان کامل کے ہاں شیخ کے مقام پر حسد تھا تو اس وزیر مالکی نے مدرسہ قائم کیا اور ابن دحیہ سے مقابلہ کے لئے شیخ علی بن المفصل کو وہاں مقرر کیا متصود سلطان کامل کے ہاں ابن دحیہ کے مقام کو گرانا تھا، اس حقیقت کو شیخ ابن سید الناس نے ان الفاظ میں ذکر کیا۔

کان ابو الخطاب قدنال من الملك الكامل ارفع خطوة لاتكاد تحل لابی الخطاب اذا دخل عليه حبو ة فبلغ فی دولته كل الاقتراح وامتزج كل منهما بالآخر امتزاج الماء بالراح حتی خص اكابر دولته من ذلك بالداء الدوی وغص الصفی ابن شكر بصفاء مورد ذلك الودالروی فعالج كل العلاج ليفسد ذلك الامتزاج

شیخ ابوالخطاب نے سلطان کامل کے ہاں ایسا بلند مقام پایا کہ ابوالخطاب کو وہاں سے نیچے لانا دشوار ہے کہ اس حکومت میں ہر لحاظ سے مقام پایا اور وہ ایک دوسرے سے اس طرح حل ہوئے جیسے پانی دودھ حتیٰ کہ اکابرین حکومت کو اس پر حسد عارض ہوگیا یا اور صفی بن شکر اسی حسد کی لہر کی نذر ہو گئے اور وہ اس میں اس قدر کوشاں تھے تا کہ یہ اتصال فساد

فكان فى سعيه ذلك ان بنى
مدرسة لمذهب مالك و
استقدم لها الحافظ ابا الحسن
ابن المقدسى ليزاحم ابن
دحية به ويد حضه عند الملك
الكامل فى منصبه فلم يتهيأ
ذلك له ولازحزحه عن تلك
المنزلة وكانت تقع فى ذلك
من ابن المقدسى فيه امور
ونفثات مصدور يشيعها من
اصحاب ابى الحسن من
يعرف و من لايعرف ويذيعها
من تنكر منهم ومن تعرف
وربما زاد فيها السامع حين
ادى واتى من حيث لايشعر
شيأ ادا وانما وصلت اليه
مرسلة ونقلت الينا مجملة لا
مفصلة لايعول عليها فى
جرح ولا بستند اليها فى قدح
واخال من ذلك حديث

سے بدل جائے تو ان کی کاوش
مذہب مالکی کے لئے ایک مدرسہ کا
قیام بھی ہے اس کے لئے انہوں
نے حافظ ابوالحسن بن مقدسی کو بلایا
تاکہ ابن دحیہ کا مقابلہ کیا جاسکے
اور سلطان کامل کے ہاں منصب
ختم کیا جائے لیکن وہ اس میں
کامیاب نہ ہوئے اور نہ ہی اس
مقام سے گرا سکے۔ اس وجہ سے
ابن مقدسی سے چند امور اور حسد
کی چیزیں میں صادر ہوئیں، علم
رکھنے والے اور نہ علم رکھنے والے
اصحاب شیخ ابوالحسن نے انہیں خوب
پھیلایا اور ہر بری وا چھی خبر ان
کے بارے میں مشہور کر دی۔
متعدد اشیاء سامعین نے اس میں
شامل بھی کر دی حالانکہ یہ چیزیں
متصلاً نہ پہنچی تھیں بلکہ مجمل طور پر
ہم تک آئی ہیں لہٰذا جرح میں ان
پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی

ظلم کے سوا کچھ نہیں۔

کچھ آئمہ کے اقوال

پیچھے متعدد اہل علم کے اقوال شیخ موصوف کے حفظ و ضبط اور وسعت مطالعہ کے حوالہ سے گزرے ہیں یہاں کچھ ایسے اقوال ذکر کیے جارہے ہیں جو انہوں نے کچھ لوگوں کی جرح و طعن نقل کرنے کے بعد لکھے ہیں۔

۱۔ شیخ ابن سید الناس کہتے ہیں کہ مجھے شیخ کمال الدین محمد بن یحیٰی ہمدانی نے کہا ہمارے نزدیک شیخ ابوالخطاب کی گفتگو متروک اور ان کی خطا وصواب قابل اعتنا ہی نہیں اس پر لکھتے ہیں۔

ولیس ذلك فیما اظن الامن بقیة تلك الاثار واللہ ینزل الجمیع بعفوہ فی الایراد والاصدار

میری رائے میں یہ معاصرین کی تنقید کے بقایات میں سے ہے اللہ تعالیٰ تمام کو ان کے اعتراض وارد کرنے اور رجوع کرنے پر معاف فرمادے۔

(اجوبۃ ابن سید الناس۔ ۲۴۹)

۲۔ شیخ تقی الدین مقریزی (۸۴۵) شیخ سنہوری کے اتہامات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

انا ابرأ الی اللہ من عہدتہ وما تجرأ علیہ من تقبیح فعلتہ والحسدداء لادواء لہ

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی ذمہ داری اور ابن دحیہ پر ان کے حملوں سے برأت کا اعلان کرتا

(المقفی الکبیر: ۱۔۱۴۹) ہوں حسد ایسی بیماری ہے جس کی کوئی دوانہیں۔

۳۔ علامہ احمد بن محمد المقری تلمسانی (۱۰۴۱) لکھتے ہیں۔

تکلم فیه جماعة فیماذ کره ابن النجار وقدره اجل مما ذکروه

بقول ابن نجار ایک جماعت نے ابن دحیہ پر جرح کی ہے لیکن ان کا مقام اس جرح سے کہیں بلند وبالا ہے۔ (نفح الطیب: ۲۔۳۰۶)

۴۔ شیخ محامی عباس عزاوی نے ''النبراس فی تاریخ خلفاء بنی العباس'' کے مقدمہ میں بہت ہی خوبصورت بات کہی ہے۔

اشتهر المترجم فی ثقافات متعددة عرف بالتاریخ کما ذاع صیته فی الحدیث وهو من النوابع فی الاداب والعلوم

شیخ ابن دحیہ کی متعدد ثقافات میں شہرت ہے تاریخ کے ماہر ہیں جیسا کہ حدیث میں مشہور ومقبول زمانہ تو یہ اداب وعلوم میں چشمہ ومرکز کا درجہ رکھتے ہیں۔

اس کے بعد لوگوں کے طعن وجرح کی بات نقل کر کے لکھا۔

والتحلیل النفسی یسوقنا قطعاً الی انه کان من فحول العلم والادب وکفی ان نعین ماقاله بعض المؤرخین فیه لتتبین مااحدثه من

ان کی ذات کا تحقیق تجزیہ قطعی طور پر ہمیں یہ بتاتا ہے کہ یہ علوم وآداب میں کامل اور ماہر ہیں ہمارے لئے یہی کافی ہے جو بعض مورخین نے کہا اسے سامنے لائیں

نفسيات متعاكسة الا انه اذا لم يكن اعظم من ناقديه فلايقل عنهم مكانة (مقدمہ صہ ۵)

تاکہ ان کی شخصیت کی مختلف جہات سامنے آ جائیں۔ البتہ اگر وہ اپنے ناقدین سے بڑے نہیں تو ان سے کسی طرح مقام میں کم بھی نہیں۔

آگے چل کر کہتے ہیں۔

ہمارا مقصد ان کا تزکیہ یا دفاع نہیں مگر ان پر جو تنقید کی گئی ہے محض ذاتی و شخصی محسوس ہوتی ہے کیونکہ آج بلکہ موصوف کے دور میں سند حدیث کی قدر کتب کے مدون ہونے کی وجہ سے ختم ہوگئی اب وہ کتب ہر ایک کی دسترس میں ہیں اور ان کی طرف رجوع آسان ہے جیسا کہ نقد رجال کا حصول بھی کوئی دشوار نہیں۔

وان الحافظة يطرأعليها بعض الضعف من تراكم المعلومات والاضطراب فى التذكر وهذا عيب محدود لا يؤخذ عليه بهذه القسوة والفقدله ميزان فى الجرح والتعديل والامر كما يظهر ناشئ من منافسة دنيوية اواختلاف فى الاتجاه وكان

حافظہ پر کچھ ضعف عارض ہوا جیسا کہ تم نے معلومات میں پایا اور اس کے تذکرہ میں اضطراب بھی پایا لیکن یہ عیب اس قدر کم اور محدود ہے کہ اس کی وجہ سے سختی نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی ایسی تنقید جو جرح و تعدیل کی کسوٹی ہے اور یہ معاملہ (جیسا کہ ظاہر ہے) دنیاوی منافع کے حصول یا

بعض انداده من المعاصرين يراعون التحزب والتعصب بكل شدة هذا في حين ان صاحب نفخ الطيب يذكر حادث اختياره وظهور قدوته العلمية في الحديث

حصول منصب کے اختلاف کی وجہ سے ہوا۔ ان کے بعض معاصرین نے تفرق و تعصب میں پوری شدت اختیار کی حالانکہ اس کے ساتھ صاحب نفخ الطیب نے لکھا کہ اہل علم نے حدیث میں انہیں خوب پرکھا اور ان کا محدث ہونا مسلم طور پر سامنے آچکا تھا۔

تمام مؤرخین کا اتفاق

آگے لکھتے ہیں۔

والمؤرحون بحمعون على انه رجل عظيم يعدبين اكابر رجال العلم واعاظم المؤلفين ومشاهير الادباء والمحدثين وتد مضى الز من الذى يقبل فيه القول من كل قائل بل يجب ان ينبه على جهات الغلط ومن راجع

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ بڑے آدمی ہیں ان کا شمار' رجال علم' عظیم مصنف مشھور ادباء اور محدثین میں ہوتا ہے۔وہ دور گزر گیا جب ان کے بارے میں ہرقول قبول کرلیا جاتا تھا بلکہ اب تو غلط و نقص کی جھت کو مسترد کرنا لازم ہے۔جو بھی ان کے حالات

تاريخ الرجل علم انه لم يعدل في تاريخه عن بيان النص وايراد مرجعه في مواطن تضطرب فيها الاوهام او تلتبس الظنون والامور النقلية لايطلب منها اكثر من تصحيح النقل

(مقدمہ للنبراس۔ صہ۲)

سے آگاہی حاصل کرے گا (یہی ہمارا موضوع ہے) وہ جان لے گا کہ ان کے حالات بیان کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا نہ تو صحیح الفاظ ذکر کیے کچھ مقامات کا ایسا ذکر کیا کہ اس سے اوہام نے جنم لیا اور خیالات منتشر ہوئے حالانکہ امور نقلیہ میں صحت نقل سے بڑھ کر کوئی مطالبہ نہیں ہوتا۔

۵۔ اعتراض خامس: حدیث گھڑنا

ایک اعتراض ان پر یہ بھی اٹھایا گیا ہے کہ انہوں نے دوران سفر نماز مغرب میں قصر کے بارے میں حدیث گڑی ہے۔

حافظ ابن کثیر (ت۔۷۷۴) لکھتے ہیں۔

انه وضع حديثاً في قصر صلاة المغرب وتعرض بسبب ذلك لنقمة العامة حتى انه لما وصل غزه سنة ۶۱۶ھ خرج اهلها بالا سلحة والعصى

ابن دحیہ نے نماز مغرب میں قصر کے حوالہ سے حدیث گڑی اس کی وجہ سے عوام ان سے بگڑ گئے حتیٰ کہ جب وہ ۶۱۶ ہجری کو غزہ گئے تو لوگ اسلحہ' ڈنڈے اور پتھر لے

والحجارة الی الموضع الذی کر ان کی جائے قیام پر آئے اور
ھوفیہ وضربوہ ضربا شدیداً انہیں خوب پیٹا اور ان کے ساتھی
بعد ان انضرم من کان معہ بھاگ نکلے۔

(البدایہ)

جواب

۱۔ ان کے حالات جمع کرنے والوں میں سے ایک نے بھی ایسی بات ہرگز نہیں لکھی۔

۲۔ تمام محدثین نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ ان سے ایسی کوئی بات پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ حافظ عراقی نے شرح الفیہ فی الحدیث میں اس حکایت کے بارے میں لکھا۔

ان ثبت عنہ اگر یہ بات شیخ ابن دحیہ سے
(التبصرہ: ۱۔۳۰۹) ثابت ہو۔

یعنی انہوں نے اس حکایت کو تسلیم کرنے کے بجائے مشکوک قرار دیا اور ان کا یہ شک بالکل درست ہے کیونکہ شیخ موصوف کی زندگی میں ایسا جرم ہرگز ثابت نہیں۔

اسی طرح شیخ ابن ایبک نے شیخ ابن سید الناس سے جب یہی سوال کیا کہ۔

هل صح ان ابا الخطاب ابن دحية وضع حديث فی قصر صلاة المغرب	کیا یہ صحیح ہے کہ ابوالخطاب بن دحیہ نے قصر نماز مغرب کے حوالہ سے حدیث گڑی تھی؟

تو انہوں نے جواباً لکھا، شیخ ابن دحیہ کے حوالہ سے کچھ باتیں ایسی بیان کی جاتی ہیں۔

نقلت الینا مجملة لا مفصلة لایعول علیها فی جرح ولایتسند الیها فی قدح واخال من ذلك حدیث المغرب	جن میں اجمال ہے نہ کہ تفصیل تو جرح کے لئے ان پہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی یہ ان پر طعن کے لئے معتمد ہیں ان میں سے حدیث نماز مغرب بھی ہے۔

(اجوبۃ ابن سید الناس۔۲۵)

۳۔ اگر انہوں نے حدیث گڑنا ہوتو کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں گڑتے جس میں اختلاف ہوتا اور وہ معاملہ عمیق ومخفی ہوتا نماز مغرب میں عدم قصر تو اجماعی معاملہ ہے معاشرے کا کوئی باشعور آدمی ایسا پاگل پن نہیں کرسکتا چہ جائیکہ امت کا عظیم محدث اور صاحب مطالعہ ایسا کرے؟

۶۔ اعتراض سادس: ظاہری المذہب ہونا

ان پر یہ اعتراض بھی اٹھایا گیا ہے کہ یہ ظاہری المذہب ہونے

کی وجہ سے آئمہ اور اسلاف پر تنقید کرتے ہوئے زبان درازی کرتے۔
شیخ ابن دمیاطی کہتے ہیں۔

وکان ظاهری المذهب کثیر الوقیعة فی السلف — یہ ظاہری المذہب اور سلف پہ اکثر طعن کرنے والے ہیں۔

(ذیل تاریخ بغداد۔۲۱۔۱۵۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نقل کرتے ہیں۔

کثیر الوقیعة فی الائمة وفی السلف من العلماء — یہ آئمہ اور سلف علماء پر بہت زیادہ طعن کرنے والے ہیں۔

(لسان المیزان۔۴،۲۹۶)

جواب

۱۔ کچھ اہل علم نے لکھا ہے کہ یہ شافعی المذہب تھے نہ کہ ظاہری المذہب، شیخ مبارک بن احمد ابن شعار موصلی (۵۹۳،۶۵۴) نے انہیں شافعی قرار دیا ہے۔ شیخ جمال عزون انہی کے حوالہ سے کہتے ہیں، شیخ ابن نجار نے انہیں اگرچہ ظاہری المذہب لکھا مگر

وقد اعتبر ابن الشعار ابن دحیة شافعی المذهب — شیخ ابن شعار نے ابن دحیہ کو شافعی المذہب قرار دیا ہے۔

(عقود الجمان:۵۔۳۱۰)

اسی طرح کچھ نے انہیں مالکی بھی لکھا ہے شیخ محمد مخلوف

(١٣٦٠) نے اپنی کتاب 'الشجرة الزكية فی طبقات المالكيه' میں انہیں علماء مالکیہ میں شمار کیا۔

ان کا تعارف ان کلمات میں لکھا ہے۔

الامام البصير بالحديث المعروف بالضبط الوافى الحظ من اللغة والعربية وغيرهما سمع عن ابن بشكوال وابن الجد وابن خيروابن زرقون وابن حبيش وابن عبيد الله وابن مضاء حدث بتونس سنة ٥٩٥ھ عن هؤلا بصحيح مسلم و عن آخرين منهم ابن المناصف وابن قرقول ولى قضاء دانية مرتين رحل لتلمسان ثم تونس و حج و كتب بالمشرق عن جماعة باصبهان ونيسا بور واستوطن القاهرة ونال جاهاً ودنيا عريضة أخذعنه الناس منهم

امام' ماہر حدیث ضبط میں معروف' لغت' عربیہ وغیرہ کے ماہر' امام ابن بشکوال' ابن اجد' ابن خیر ابن زرقون' ابن حبیش' ابن عبید اور ابن مضاء سے حدیث پڑھی ۵۹۵ ہجری میں ان اساتذہ سے تیونس میں صحیح مسلم روایت کی اور دیگران ائمہ ابن مناصف' ابن قرقول سے شہر دانیہ کے دو دفعہ قاضی مقرر ہوئے۔تلمسان وتیونس گئے۔ حج کیا۔ اصبھان اور نیشا پور میں ایک جماعت محدثین سے حدیث لکھی۔ قاہرہ مقیم ہوئے وہاں خوب منصب و دنیاوی عزت پائی ان سے لوگوں نے حدیث پڑھی ان میں ابن الابار اور ابوالحسن لوائی بھی ہیں ان کی تصانیف میں اعلام

ابن الابار وابوالحسن اللوائی له تالیف منها اعلام النص المبین فی المفاضلة بین اهل صفین توفی سنة ۶۳۲ھ (شجرة النور الزکیة فی طبقات المالکیة:۱۔۲۵۸)

النص المبین فی المفاضلة بین اهل صفین بھی ہے۔

۲۔ ظاہری المذہب ہونے سے یہ کب لازم آجاتا ہے کہ وہ شخص قابل اعتبار ہی نہ رہے کیا کسی نے ایسے شخص کو گمراہ قرار دیا ہے۔ اہل علم نے ہمیشہ ایسے علماء کا احترام کیا ہے مثلاً۔

امام اسحاق بن راھویہ' شیخ داؤد ظاہری اور شیخ ابن حزم رحمھم اللہ تعالیٰ کی اراء احترام سے نقل کیں ہیں جبکہ ایک دور میں ظواہر کا اس قدر غلبہ تھا کہ اسے چوتھا مذہب قرار دیا گیا۔ شیخ محمد زاہد کوثری لکھتے ہیں۔

فانتشر القول بالظاهر فی الشرق حتی کان المذهب الظاهری رابع المذاهب الاربعة فی القرن الرابع کما فی احسن التقاسیم ثم حل محله المذهب الحنبلی فی البلاد الشرقیة منذ من القاضی ابی یعلی الحنبلی

مشرق میں ظاہری مذہب کا غلبہ ہوگیا حتیٰ کہ چوتھی صدی ہجری میں مذہب ظاہری' مذاہب اولیہ میں سے چوتھا مذہب تھا جیسا کہ احسن التقاسیم میں ہے پھر قاضی ابویعلی حنبلی کے دور میں ان علاقوں میں مذہب حنبلی نے اس کی جگہ لے لی۔

(مقدمہ النبذ فی اصول الفقہ

الظاہری:۴۸۲)

۳۔ ایسے علماء کا دیگر اہل علم سے اختلاف کرتے ہوئے انہیں سخت و سست کہہ دینا سبب جرح نہیں ہوا کرتا آج تک کسی نے بھی ایسی بات ہر گز نہیں کی۔ شیخ ابن حزم کے بارے میں لوگوں کو کس قدر شکایت ہے مگر ان کی علمی آراء کو اس وجہ سے پھینک تو نہیں دیا گیا۔

امام زاھد کوثری ہی لکھتے ہیں شیخ ابن حزم۔

وسعت علم کے باوجود اہل علم پر کثرت سے حملہ آور ہوتے' ان کی طلاقت لسانی کو حجاج کی تلوار شمار کیا گیا ہے۔	علی سعة علمه كان كثير التهجم والا ستطالة حتى عد لسانه كسيف الحجاج

(ایضاً)

ایک اور بات کا نوٹس

یہاں ایک اور بات کا نوٹس لینا بھی ضروری ہے شیخ جمال عزون نے شیخ ابن شعار کے حوالہ سے لکھا۔

ان الملك مظفر الدين انفرد شئ ما سبقه احد اليه من الملوك الماضين والخلفاء المتقدمين واختص به دونهم (مقدمة الايات، ۱۰۱)

محفل میلاد منعقد کرنے میں یہ حکمران مظفر الدین ہی منفرد ہیں ان سے پہلے کسی بادشاہ اور خلیفہ نے ایسا نہیں کیا تو یہ عمل صرف انہی کا ہے نہ کہ دیگر حکمرانوں کا۔

نکتۂ نظر سے اختلاف

ہمیں اس نکتہ نظر سے بھی اختلاف ہے کہ سب سے پہلے حکومتی سطح پر میلاد بنانے والے یہی حکمران ہیں کیونکر اس سے پہلے بھی بعض حکمرانوں کا میلاد منانا ثابت ہے مثلاً اہل تاریخ نے سن ۴۸۴ ہجری کے تحت جلال الدولہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بارے میں لکھا جب وہ مہمات سے فارغ ہو کر دوسری مرتبہ بغداد آئے تو انہوں نے خوب دھوم سے محفل میلاد کا انعقاد کیا۔

۱۔ امام عزالدین ابن اثیر شیبانی (۶۳۰) لکھتے ہیں۔

فی هذه السنة فی شهر رمضان

اس سال (۴۸۴) میں ماہ

وصل السلطان الی بغداد وهی المرة الثانية ونزل بدار المملكة ونزل اصحابه متفرقين......وعمل الميلاد بغداد و تانقوا فی عمله فذكر الناس انهم لم يروا بغداد مثله ابدا

(الکامل فی التاریخ: ۸۔ ۳۴۹)

رمضان میں سلطان بغداد آئے ان کی یہ آمد دوسری دفعہ تھی، وہ دارالمملکت میں اور ان کے رفقا دیگر مقامات پر ٹھہرے اور بغداد میں میلاد کروایا گیا لوگ ان کے اس عمل پر بہت ہی خوش ہوئے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کی مثل بغداد میں کبھی نہیں دیکھا۔

۲۔ امام شمس الدین محمد عثمان ذہبی سن (۴۸۴) کے تحت کہتے ہیں۔

وفی رمضان وصل السلطان الی بغداد وهی القدمة الثانية وبادر الی خدمته اخوه تاج الدولة تتش صاحب دمشق و قسيم الدولة اقسنقر صاحب حلب و غيرهما من امراء النواحی فعمل الميلاد بغداد و تانقوا فی عمله علی عادة العجم وانبهر الناس وراؤ أشياء لم يعهدوه من كثرة النيران

ماہ رمضان میں سلطان بغداد آئے اور یہ دوسری دفعہ آنا تھا۔ ان کی خدمت میں ان کے بھائی تاج الدولہ تتش صاحب دمشق قسیم الدولہ اقسنقر صاحب حلب اور دیگر اطراف سے مختلف امراء بھی آئے، بغداد میں میلاد کی محفل سجائی گئی اور لوگوں نے بطریق عجم ان کے اس عمل پر خوب خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم نے اس قدر روشنی کبھی نہیں دیکھی۔

(تاریخ اسلام، حوادثات: ۴۸۴)

سرکاری مجلس مولود

اسی بات کا تذکرہ مولانا حسن مثنیٰ ندوی نے اپنے مقالہ "جشن میلاد نبی ﷺ" میں کیا ہے۔ سرکاری مجلس مولود کے عنوان کے تحت کہتے ہیں۔

عہد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آبق خوارزمی نے ۴۶۸ء میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ وہی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں دوسری طرف یوسف بن تاشقین کو عروج ہوا اور اس نے درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک میرے قبضے میں ہے اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کا لقب مرحمت ہو۔ مقتدی نے اسے سند بھیجی۔ "سلطان" کا لقب اور "امیر المومنین" کا خطاب عطا کیا۔ اسی یوسف بن تاشقین نے شہر مراقش کی بنیاد رکھی تھی۔ جو آج تک اس کی یادگار ہے بلکہ اُس دور کی بھی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی مہمات سے فارغ ہو کر سالہا سال کے بعد جب بغداد پہنچا تو یہ ۴۸۴ھ تھا۔ اُس نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلسِ مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی۔ اس لیے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلسِ مولود اور تذکار رسول مقبول ﷺ کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہ بڑی غلطی ہے، یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کا آغازِ قیام پاکستان کے

بعد ہوا۔ حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ قیامِ پاکستان سے پہلے مجالسِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتنے اہتمام سے منعقد کی جاتی تھیں۔ ماہ مبارک ربیع الاول کی چھوٹی بڑی مجلسیں تو الگ رہیں، یہ حال تھا کہ موقع مسرت کا ہو یا غم کا۔ مسلمان تذکار رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دامن کا سہارا لیتے تھے۔ کوئی اپنا مکان بنا کر تیار کرتا تھا تو اس کا افتتاح بھی مجلسِ میلاد ہی سے ہوتا تھا۔ مسلمان اس کو ہمیشہ موجب برکت و سعادت سمجھتے رہے، دوسرے فیوض اس سے جو حاصل ہوتے تھے وہ علیحدہ ہیں۔ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت ہمیشہ رہی، وہ میلاد کی مجلسوں کے علاوہ ماہ رجب میں ''شب معراج'' کا ماہِ رمضان میں ستائیسویں کی رات ''شب قدر'' کا اہتمام بھی اسی جوش وخروش سے کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ ماہِ صفر کے ''آخری چہار شنبہ'' کو بھی نہیں بھولتے جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ صحت فرمایا تھا۔

(سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر: ۲۔ ۴۱۱، ۴۱۲)

یہاں سے تو یہ اشکار ہو رہا ہے کہ حکومتی سطح پر میلاد ساتویں صدی میں نہیں بلکہ پانچویں صدی میں بھی منایا گیا۔

بزرگوں کا معمول

امام شہاب الدین عبدالرحمٰن ابوشامہ (۵۸۹۔ ۶۶۵) استاذ امام نووی نے بدعت کے خلاف مستقل کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث (بدعات کی مخالفت کا شوق) لکھی جس میں نہایت ہی واضح اور دوٹوک انداز میں شاہ اربل کے اس عمل کو پسندید اور بدعت حسنہ لکھنے کے ساتھ یہ بھی واضح کیا کہ یہ صالحین کا عمل ہے اور شاہ اربل نے ان

صالحین کی پیروی کی ہے ان کے الفاظ میں پڑھیے۔

فالبدع الحسنة متفق على جواز فعلها والاستحباب لها ورجاء الثواب لمن حسنت نيته فيها و فى كل متبدع موافق لقواعد الشريعة غير مخالف لشئى منها ولا يلزم من فعله محذور شرعى

بدعات حسنہ جن کے جواز و استحباب پر اتفاق ہے اور اچھی نیت سے انہیں بجا لانے والا ثواب پاتا ہے یہ ہر وہ نیا کام ہے جو قواعد شرع کے موافق ہو نہ کہ مخالف۔ اور اس پر عمل سے ممنوعات شرعی لازم نہ آئے۔

اس کے بعد متعدد مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں ہمارے دور میں شہر اربل میں محفل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے۔ یہ نہایت ہی خوبصورت و احسن عمل ہے۔

ومن احسن ماابتدع فى زماننا من هذا القبيل ما كان يفعل لمدينة اربل جبرها الله تعالىٰ كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولدالنبى صلى الله عليه وسلم من الصدقات و المعروف و اظهار الزينة والسرور فان ذلك مع مافيه من الاحسان الى الفقراء

ہمارے دور میں اسی قبیل سے سب سے زیادہ خوبصورت عمل وہ ہے جو شہر اربل (اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے) میں ہر سال میلاد پاک کے موقعہ پر صدقات' بھلائی' اظہار زینت سرور کی صورت میں ہوتا ہے اس میں فقرا پر احسان اور انعقاد کرنے والے کے دل میں حضور ﷺ سے محبت

مشعر بمحبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تعظیمہ و جلالتہ فی قلب فاعلہ و شکرا للہ تعالیٰ علی مامن بہ من ایجاد رسولہ الذی ارسلہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و عزت کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر ہے کہ اس نے اپنے عظیم رسول کو بصورت تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر پیدا فرمایا۔

اس کے بعد اس مقدس عمل پر یوں تائید لاتے ہیں کہ شہر موصل میں سب سے پہلے یہ عمل نہایت ہی کامل بزرگ عالم نے شروع کیا۔

وکان اول من فعل ذلک بالموصل الشیخ عمر بن محمد الملا احد الصالحین المشھورین وبہ اقتدی فی ذلک صاحب اربل وغیرہ رحمہ اللہ تعالی

(الباعث علی انکار البدع والحوادث، ۳۱)

سب سے پہلے یہ عمل شہر موصل میں شیخ عمر بن محمد ملا نے کیا جو نہایت ہی مشہور صالح بزرگ تھے صاحب اربل اور دیگر لوگوں نے ان کی پیروی میں یہ عمل شروع کیا۔

حضرت ملا علی قاری نے اس فتویٰ کا ذکر یوں کیا ملک مظفر شاہ اربل محفل سجاتے۔

اثنی علیہ بہ العلامۃ ابو شامہ

امام نووی کے استاد علامہ ابو شامہ

احد شیوخ النووی السابق فی الاستقامة فی کتابه الباعث (المورد الروی:۳۰)

جو صاحب استقامت ہیں نے ان کے اس عمل کی خوب تعریف کی ہے۔

امام کرخی حنفی (۲۶۰۔۳۴۰) کا معمول

یہاں ایک اور امت کے مسلمہ بزرگ کا عمل بھی سامنے لے آتے ہیں جن کا اسم گرامی امام اجل ابوالحسن عبید اللہ کرخی ہے۔ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کہتے ہیں۔

روی عن الامام الزاهد الكرخی وهومن زهاد القرن الرابع الهجری انه كان يولی يوم مولد الرسول صلی الله عليه وسلم ماهو خليق به من تعظيم و تقديس وقد احتفل المسلمون منذ ذلك الحين بليلةمولد الرسول صلی الله عليه وسلم

(مجلّہ لواء الاسلام، ربیع الاول ۱۳۶۸: ۴۸۔۴۹)

امام زاہد کرخی کے بارے میں ہے جو چوتھی صدی ہجری کے نہایت ہی صاحب تقویٰ عالم ہیں کہ وہ حضورﷺ کی ولادت کے دن کی خوب تعظیم اور اس کے شایاں شان اہتمام کرتے، اس وقت سے مسلمان محفل میلاد سجاتے ہیں۔

یاد رہے اس بزرگ کا وصال ۳۴۰ ہجری ہے یعنی مصر میں فاطمی حکومت سے اٹھارہ سال پہلے ان کا وصال ہوگیا اس سے واضح ہو جاتا

ہے کہ میلاد فاطمی حکومت کی ایجاد نہیں۔

ہم نے ابتداء میں تصریح کر دی تھی کہ حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ پر خوشی کا اظہار خود رسول اللہ ﷺ کا معمول ہے۔ تو اس کا سلسلہ نجی سطح پر ہمیشہ قائم رہا اور اس بادشاہ نے حکومتی سطح پر اس کا اہتمام کیا اور وہ بھی صالحین کی پیروی میں کیا۔ پھر اس دور کے عظیم محدث حافظ ابن صلاح جیسے محدثین کے استاذ حافظ ابوالخطاب بن دحیہ (۶۳۳ھ) نے کتاب بھی لکھی۔ الغرض تمام اہل علم اس عمل کو سراہا رہے ہیں لہٰذا ہمیں بھی ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر اس عمل کو اپنا لینا چاہیئے البتہ جو جو قباحتیں در آئی ہیں ان کا ازالہ ضروری ہے آؤ وہ ہم سب مل کر دور کریں۔

امام شیخ عمر بن محمد الملا موصلی کا مختصر تعارف

یہاں شیخ عمر بن محمد ملا موصلی کا تعارف بھی ضروری ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس پایہ کی شخصیت ہے امام سبط ابن جوزی (۶۵۴) سلطان نور الدین زنگی کے بارے میں رقم طراز ہیں انہوں نے موصل میں جامع مسجد بنانا شروع کی تو اس کے تعمیر کی ذمہ داری شیخ عمر الملاء کو دی۔

و کان من الصالحین	اور یہ نہایت ہی صالح آدمی تھے۔

سلطان سے کہا گیا یہ کام ان کے بس کا نہیں تو کہنے لگا اگر میں یہ کام کسی حکومتی آدمی کے سپرد کرتا ہوں تو یہ ظلم و زیادتی سے خالی نہ ہوگا

اور مسلمان آدمی کے ظلم سے جامع مکمل نہیں ہوا کرتی اس لئے میں نے انہیں ذمہ دار بنایا ہے؟

غلب علی ظنی انه لا یظلم

میرا غالب گماں یہی ہے کہ یہ ظلم نہیں کریں گے

اس کے بعد شیخ کا تعارف ان کلمات میں لکھا۔

و کان عمر الملاء من الصالحین و انما سمی الملاء لانه کان یملاء تنانیر الاجرویا خذ الاجرة فیتقوت بها و کان ما علیه مثل القمیص و العمامة ما یملك غیره ولایملك من الدنیا شیئا و کان عالما بفنون العلم

شیخ عمر ملا صالح عالم ہیں الملاء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اینٹوں سے تنور بھرتے اور اس پر اجرت و مزدوری حاصل کر کے گزارہ کرتے۔ صرف قمیض اور عمامہ کے مالک تھے اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہ ہوتا اور دنیا میں کسی شے کے مالک نہ تھے اور وہ کئی علوم وفنون کے ماہر تھے۔

ان کی عظمت و مقام کا عالم یہ ہے۔

وجمیع الملوك والعلماء والاعیان یزورونه ویتبر کون به وصنف کتاب سیرة النبی صلی الله علیه وسلم

تمام حکمران، اہل علم اور کبار لوگ ان کی زیارت کرتے اور ان سے تبرک حاصل کرتے۔انہوں نے سیرت نبوی ﷺ پر کتاب لکھی۔

ان کے معمولات میں سے یہ بھی تھا۔

وکان یعمل مولد رسول الله صلی الله علیه وسلم کل سنة ویحضره عنده صاحب الموصل والاکابر	یہ ہر سال حضور ﷺ کا میلاد مناتے اور اس میں موصل کا سربراہ اور دیگر اکابرین شریک ہوتے۔

سلطان نور الدین زنگی

کان یحبه ویکاتبه (مراۃ الزمان' ۸۔۳۱۰)	ان سے محبت کرتا اور ان سے خط وکتابت رکھتا۔

حافظ ابن کثیر (۷۷۴) لکھتے ہیں سلطان کی اپنے تمام عمال اور امراء کو ہدایت تھی۔

فما امرهم بهم شئ امتثلوا و کان من الصالحین الزاهدین وکان نور الدین یستقرض منه فی کل رمضان مایفطر علیه وکان یرسل الیه بقتیت ورقاق فیفطر علیه جمیع رمضان	جب یہ کوئی حکم دیں تو اسے بجا لاؤ اور یہ نہایت ہی صالح اور زاہد بزرگ ہیں۔ سلطان نور الدین ان سے افطاری کے لئے اشیاء مانگا کرتا تو یہ اس کی طرف کچھ خوراک اور روٹی کے ٹکڑے بھیجتے جن پہ تمام رمضان میں افطاری کرتا۔

لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا سراسر غلط بیانی ہے کہ شیخ ابن دحیہ کے فتویٰ کی وجہ سے شہر اربل میں میلاد کے پروگرام شروع ہوئے جیسا کہ مولانا سعید الرحمٰن علوی کہتے ہیں۔

دلچسپ بات

پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ امت کے محدثین واہل سیر میں سے کسی نے بھی انہیں یہ مشورہ نہیں دیا بلکہ ان کی خدمت کو سراہا اور ان کی اس کتاب سے خوب استفادہ کیا' یہاں ہم ایک مسلمہ عالم حافظ ابن کثیر کی رائے پر اکتفا کر رہے ہیں۔

وقد وقفت علی هذا الکتاب وکتبت عنه اشیاء حسنة مفیدة	بندہ نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے نہایت ہی قیمتی اور خوبصورت باتیں نوٹ کیں۔

(البدایہ: ۱۳۔۱۵۵)

تو جب اس قدر محققین اہل علم اس سے استفادہ کر رہے ہیں تو ہمیں بھی اسی راہ کو اپنا لینا چاہئیے تا کہ منزل پا سکیں۔

آپ نے شیخ ابوالخطاب بن دحیہ کی کتاب' التنویر فی مولد السراج المنیر پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ پڑھ لیا کہ وہ نہایت ہی مفید کتاب ہے اور میں نے اس سے خوب استفادہ کیا ہے لیکن ہمارے دور کے ایک محقق کا تبصرہ بھی پڑھ لیجئے جنہوں نے اس کتاب کی زیارت تک نہیں کی۔

محترم مبشر لاہوری 'بدعت میلاد اور نفس پرست علماء' کے تحت لکھتے ہیں۔

اس پر طرہ یہ کہ بعض خودغرض درباری مولوی نے بادشاہ وقت کی ان تمام خرافات کو عین شریعت اور کار ثواب قرار دے دیا۔

چنانچہ عمر بن حسن المعروف ابن دحیہ نامی ایک مولوی نے التنویر فی مولد البشیر النذیر' نامی کتاب لکھی جس میں کتاب وسنت کے

جس دنیا پرست مولوی نے اسے اس کام پر لگایا اس کا نام عمر بن دحیہ ابوالخطاب تھا۔ (ماہنامہ نصرت العلوم، مئی ۲۰۰۴ء)

بلکہ کچھ نے یہ کہا کہ ان پر لازم تھا کہ یہ بادشاہ کو اس عمل سے منع کرتے، انہوں نے اس کے ساتھ تعاون کر کے زیادتی کی شیخ جمال عزون لکھتے ہیں۔

کان من واجب ابن دحیة. وهو العالم الحافظ ان یرشد هذا الملك الی ترك هذا الاحتفال المبتدع والاشغال بما یعود علیه وعلی الرعیة بالنفع والصلاح لا ان یؤلف له کتاباً فی المولد یزیده اعتقاد فی صحة ما هو علیه من ولوع بالمولد وعظم فی الاحتقال به (مقدمة الایات:۱۰۱)

شیخ ابن دحیہ جو عالم اور حافظ حدیث تھے۔ پر لازم تھا کہ وہ اس بادشاہ کو محفل میلاد جیسی بدعت میں مشغولیت سے منع کر کے اسے رعایا کے لئے نفع اور اس کی اصلاح کی کوشش۔ تلقین کرتے نہ یہ کہ میلاد پر کتاب لکھ کر اس کے اس اعتقاد کی صحت میں اضافہ کرتے کہ محافل میلاد کا انعقاد و اہتمام نہایت ہی خوب عمل ہے۔

ہمارے خیال میں تو بہتر راستہ وطریقہ یہی ہے کہ ہم بزرگوں کی راہ اپنالیں نہ کہ انہیں اپنا راستہ بدلنے کا مشورہ دیں۔ کہاں حافظ ابن صلاح جیسے محدثین کے استاذ حافظ ابن دحیہ اور کہاں ہم، ان کے علم و تقویٰ کے سامنے ہماری کیا حیثیت؟

نصوص کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور انہیں تاویلات باطلہ کا لبادہ اوڑا کر عید میلاد کو شرعی امر ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ملاحظہ ہو۔ البدایہ۔

(ماہنامہ محدث لاہور۔ جون ۲۰۰۳ء)

ہماری گذارشات

۱۔ اگر اس کتاب میں قرآن و سنت کے منافی مواد تھا تو وہ حافظ ابن کثیر کو کیوں نظر نہیں آیا؟

۲۔ کیا حافظ ابن کثیر قرآن وسنت کی تاویلات باطلہ کو اشیاء حسنہ مفیدہ کہہ سکتے ہیں۔

۳۔ جن بزرگوں نے اس کتاب سے استفادہ کیا مثلاً شیخ ابن خلکان، امام ابن ملقن، امام عینی اور امام مقری ان کی گواہی معتبر ہوگی یا ان کی جنہوں نے ابھی تک اسے دیکھا ہی نہیں۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ کتاب دیکھی تک نہیں لیکن اس کے مواد کو غلط و باطل کہا جارہا ہے یہ کیسی تحقیق ہے اور ایسے محقق سے کیا عرض کیا جائے؟

۴۔ خود ہی سوچیئے حافظ ابن کثیر جیسے بزرگوں کے سامنے ہماری رائے کی کیا حقیقت ہوسکتی ہے؟

۵۔ البدایہ کا حوالہ دیا گیا یہ صاحب وہاں ایک لفظ بھی دکھا سکتے ہیں جس میں ان کی تائید ہو بلکہ امام کی کتاب کے حوالہ سے وہی الفاظ وہاں موجود ہیں جو اوپر ہم نے نقل کردیے گویا جس کتاب کا حوالہ دیا جارہا ہے اس میں بھی بات برعکس ہے۔

یہ ہیں وہ پہلو جن کی وجہ سے امت میں ایسا افتراق و انتشار پید!

ہوا کہ اس کا حل دکھائی نہیں دے رہا۔

۶۔ اگر حافظ ابن کثیر نے کسی اور جگہ ایسی کوئی بات لکھی تو ہمیں ضرور مطلع کریں ہم اسے شکریہ کے ساتھ یہاں شامل کر دیں گے۔

۷۔ امت کے اتنے بڑے امام' محدث اور راوی مسانید و سنن کے بارے میں ایسے الفاظ کسی کو زیب نہیں دیتے۔

۸۔ اگر امت کے ایسے مسلمہ امام' خود غرض' نفس پرست اور درباری مولوی ہیں تو پھر دوسروں کا کیا حال ہوگا؟

۹۔ اپنے اسلاف کے حوالے سے ایسی گفتگو' اسلام اور مسلمانوں کی کونسی خدمت ہے کیا اسے نادان دوستی سے تعبیر کیا جائے۔

۱۰۔ حقائق بیان کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری تھا یا جنہوں نے اس کا مطالعہ کی اان پر اعتماد کر لیا جاتا از خود اور اپنی طرف سے بات کہنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا بلکہ اس کی مذمت کرتا ہے۔

کتب موصوف اور اہل علم کی آراء

لگے ہاتھوں شیخ ابوالخطاب بن دحیہ کلبی کی کتب پر کچھ مسلمہ اہل علم کی آراء بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ شیخ ابن نجار کا تبصرہ:

له كتب نفسية — ان کی تصانیف نہایت ہی قیمتی ہیں۔

(حاشیۃ المختصر المحتاج ۔۳:۹۹)

۲۔ شیخ منصور بن سلیم سکندانی کا جملہ ہے۔

له تصانيف نفسية — ان کی تصانیف خوب ہیں۔

(الذیل علی تکملۃ الاکمال ۔۳۴۹)

۳۔ امام ابن سید الناس الیعمری فرماتے ہیں۔

وله تواليف تشهد باستطلاعه وكثرة اطلاعه

ان کی تصانیف گواہ میں کہ ان کی نظر و مطالعہ کس قدر وسیع تھا۔

(اجوبۃ ابن سید الناس عن اسئلہ ابن ابیک۔۲۴۹)

۴۔ امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸) کی سن لیجئے۔

وله تواليف تشهد بالطلاعه (میزان الاعتدال:۳۔۱۸۸)

ان کی تصانیف ان کی وست مطالبہ پر شاہد ہیں۔

۵۔ امام ابوحفص عمر بن ملقن (۸۰۴) اپنے ماخذ و مصادر کا تذکرہ کرتے ہوئے امام کی 'التنوير فى مولد السراج المنير' سمیت پانچ کتب کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

ومن مصنفات ابى الخطاب بن دحية الايات البينات ومرج البحرين فى فوائد المشرقين والمغربين والعلم المشهود فى فضائل الايام والشهور و خصائص الاعضاء والتنوير فى مولد السراج المنير وغيرها من مؤلفاته المفيدة

(البدر المنیر :۱۔۲۹۱)

شیخ ابوالخطاب بن دحیہ کی تصانیف میں سے الایات البینات مرج البحرین فی فوائد المشرقین والمغربین، العلم المشہور فی فضائل الایام والشہور خصائص الاعضاء، التنویر فی مولد السراج المنیر اور دیگر کتب مفیدہ ہی میرا ماخذ ہیں۔

کیا محفل میلاد حکمرانوں نے شروع کی؟

پیچھے تفصیل کے ساتھ سے گزر چکا ہے کہ میلاد النبی ﷺ پر خوشی منانا خود رسول ﷺ سے ثابت ہے صحابہ سے لیکر آج تک تمام مسلمان اس موقعہ پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اور جن حکمرانوں نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا انھوں نے یہ عمل اپنے مسلمہ بزرگوں اور اہل علم سے ہی لیا مثلاً انعقاد محافل میں بڑا نام شاہ اربل سلطان مظفر الدین کوکبری کا ہے ان کے بارے میں امام نووی کے استاذ امام شہاب الدین عبد الرحمٰن ابوشامہ (۵۸۹، ۶۶۵) نے لکھا

ومن احسن ما ابتدع فی زماننا من ھذا القبیل ما کان یفعل لمدینة اربل جبرھا الله تعالیٰ کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولدالنبی ﷺ من الصدقات	ہمارے دور میں اس قبیل سے سب سے خوبصورت عمل وہ ہے جو شہر اربل (اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے) میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر ہوتا ہے

اس کے بعد اس کی تائید لاتے ہوئے کہ شہر موصل میں سب سے پہلے یہ عمل نہایت ہی کامل اور عالم بزرگ نے شروع کیا

وکان اول من فعل ذلک بالموصل الشیخ عمر بن محمد الملا احد الصالحین المشھورین وبه اقتدی فی ذلک صاحب اربل وغیرہ رحمه الله تعالیٰ	سب سے پہلے یہ عمل شہر موصل میں شیخ عمر بن محمد ملا نے کیا جو نہایت ہی مشہور صالح بزرگ تھے صاحب اربل اور دیگر نے ان کی پیروی میں یہ عمل شروع کیا

(الباعث علی انکار البدع، ۳۱)

پیچھے یہ بھی گزر چکا ہے کہ یہ عمل امام ابو الحسن عبید اللہ کرخی (۲۶۰،۳۴۰) سے بادشاہوں نے لیا،

اس کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی کا یہ لکھنا کیا معنی رکھتا ہے

چنانچہ مولود کی مجلس کو ایجاد ایک بادشاہ نے کیا کہ اس کا شمار عوام میں ہی ہوتا ہے اور عوام ہی اب تک اس میں شرکت بھی کرتے ہیں

(اشرف الجواب کامل،۸۱)

مولانا کی دونوں باتیں قابل گرفت ہے

پہلی بات تو اس لئے کہ سابقہ ادوار میں مسلمان بادشاہ، عالم دین ہوا کرتے تھے اور وہ اہل علم ہی سے رجوع کیا کرتے، اوپر یہ گزرا کہ بادشاہوں نے یہ عمل اہل علم وفضل کی پیروی میں کیا، ان کی دوسری بات بھی حقائق کے خلاف ہے، محفل میلاد میں جس قدر اہل علم وفضل شریک ہوا کرتے ہیں اس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ شاہ اربل کی منعقد محافل کی تفصیلات ہی اگر موصوف کے سامنے ہوتی تو وہ ہرگز ایسی بات نہ کرتے

آیئے کچھ تفصیل ملاحظہ کیجیے

۱۔ حافظ ابن کثیر (ت،۷۷۴) ان محافل کے شرکاء کے بارے میں رقمطراز ہیں

وکان یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیة	شاہ اربل کی محفل میلاد میں اس دور کے بڑے بڑے علماء اور صوفیا شریک ہوتے

(البدایہ والنھایہ،۱۳،۴۷)

۲۔ علامہ شمس الدین یوسف سبط ابن لجوزی (۶۵۴) محفل میلاد کی تفصیل اور اہل علم کی شرکت کے بارے میں رقمطراز ہیں

وکان یعمل فی کل سنة مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ربیع الاول یجتمع فیہ الدنیا من العلماء والفقھاء والوعاظ والقراء والصوفیة	یہ ہر سال ربیع الاول میں محفل میلاد النبی ﷺ سجاتے اس میں دنیا کے ہر درجہ کے علماء وفقہاء وواعظین، قرأ اور صوفیہ شرکت کرتے

آگے چل کر اس میں شرکت کرنے والے صوفیہ کی تعداد بھی لکھی

وقد اجتمع فیہ من الصوفیة مابین ثمانی مائة الیٰ الف	اس محفل میں آٹھ صد سے ہزار تک صوفیہ شریک ہوتے

(مرأة زمان، ۸، ۶۸۰)

۳۔ قاضی شمس الدین ابن خلکان (۶۸۱) جو ان محافل کے چشم دید گواہ ہیں اہل علم کی شرکت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں

یصل الیہ خلق کثیر من الفقھاء والصوفیة والوعاظ والقراء والشعراء	اس محفل میں کثیر مخلوق فقہاء ،صوفیہ، واعظین ،قرأ اور شعراء کی تعداد شریک ہوا کرتی

آنکھیں کھولیں پڑھیے یہ شرکاء کون ہیں؟

آپ کے مرشد کا معمول اور قول

مولانا موصوف کو اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ان کے پیرو مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی محفل میلاد کا انعقاد کیا کرتے اس میں کھڑے ہو کر سلام وصلوۃ پڑھتے اور اس کو موجب برکت قرار دیتے اور فرماتے یہ ثقہ ومعتبر علماء وصلحاء کا معمول ہے وہ اپنے خلیفہ مولانا عبدالسمیع بیدل کی کتاب انور ساطعہ پر تقریظ میں رقمطراز ہیں

جواب ثالث کی تصریح یہ ہے فقیر مجلس شریف میلاد مبارک کا مع ہیت کذائیہ معمولہ علماء ثقات صلحاء ومشائخ کرام بارہا اقرار کر چکا ہے اور اکثر اس کا عامل ہے جیسا کی فقیر کی دیگر تقریرات وتحریرات سے یہ مضمون ظاہر ہے

فقیر کو اس مجلس شریف کے باعث حسنات وبرکات کے معتقد ہونے کے علاوہ یہ عین الیقین اس مجلس مبارک میں فیوض وانور وبرکات ورحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے

(تقریظ بر انوار ساطعہ، ۶۰۰)

اس میں ان کی یہ تصریح پڑھیے معمولہ علماء وثقات صلحا ومشائخ کرام،

چھ سو برس سے

یہاں ایک ایسے عالم کا حوالہ نقل کیے دیتے ہیں جن کی ثقاہت پر ہم سب متفق ہیں اور وہ مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی ہیں محفل میلاد اور اس میں قیام کے حوالے سے رقمطراز ہیں

جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ اور علماء محدثین نے جائز رکھا۔۔۔۔۔۔۔اف ایسی تیزی کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیار عجیبہ لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر

(تقریظ بر انوار ساطعہ، ۵۹)

معلوم نہیں مولانا موصوف نے ایسی بات کیسے لکھ دی جب کہ تمام اہل علم اس بات کی تصریح کر رہے ہیں کہ جس قدر محفل میلاد سے فیضان علماء، فقہاء، صوفیہ، اور اہل معرفت حاصل کرتے ہیں عوام سوچ بھی نہیں سکتے، یہاں ہم ہر دور کے کچھ اہل علم کی تصنیفات کا تذکرہ کیے دیتے ہیں جو انھوں نے محفل میلاد کے جواز وبرکات پر تحریر

کیں، آیئے کتب اور مصنفین کے نام ملاحظہ کیجیے

۱. حسن المقصد فی عمل المولد	امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ
۲. جزء فی المولد الشریف	امام عبدالرحمٰن سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ
۳. المورد الروی فی المولد النبوی ﷺ	ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ
۴. مولد النبی ﷺ	حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ
۵. المورد الهنی فی المولد النبی ﷺ	حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ
۶. جامع الآثار فی مولد النبی المختار	حافظ ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ
۷. عرف التعریف بالمولد الشریف	امام شمس الدین ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ
۸. المیلاد النبوی	شیخ المحدثین امام ابن جوزی المتوفیٰ (۵۹۷) ھ
۹. مورد الصاوی فی مولد الهادی	حافظ شمس الدین دمشقی
۱۰. الباعث علی انکار البدع والحوادث	امام ابوشامہ (۶۶۵) ھ
۱۱. التنویر فی مولد السراج المنیر	امام ابوالخطاب ابن وحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۲. نظم البلیع فی مولد النبی الشفیع	امام یوسف ابن اسمٰعیل نبھانی رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۳. حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف	شیخ محمد علوی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۴. مولد النبی ﷺ	شیخ السید جعفر البرزنجی
۱۵. مولد الدیبعی	امام عبدالرحمٰن بن الدیبعی الشیبانی المتوفیٰ (۹۴۴) ھ
۱۶. ماثبت بالسنة	شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۷. سمط الدرر فی اخبار مولد خیر البشر	امام علی بن محمد الحبشی رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۸. مولد الغرب	شیخ محمد الغرب رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۹. مولد المصطفیٰ	الاستاذ خیر الدین وائلی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۰۔سبل الهدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ تعالیٰ
۲۱۔فیصلہ ہفت مسئلہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ
۲۲۔سعید البیان فی مولد سید الانس والحجان	شاہ احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
۲۳۔اثبات المولد و القیام	شاہ احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
۲۴.خیر البیان فی مولد سید الانس والجان	شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر
۲۵۔خیرالمورد فی احتفال المولد	شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ
۲۶۔اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام	مولانا سلامت اللہ رامپوری
۲۷.الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم	مولانا عبدالحق الہ آبادی
۲۸.انوارِ ساطعه در بیان مولود وفاتحه	مولانا عبدالسمیع رام پوری رحمہ اللہ تعالیٰ
۲۹۔الشمامة العنبر یه من مولدخیر البریه	علامہ محمد صدق حسن خاں بھوپالی
۳۰.الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد	سید محمد بن جعفر الکتانی
۳۱۔النفحة العنبریه فی مولد البریه	امام مجد الدین فروز آبادی
۳۲.الدر النظیم فی المولد النبی الکریم	علامہ سیف الدین ابوجعفر عمر بن ایوب حنفی
۳۳.نهایة الارشاد الی احتفال المیلاد	مولانا عین القضاۃ لکھنوی
۳۴۔الدرة السنیة فی مولد خیر البریة	حافظ صلاح الدین خلیل العلائی
۳۵.الدر المعظم فی المولدالمعظم لابی القاسم السبتی	۲ جلد
۳۶.اذا قة الاثام لما نعی عمل المولد والقیام	مولانا نقی علی خان
۳۷.مورد الصفاء فی مولد المصطفیٰ	محقق الشافعیہ شیخ ابن علان الصدیقی
۳۸.رسالة فی الرد علی من انکر القیام عند ذکر ولادته	حافظ مغلطائی
۳۹۔بهجة السامعین والناظرین	علامہ نجم الدین الخیطی الشافعی

۴۰. المولد ﷺ	شیخ حسن بن علی المدائی
۴۱. مواکب الربیع فی مولد الشفیع	شیخ احمد الجلوانی
۴۲. الروائع الزکیه فی مولد خیر البریه علامه المحلث	شیخ عبداللہ الہرری المعروف بالحبشی
۴۳. استحباب القیام عند ذکر ولادته	علامہ شیخ محمد اافندی القاسمی
۴۴. دض النقول فی الود علی حضر القیام عند ولادة رسول	علامہ شیخ محمد افندی
۴۵. تاریخ الاحتفال بمولد سید الرجال	شیخ یونس السامرئی
۴۶. العروۃ الوثقی فی الدنیا والعقبی	علامہ محمد برہان الدین القادری حیدرآبادی
۴۷. مولد خاتم رسل الله	علامہ زاہد کوثری
۴۸. المولد الشریف النبوی	علامہ زاہد الکوثری
۴۹. مولد النبی المختار	الاستاد عبدالمنعم حماده
۵۰. المولد النبوی	امام عبدالغنی نابلسی
۵۱. المولد النبوی	شیخ محمد المغربی
۵۲. تثر الدرو علی مولد ابن حجر	سید احمد عابدین دمشقی
۵۳. المولد	شیخ احمد الدردیر المالکی (۱۲۰۱)
۵۴. عقد الجوهر فی مولد النبی الازهر	والدہ ماجدہ سید جعفر برزنجی
۵۵. شرح الکوکب علی عقد الجوهر فی مولد النبی الازهر	سید جعفر برزنجی
۵۶. اظهار الفرح والسرور بمیلاد النبی المبرور	شیخ ابوبکر احمد الباقوی
۵۷. المولد الشریف	شیخ عبداللہ حبشی
۵۸. بلوغ المامول بمولد الرسول	شیخ بن عیسیٰ مانع حمیری
۵۹. حفاوة المسلمین بمیلاد خیر المرسلین	شیخ متولی شعراوی
۶۰. المولد	امام ابن حجر مکی

امام ابوالخطاب بن دحیہ کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا امت کے محدثین
میں کیا مقام ہے اس کا اندازہ ہم اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ
قاضی القضاۃ امام تقی الدین ابوطیب محمد بن احمد فاسی مکی مالکی
(۷۷۵ھ۔۸۳۲ھ) نے انھیں ان محدثین میں شامل کیا ہے
جن سے سنن اور مسانید مروی ہیں یعنی یہ بزرگ عالم کتب
سنن وسانید کے راویوں میں شامل ہیں،ان کی کتاب ذیل
التقیید فی رواۃ السنن والمسانید کے صفحہ نمبر 236 کی
من وعن کاپی ملاحظہ کیجئے۔

(جلد۲:۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ لبنان
تحقیق شیخ کمال یوسف حوت، الطبعۃ الاولی
۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۰ء)

[١٥١٧] عمر بن حسن بن علي بن محمد بن الجميل الكلبي الداراني ثم السبتي أبو الخطاب، المعروف بابن دحية، نزيل القاهرة.

روى عن أبي عبد الله محمد بن سعيد بن زرقون «صحيح مسلم»، أنا أحمد بن محمد الخولاني، أنا أبو ذر الهروي، أنا أبو بكر الجوزقي، أنا أبو حامد الشرقي، عن مسلم. وسمعه بعد ذلك عالياً بنيسابور على منصور الفراوي.

وسمع على أبي جعفر محمد بن أحمد بن نصر الصيدلاني باصبهان «المعجم الكبير» للطبراني.

وسمع بمصر من البوصيري، وطبقته.

وسمع بالأندلس من أبي القاسم بن بشكوال، وأبي عبد الله بن المجاهد، وأبي بكر بن أبجر، وأبي بكر بن جبير اللمتولي، وأبي القاسم بن حبيش، وطبقتهم.

وحج، وكتب بالمشرق باصبهان، والعراق، ونيسابور.

قال الآبار: كتب إلي بالإجازة سنة ثلاث عشرة وستمائة. وسمع مسند الإمام أحمد بواسط من أبي الفتح المندآئي.

وحدث في سنة ستمائة بالموطأ، سمعه منه أبو عمرو بن الصلاح.

مات في سنة ثلاث وثلاثين وستمائة في رابع عشر ربيع الأول، وقد نيف عن الثمانين سنة.

[١٥١٧] راجع ترجمته في: سير الذهبي ٢٢/٣٨٩، وفيات الأعيان ٣/٤٤٨، تذكرة الحفاظ ٤/١٤٢٠، النجوم الزاهرة ٦/٢٩٥، بغية الوعاة ٢/٢١٨، شذرات الذهب ٥/١٦٠، طبقات الحفاظ ص/٥٠١، حسن المحاضرة ١/١٦٦.

سرکاری سطح پر محفل میلاد منانے والے صالح
حکمران کا علم و تحقیق کی روشنی میں بھرپور تعارف

محفل میلاد اور شاہ اربل

تصنیف

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلیکیشنز
جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

نام کتاب	محفل میلاد اور شاہ اربل
تصنیف	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	محمد فاروق قادری
ناشر	کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور
باراول	۲۰۰۵ء
باردوم	۲۰۱۰ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ اسلامی کتب خانہ اقبال روڈ سیالکوٹ ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

محفل میلاد اور شاہ اربل

انتساب

شہید ناموس رسالت

غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ

کے نام

جس نے جرمنی میں گستاخِ رسول کو ٹھکانے لگانے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے پوری امت مسلمہ کا سر فخر سے بلند کر دیا

محمد خان قادری

۲۳، مئی ۲۰۰۶ء

مدحت

ابو سعید محمد مظفر الدین کوکبوری المعروف شاہ اربل علیہ الرحمہ

ازقلم ...... صاحبزادہ فیض الامین فاروقی (ایم اے) مونیاں ٹھیکریاں ضلع گجرات

علم و دانش کا تھا پیکر شاہِ اربل — عادل و صالح مدبر، شاہِ اربل
دیدہ ور، بیدار مغز و خوب سیرت — شیردل زیرک دلاور، شاہِ اربل
اہلِ سنت کی صداقت کا تھا مظہر — خوش ادا مرد قلندر، شاہِ اربل
محفل میلاد سے تھی اس کو رغبت — تھا مقدر کا سکندر، شاہِ اربل
تھا وہ اک درویش طینت حکمراں — زینتِ محراب و منبر، شاہِ اربل
اس کو تھا محبوب، ذکرِ شاہِ کوثر — عاشقِ ذاتِ پیمبر، شاہِ اربل
اس کی روحِ پاک پر نازل ہو رحمت — تھا مجاہد اور مفکر، شاہِ اربل
غیر فانی اس کے نادر کارنامے — کانِ عظمت کا تھا گوہر، شاہِ اربل
اس کو ملتا تھا سکوں ذکرِ نبی سے — موردِ الطافِ داور، شاہِ اربل
نامِ محبوبِ خدا پر بے تحاشا — مال و زر کرتا نچھاور، شاہِ اربل
احترامِ شاہِ بطحا کی بدولت — ہوگیا بالا و برتر، شاہِ اربل
ہے وہ خود بدطینت و مکروہ فطرت — جو کہے، تھا عیش پرور شاہِ اربل

دی خبر ہاتف نے یہ فیض الامیںؔ کو
باغِ جنت میں ہے خوش تر شاہِ اربل

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جو انعامات واحسانات فرمائے ہیں ان میں سے دو کا تذکرہ لفظ من (احسان) سے کیا

ا۔ذات رسول ﷺ،

ارشاد الٰہی ہے

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا (آل عمران،۱۶۴)	بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا

۲۔دین اسلام،

فرمان الٰہی ہے

بل الله يمن عليكم ان هداكم للايمان (الحجرات،۱۷)	بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی

دونوں احسانوں کا تذکرہ

محافل میلاد میں ان دونوں احسانات الٰہی کا خوب ذکر وچرچا ہوتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ انور سے باہر تشریف لائے، صحابہ کو بیٹھے دیکھ کر پوچھا

ما اجلسکم؟ آج کیسے بیٹھے ہو؟

عرض کیا

جلسنا نذکر الله ونحمده ہم اللہ تعالیٰ کا اس پر ذکر وحمد کر رہے
علی ما هدانا لدينه ومن علينا ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے اسلام کی
بک توفیق دی اور ہم پر آپ ﷺ کی
(المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۱۱) صورت میں احسان کیا

اللہ تعالی کی نعمتوں کا ذکر وشکر بندوں پر لازم ہے اور سب سے بڑی نعمت رسول ﷺ کی ذات اقدس ہے جن کے توسل وتوسط سے ہم تمام نعمتیں پاتے ہیں، اس عظیم نعمت کے چرچا کی ایک صورت محافل میلاد ہیں جو امت مسلمہ ہمیشہ سے منعقد کرتی چلی آرہی ہے

کچھ عرصہ سے بعض لوگوں نے انہیں بدعت سیئہ قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر رکھا ہے حالانکہ یہ مجالس پوری دنیا میں اشاعت تعلیمات اسلام کا ذریعہ ثابت ہورہی ہے خصوصاً غیر مسلم ممالک میں میلاد کے جلسے اور پروگرام اسلام کی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں

بندہ نے راہ اعتدال اختیار کرتے ہوئے مخالفین کے اعتراضات کا جائزہ اپنی کتاب 'محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ' میں لیا ہے اگرچہ وہاں بھی شاہ اربل سلطان مظفرالدین کوکبری (جنھوں نے سرکاری سطح پر محافل میلاد کا خوب اہتمام

کیا) اور استاذ المحد ثین شیخ ابو الخطاب بن دحیہ الکلبی (جنھوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب 'التنویر فی مولد السراج المنیر ،لکھی) کے بارے میں کچھ گفتگو آ چکی ہے مگر تمنا تھی کہ ان کے بارے میں تفصیلاً لکھا جائے ،اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان دونوں پر الگ الگ مقالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے

اولاً ماہنامہ سوئے حجاز میں بالاقساط شائع ہوئے اور اب کتابی شکل میں یکجا پیش خدمت ہیں

قارئین ہم سب کا فرض ہے کہ ان حقائق کو قوم کے سامنے لائیں تاکہ تاریخ اسلام پر جو کیچڑ اچھالا گیا ہے اس کا خوب ازالہ ہو جائے اور آیندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا و التجا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ حقائق و اعتدال پر رہنے کی توفیق بخشے تاکہ امت کا افتراق و انتشار، اتحاد و یکجہتی میں بدل جائے

الفقیر الی اللہ تعالیٰ

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

بوقت ۳۰۔۱۱ بروز جمعرات

۴ مئی ۲۰۰۶

قطعۂ تاریخ اشاعت

محافل میلاد اور شاہ اربل رحمہ اللہ

تحقیق، حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب مدظلہ

مرحبا مرحبا مفتی خوش خصال ذات ہے آپ کی پیکرِ صد کمال
فاضلِ جملہ ماثور و منصوص ہیں ہے قلم آپ کا بے بدل، بے ہمال
آپ کا یہ مقالہ ہے خاصہ کی چیز دیکھ کر اس کو سب ہوں گے شاد و نہال
تذکرہ ہے یہ اس مردِ ذی جاہ کا عبدِ صالح تھا جو خوش ادا، خوش جمال
شاہِ اربل تھا وہ نیک دل حکمراں صاحبِ زہد و تقویٰ تھا، شیریں مقال
اس کا سرمایہ تھا عشق شاہِ شہاں تھی میسر اُسے قربتِ ذوالجلال
اس کو ملتا سکوں ذکرِ سرکار سے اس پہ تنقید کرنا ہے راہِ ضلال
جو کہے اس کو عیاش و ارذل سِیَر اس کی تقدیر کا ہے نوشتہ، زوال
اہلِ ایماں ہیں مسرور پا کر اسے قلبِ باطل کو ہونے لگا اختلال
تھی ضرورت بڑی اس کی اس دور میں حَبَّذا آپ کو اس کا آیا خیال

لکھ دو سالِ رسا اس کا فیض الامیںؔ
''سیرتِ شاہِ اربل فقید المثال''

۲۰۰۵ء

نتیجہ فکر..... صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی مونیاں شریف ضلع گجرات

نذرِ عقیدت

بحضور حضرت شاہ مظفر الدین اربل رحمہ اللہ

نتیجۂ فکر...... علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل نقیر الحسنی
(سجادہ نشین شاہ والا شریف ضلع خوشاب)

شاہِ اربل غُلامِ شاہِ عرب ـــــ بود معروف دروفاؤ ادب
پیکرِ عشقِ خواجۂ گیہاں ـــــ غرقِ حُبِ رسولِ والا نسب
در عطاؤ سخا یگانۂ دہر ـــــ اوحد العصر فی بلاد عرب
ماہِ نورِ ربیع الاول پاک ـــــ بہرآں شاہ بود ماہِ طرب
از پئے ذکرِ مولدِ نبوی ـــــ میتمود اہتمام صدھا عجب
مُظہرُ الانبساط منشئ الخیرات ـــــ مولعاً کان فی رضاء الرب
اھلِ صدق و صفا ازو خورسند ـــــ اہلِ الحاد زو بغیض و غضب
اے صبا! بر مزارِ پر نورش ـــــ از فقیرے رساں سلامِ ادب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حبیب خدا ﷺ کی ولادت اور دنیا میں تشریف آوری کی خوشی میں حسب درجہ ہر مسلمان خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ خود سرور عالم ﷺ پیر کا روزہ رکھ کر اس خوشی کا اظہار کرتے۔ آپ ﷺ سے اس روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اس دن اللہ نے مجھے پیدا فرمایا اور اسی دن نے مجھ پر اپنا کلام اور قرآن نازل کیا۔

جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے وہاں پر لوگ عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے لوگوں نے ان سے روزہ رکھنے کی وجہ پوچھی تو بتایا۔

هذا اليوم الذى اظهر الله فيه موسىٰ و بنى اسرائيل على فرعون و نحن نصومه تعظيماً له

یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا ہم اس دن کی تعظیم کرتے اور روزہ رکھتے ہیں۔

اس پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔

نحن اولٰى بموسى منكم ثم امره بصومه

(البخاری: ۱۔۲۶۸)

ہم یہودیوں کی نسبت موسیٰ کے زیادہ قریب ہیں پھر آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

انتم احق بموسیٰ منهم فصوموه — تم ان یہود سے حضرت موسیٰ کے زیادہ قریبی و تعلق دار ہو پس تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

ایسے دلائل سے اہل علم و فضل نے نعمت کے دن' منانے پر استدلال کیا۔

پھر خوشی کے موقع پر جلوس و جلسہ کرنا' ہجرت کے موقعہ پر صحابہ کا عمل ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے صرف پسند ہی نہیں کیا بلکہ اس میں خود شرکت فرمائی۔ اس میں جھنڈے بھی تھے۔اس میں یا محمد یارسول اللہ کے نعرے بھی تھے۔ ہر چوک میں استقبالیہ پروگرام بھی ہوئے' ترانے بھی پڑھے گئے۔ چونکہ سرور عالم ﷺ کا وجود مبارک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر خصوصی انعام ہے۔ لہٰذا امت بطور یاد احسان الٰہی آپ ﷺ کے یوم ولادت کے موقعہ پر محافل میلاد کا انعقاد کرتی ہے۔

یہ سلسلۂ خوشی انفرادی و اجتماعی سطح پر کسی نہ کسی صورت میں امت میں چلا آرہا تھا حکومتی سطح پر جس ایک حاکم نے اسے منایا ان کا اسم گرامی ابوسعید مظفرالدین احمد بن علی کوکبری (۶۳۰ ھ) ہے۔ اس پر تمام مورخین اسلام کا اتفاق ہے کہ یہ حاکم نہایت ہی صالح' بہادر' سخی اور عادل ہیں۔

ہمارے ہاں چونکہ ضد اور ہٹ دھرمی' اس قدر پیدا ہو چکی ہے کہ دیانت داری کا فقدان محسوس ہوتا ہے مثلاً اسی حاکم اور اس دور کے عظیم محدث حافظ ابوالخطاب عمر بن دحیہ کلبی (التنویر فی مولدالسراج المنیر کے مصنف) کے بارے میں بعض نے جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت ہی یکطرفہ کاروائی ہے۔ کاش ہم اپنی ضدوں سے بالاتر ہو کر حقائق سامنے لانا اپنا فریضہ بناتے تو آج امت کے لئے پریشانیاں لاحق نہ ہوتیں۔

مثلاً مولانا سرفراز خان صفدر نے ''مجلس میلاد کی تاریخ'' کے عنوان کے تحت لکھا۔

پوری چھ صدیاں گزر چکی تھیں کہ اس بدعت کا کہیں مسلمانوں میں رواج نہ سنا یہ نہ تو کسی صحابی کو سوجھی نہ تابعی کو نہ کسی محدث کو اور نہ فقیہہ کو نہ کسی بزرگ کو اور نہ کسی ولی کوئی یہ بات اگر سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک رفیق دنیا پرست مولوی کو۔ یہ بدعت ۶۰۴ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکبری بن اربل (المتوفی ۶۳۰ھ) کے حکم سے ایجاد ہوئی جو ایک مسرف اور دین سے بے پرواہ بادشاہ تھا۔

(دیکھئے۔ ابن خلکان وغیرہ)

آگے چل کر لکھا۔

رعایا کی سادگی اور مذہبی شوق سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس نے اپنی ملکی سیاست کو محفوظ کیا اور حظ نفس کے لئے راستہ ہموار کیا اور جواز میلاد پر کتاب لکھنے والا وہ دنیا پرست مولوی اس کو مل گیا جس کی گندی اور ناپاک زبان سے سلف صالحین بھی نہ چھوٹے .... اس چالاک بادشاہ اور ہوشیار مولوی کے ساتھ وہ بے چارے پیر اور صوفی بھی مل گئے۔ جو دین کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے...... پھر جب بادشاہ اور ماہر نفسیات مولوی اور سادہ قسم کے صوفیا اس کام کو دین کا نام بتا کر عوام سے اپیل کریں تو عوام بے چارے اس میں کیوں نہ پھنسیں۔

(راہ سنت' ۱۶۲ تا ۱۶۳)

محترم مبشر لاہوری کہتے ہیں۔

اربل کا یہ حاکم ابوسعید کوکبری، مظفر الدین کوکبوری کے لقب سے معروف تھا ۵۸۶ ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے اربل کا گورنر مقرر کیا مگر یہ بے دین، عیاش اور ظالم و سرکش ثابت ہوا جیسا کہ یاقوت حموی کہتے ہیں............۔

آگے، بدعت میلاد اور نفس پرست علماء، کے عنوان کے تحت لکھا۔

اس پر طرہ یہ کہ بعض خود غرض مولویوں نے بادشاہ وقت کی ان تمام خرافات کو عین شریعت اور کار ثواب قرار دے دیا۔ چنانچہ عمر بن حسن المعروف ابن دحیہ نامی ایک مولوی نے 'التنویر فی مولدالبشیر النذیر' نامی کتاب لکھی جس میں کتاب و سنت کے نصوص کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور انہیں تاویلات باطلہ کا لبادہ اوڑھا کر عید میلاد کو شرعی امر ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ملاحظہ ہوالبدایہ............

(ماہنامہ محدث لاہور جون ۲۰۰۳)

مولانا سعید الرحمٰن علوی نے لکھا۔

''صدیوں بعد ۶۰۴ میں موصل کے ایک حکمران مظفر الدین کوکبری بن اربل نے یہ دھندہ شروع کیا یہ ذات شریف کون تھی فضول خرچ بادشاہ''

علامہ ذہبی دول الاسلام صفحہ ۱۰۳ جلد ۲ پر لکھتے ہیں۔

''جس دنیا پرست مولوی نے اسے اس کام پر لگایا اس کا نام عمر بن دحیہ ابوالخطاب تھا۔''

(ماہنامہ نصرت العلوم، مئی ۲۰۰۴ء)

حقائق کچھ اور ہیں

بندہ نے جب ان دونوں (حاکم و عالم) شخصیات کے بارے میں مطالعہ کیا تو حدیقین تک محسوس کیا کہ یہ حضرات نہایت ہی مظلوم ہیں۔ جو مخالفین میلاد نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ آیئے ان حقائق کا مطالعہ کرتے ہیں۔

شاہ اربل کا تعارف

پہلے ہم شاہ اربل، اس کے بعد عالم اسلام کے عظیم محدث شیخ ابوالخطاب عمر بن حسن بن دحیہ کلبی کا تذکرہ کریں گے اوران پر وارد کردہ اعتراضات کا جائزہ لیں گے۔

سب سے زیادہ اس بادشاہ کے بارے میں معلومات رکھنے والی شخصیت نامور مورخ امام ابوالعباس قاضی شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان (۶۰۸ھ، ۶۸۱ھ) کی ہے لہٰذا انہیں سے گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

ا۔ شیخ ابن خلکان کے مشاہدات

انہوں نے اس عادل حاکم کے بارے میں جو لکھا ہے وہ نہایت ہی اہم اور قابل توجہ اس لئے بھی ہے کہ انہوں نے جو لکھا وہ کسی سے سنا ہوا نہیں بلکہ وہ ان کا مشاہدہ ہے جس کی تصریح خود انہوں نے ان الفاظ میں کر دی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ولو استقصيت فی تعداد محاسنه لطال الكتاب، وفی شهرة معروفه غنية عن الاطالة وليعذر الواقف علی هذه الترجمة ففيها تطويل، ولم يكن سببه الامالة علينا من الحقوق التی لانقدر علی القيام بشكر بعضها ولو عملنا مهما عملناه و شكر المنعم واجب، فجزاه الله عنا احسن الجزاء، فكم له علينا من الأيادی، ولاسلافه علی اسلافنا من الانعام، والانسان صنيعة الاحسان و مع الاعتراف بجميله فلم اذكر عنه شياء علی سبيل المبالغة بل كل ما ذكرته عن مشاهدة و عيان و ربما حذفت بعضه طلبا الايجاز

(وفیات الاعیان، ۳-۵۳۹)

اگر میں ان کے تمام محاسن نقل کروں تو کتاب طویل ہو جائے گی اور ان کی نیکیوں کی شہرت بھی طوالت سے مانع ہے۔ ہم نے جو ان کے اس قدر طویل حالات لکھے ہیں ہم معذور ہیں کیونکہ ان کا سبب فقط ان کے ہم پر ایسے حقوق ہیں جن میں سے ہم بعض کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتے خواہ ہم کتنا بھی زور لگائیں اور منعم کا شکر ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انہیں خوب جزا عطا فرمائے۔ ہم پر ان کے بڑے احسانات ہیں ہمارے اسلاف پر ان کے اسلاف کے انعامات ہیں اور انسان احسان کا بندہ ہے، ان کے محاسن کے اعتراف کے باوجود میں نے کوئی شے ان سے بطور مبالغہ نہیں لکھی بلکہ جو کچھ لکھا ہے یہ میرا اپنا مشاہدہ اور دیکھا ہوا ہے اور میں نے بہت سی چیزوں کو اختصار کی خاطر حذف کر دیا ہے۔

چند اقتباسات

آیئے ان کے اقتباسات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

ان کے والد زین الدین علی کوجک جب فوت ہوئے تو ملک مظفر الدین کی عمر چودہ سال تھی۔ یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے پاس چلے گئے وہاں انھوں نے اہم خدمات کی وجہ سے اپنا خوب مقام بنا لیا۔

شهد مع صلاح الدين مواقف كثيرة وأبان فيها عن نجدة وقوة نفس وعزمة وثبت فى مواضع لم يثبت فيها غيره على ماتضمنته تواريخ العماد الاصبهانى و بهاء الدين بن شداد وغيرهما و شهرة ذلك تغنى عن الاطالة فيه ولولم يكن له الاوقعة حطين لكفته فانه وقف هو وتقى الدين صاحب حماة وانكسر العسكر باسره ثم لما سمعوا بوقوفهما ترجعوا حتى كانت النصرة للمسلمين وفتح الله سبحانه عليهم

یہ سلطان صلاح الدین کے ساتھ کثیر معرکوں میں شریک ہوئے اور وہاں شجاعت، زیرکی اور پرعزم ہونے کے ایسے جوہر دکھائے اور ایسی جگہ یہ کھڑے رہے کہ کوئی دوسرا کھڑا نہ رہ سکا جیسا کہ تواریخ عماد اصبہانی، بہاء الدین بن شداد اور دیگر میں موجود ہے۔ ان چیزوں کا مشہور ہونا طوالت سے بے نیاز کر دیتا ہے اگر واقعہ حطین کے علاوہ کوئی اور فضیلت نہ بھی ہو تو یہی کافی ہے کہ وہاں وہ اور صاحب حماۃ تقی الدین ہی ثابت قدم رہے باقی تمام لشکر بھاگ نکلا جب انہوں نے ان دونوں کی ثابت قدمی سنی تو لوٹ آئے حتیٰ

کہ مسلمانوں کی مدد ہوئی اور اللہ
تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

سلطان صلاح الدین ایوبی فتح کے بعد مقام عکا پر تھے تو اربل کا بادشاہ زین الدین یوسف (کوکبری کے بھائی) مبارک باد دینے کے لئے آئے وہیں بیمار ہوئے اور ۵۸۶ھ میں فوت ہوئے تو سلطان سے مظفر الدین کوکبری نے اپنے والد کے شہر اربل کی حکمرانی مانگی تو سلطان نے نہ صرف اربل بلکہ اس کے ساتھ شہر زور کا اضافہ کر دیا تو یہ ماہ ذوالحج ۵۸۶ھ میں اربل کے حکمران بنے۔

ان کی خوبصورت سیرت

واما سیرته فلقد كان له فی فعل الخيرات غرائب لم يسمع ان احداً فعل فی ذلك ما فعله لم يكن فی الدنيا شئ احب اليه من الصدقة' كان له كل يوم قناطير مقنطرة من الخبز يفرقها على المحاويج فی عدة مواضع من البلد يجتمع فی كل موضع خلق كثير يفرق عليهم فی اول النهار' وكان اذا نزل من الركوب يكون قد اجتمع عند

ان کی سیرت و کردار کا کیا کہنا' انھوں نے اس قدر اعلیٰ وعمدہ نیک کام کئے ہیں کہ ایسے کام کسی کے نہیں سنے۔ دنیا میں صدقات سے بڑھ کر انھیں کوئی شے محبوب ہی نہ تھی۔ ہر روز شہروں کے متعدد مقامات میں محتاجوں کے لئے بھاری مقدار میں غلہ اور روٹی تقسیم کی جاتی۔ اس لئے ہر جگہ صبح کے وقت وہاں کثیر مخلوق جمع ہو جاتی جب وہ گھر واپس سواری سے اترتے تو اس موقعہ پر بھی کثیر

الدار خلق كثير فيدخلهم اليه ويدفع لكل واحد كسوة على قدر الفصل من الشتاء والصيف او غير ذلك ومع الكسوة شيء من الذهب من الدينار والاثنين والثلاثة واقل واكثر، وكان قد بنٰى اربع خانقاهات للزمنى والعميان وملائها من هذين الصنفين، وقرر لهم مايحتاجون اليه كل يوم، وكان يأتيهم بنفسه في كل عصرية اثنين وخميس ويدخل عليهم، ويدخل الى كل واحد في بيته، وبسأله عن حاله وبتفقد بشيء من النفقة، وينتقل الى الآخر، وهكذا حتى يدور على جميعهم، وهو يباسطهم ويمزح معهم ويجبر قلوبهم، وبنى دارا للنساء الارامل، ودار اللصغار الايتام، ودارا للملاقيط رتب بهم جماعة من المراضع، و

لوگوں کا ہجوم ہوتا تو ہر ایک کو موسم سرما و گرما کے مطابق کپڑے اور ان کے ساتھ ایک، دو، تین اور کم وبیش سونے کے دینار بھی دیتے۔ معذور اور نابینا لوگوں کے لئے چار خانقاہیں و مراکز تعمیر کروائیں جو ان سے آباد و بھرے رہتے اور انہیں وہاں ہر روز ضرورت کی اشیاء مہیا ہوتیں، یہ پیر اور جمعرات کو بوقت عصر خود تشریف لے جاتے، ہر ایک کے پاس کمرہ میں جاتے حال پوچھتے اور پوچھتے کسی شے کی ضرورت تو نہیں اسی طرح پھر دوسرے حتیٰ کہ تمام کے پاس جاتے ان کے ساتھ خوش طبعی اور مزاح کی صورت میں ان کے دلوں کو خوش کرتے۔ بیوگان کے لئے الگ مرکز، یتامیٰ کے لئے الگ مرکز اور لاوارث بچوں کے لئے مرکز بنوائے، وہاں بچوں کو دودھ پلانے والی خواتین تک کا انتظام تھا۔ ہر ہر مرکز کی ضروریات

كل مولود يلتقط يحمل اليهن
فيرضعنه واجرى على اهل كل
دار مايحتاجون اليه فى كل
يوم' وكان يدخل اليها فى كل
وقت ويتفقد احوالهم
ويعطيهم النفقات زيادة على
المقررلهم' وكان يدخل الى
البيمارستان ويقف على
مريض مريض وبسأله عن مبيته
و كيفية حاله وما يشتهى وكان
له دار مضيف يدخل اليها كل
قادم على البلد من فقيه اوفقير
او غيرهما' وعلى الجملة فما
كان يمنع منها كل من قصد
الدخول اليها' ولهم الراتب
الدار' فى الغداء والعشاء' واذا
عزم الانسان على السفر
اعطوه نفقة على ما يليق بمثله؛
و بنٰى مدرسة رتب فيها فقهاء
الفريقين من الشافعية
والحنفية' وكان كل وقت
يأتيها بنفسه' و يعمل السماط

کو بھرپور کوشش کر کے پورا کیا
جاتا۔ بار بار خود بھی ان مراکز کا
دورہ کرتے اور ان کی ضروریات کو
پورا کرنے کی یہاں تک کوشش
کرتے کہ مقرر فنڈ سے زیادہ ان
پر خرچ کرتے بیماروں کے لیے
ہسپتال بنوائے۔ وہاں جاتے ہر
ایک مریض سے مزاج پوچھتے
تمہاری رات کیسے گزاری' تمہاری
صحت کیسی ہے؟ کونسی چیز کھانا پسند
کرو گے؟ مہمان خانے بنوائے
وہاں پر ہر کوئی آسکتا تھا خواہ وہ
عالم وفقیہہ ہو یا فقیر وغیرہ یعنی
وہاں کسی کے داخلہ پر پابندی نہ
تھی۔صبح و شام اٹینڈ کرنے والے
لوگ موجود ہوتے۔ جب کوئی
انسان سفر کا ارادہ کرتا تو اس کے
حسب ضرورت سفر خرچ بھی
عنایت فرماتے۔ مدرسہ قائم کیا
جس میں شوافع و احناف علماء
وفقہاء مقرر کیے وہاں تو ان کا اکثر
آنا جانا رہتاان کا لنگر وہاں تھا'

بها ويبيت بها ويعمل السماع، فاذا طاب و خلع شيأ من ثيابه، سير للجماعة بكرة شياء من الانعام، ولم يكن له لذة سوى السماع، فانه كان لا يتعاطى المنكر ولايمكن من ادخاله الى البلد، وبنٰى للصوفية خانقاهين، فيهما خلق كثير من المقيمين والواردين، ويجتمع فى ايام المواسم فيها من الخلق مايعجب الانسان من كثرتهم، ولهما اوقاف كثيرة تقوم بجميع ما يحتاج اليه ذلك الخلق، ولا بدعند سفر كل واحد من نفقة يأخذها، و كان ينزل بنفسه اليهم ويعمل عندهم السماعات فى كثير من الاوقات. وكان يسير فى كل سنة دفعتين جماعة من امنائه الى بلاد الساحل ومعهم جملة مستكثرة من المال يفتك بها اسرى المسلمين من أيدى

رات وہاں بسر کرتے اور سماع و اچھا کلام سنتے۔ جب خوش ہوتے تو اپنی خلعت اتار کر اہل کلام کو بطور انعام دیتے اور انہیں سوائے سماع (اچھا کلام سننے) کے کسی میں لذت نہ تھی کیونکہ وہ برائی کو پنپنے نہیں دیتے تھے بلکہ ان کے شہر میں برائی داخل ہی نہ ہو پاتی۔ صوفیہ کرام کے لئے دو خانقاہیں بنوائیں ان میں کثیر مخلوق اور مسافر مقیم رہتے۔ مختلف اوقات اور موسموں میں وہاں اتنے لوگوں کی موجودگی پر تعجب ہوتا اور ان دونوں مراکز کے لئے کثیراً اوقاف تھے جن سے وہاں مخلوق کی ضروریات کو پورا کیا جاتا واپسی کے لئے بھی خرچہ دیا جاتا۔ خود وہاں آتے اور اکثر اوقات محفل سماع کا انعقاد کرتے۔ ہر سال دو دفعہ بلاد ساحل کی طرف اپنے امین نمائندوں کو بھیجتے جو فدیہ لے کر جاتے اور کفار سے مسلمان

الـكـفار، فاذا وصلوا اليه اعطى كـل واحـد شيئاً وان لم يصلوا فـالامـنـاء يعطونهم بوصية منه فـى ذلك وكـان يـقيـم فى كل سـنة سبيلاً للحاج، ويسير معه اليـه فى الطريق، ويسير صحبته اميـنا معه خمسة او ستة آلاف ديـنـار يـنـفـقها بالحرمين على الـمـحـاويج وارباب الرواتب، ولـه بـمـكة، حرسها الله تعالىٰ، آثـار جـمـيـلة وبعضها باقى الى الآن، وهـو اول من اجرى الـماء الـى جبل عرفات ليلة الوقوف، وغرم عليه جملة كثيرة و عمر بـالـجبـل مـصـانع للمـاء فـان الـحـجـاج كانوا يتضررون من عدم الـمـاء و بنى له تربة ايضاً هنالك.

واما احتفاله بمولد النبى صلى الـلـه عـليه وسلم، فان الوصف يـقـصـر عـن الاحـاطة بـه، لكن نـذكـر طـرفاً منه: وهو ان اهل

قیدیوں کو آزاد کرواتے اگر وہ قیدی ان کے پاس آتے تو خود ان کی خدمت کرتے ورنہ نمائندے حسب حکم ان کی خدمت کر دیا کرتے اور ہر سال حجاج کے لئے سبیل قائم کرتے اور اس کے ساتھ راستہ کی تمام ضروریات بھجواتے، ساتھ نمائندے جاتے جو پانچ یا چھ ہزار دینار، حرمین کے ضرورت مندوں اور خادمین پر خرچ کرتے۔ ان کی مکہ المکرمہ میں نہایت ہی اعلیٰ خدمات ہیں۔ کچھ ان میں سے ابھی تک باقی ہیں۔ یہی پہلے حاکم ہیں جنہوں نے وقوف عرفہ کے لئے عرفات میں پانی کا انتظام کیا اور اس میں کثیر رقم خرچ کی۔ جبل عرفات میں پانی کا کارخانہ لگایا کیونکہ حجاج عدم پانی کی وجہ سے نہایت ہی پریشان ہوتے۔ انھوں نے اپنے لئے وہاں قبر بھی بنوائی تھی۔ رہا ولادت نبوی ﷺ کے خوشی

البلاد كانوا قد سمعوا
بحسن اعتقاده فيه فكان فى
جميع ماتدعو حاجة المسافر
كل سنة يصل اليه من البلاد
القريبة من اربل. مثل بغداد
والموصل والجزيرة وسنجار
ونصيبين وبلاد العجم وتلك
النواحى. خلق كثير من
الفقهاء والصوفية والوعاظ و
القراء والشعراء ولا يزالون
يتواصلون من المحرم الى
اوائل شهر ربيع الأول، ويتقدم
مظفر الدين بنصب قباب من
الخشب كل قبة اربع او خمس
طبقات، ويعمل مقدار عشرين
قبة واكثر، منها قبة له، والباقى
للأمراء وأعيان دولته لكل
واحد قبة، فاذا كان أول صفر
زينوا تلك القباب بأنواع
الزينة الفاخرة المستجملة
وقعد فى كل قبة جوق من
المغانى و جوق من أرباب

میں ان کا محفل میلاد سجانا اس کا
بیان تو احاطہ سے باہر ہے۔ کچھ کا
تذکرہ کیے دیتے ہیں۔ تمام
علاقوں اور شہروں کے لوگ ان
کے اس حسن اعتقاد سے آگاہ تھے
تو ہر سال اربل کے قریبی شہروں
مثلاً بغداد، موصل، جزیرہ، نصیبین،
بلاد عجم اور دیگر علاقوں سے کثیر
لوگ، فقہاء صوفیہ، واعظین، قراء اور
شعراء ان کے ہاں آتے یہ سلسلہ
آمد محرم سے ربیع الاول کے شروع
تک جاری رہتا۔ یہ ان کے لئے
قباب تیار کرواتا، ان کے مختلف
طبقات ہوتے اور ان میں سے
ایک قبہ خود اس کا بھی ہوتا، باقی
دیگر اصحاب منصب کے لئے
ہوتے ابتدا صفر سے ان قباب کو
مزین کروایا جاتا پھر ہر طبقہ میں
اچھا کلام پڑھنے والے خاکے اور
لطائف بیان کرنے اور اصحاب
مزاحیہ کی جماعت مہیا کی جاتی ہر
قبہ کا کوئی طبقہ اس سے خالی نہ

الخیال ومن اصحاب الملاھی، ولـم یتـر کـوا طبـقة مـن تـلـك الـطبـاق فـی کل قبه حتی رتبوا فیھا جوقاً وتبطل معایش الناس فـی تـلـك المدة، وما یبقی لھم شـغـل الا التـفـرج و الـدوران عـلـیھـم، و کـانـت الـقـبـاب مـنـصـوبة مـن بـاب القلعة الی بـاب الـخـانـقـاه الـمجاورة لـلـمـیـدان، فـکـان مظفر الدین یـنـزل کل یوم بعد صلاة العصر ویقف علی قبة قبة الی آخرھا، ویسـمـع غناء ھم، ویتفرج علی خیـالاتھـم ومـا یـفـعـلونـه فی الـقـبـاب، ویبیت فی الخانقاه و یـعـمل السمـاع ویر کب عقیب صـلاة الصبح یتصید، ثم یرجع الـی الـقـعـلة قبل الظھر، ھکذا یـعـمل کل یوم الی لیلة المولد، و کـان یـعـمـلـه سنة فی ثـامن الشھـر، وسـنة فـی الثانی عشر لاجـل الاخـتـلاف الـذی فیـه،

ہوتا۔

ان دنوں عام تعطیل ہوتی لوگ یہاں ہی خوشی و تفریح کے لئے آتے جاتے۔ یہ قباب اس باب قلعہ کے سامنے خانقاہ تک ہوتے جو میدان سے متصل تھی مظفر الدین ہر روز عصر کے بعد یہاں آتے اور ہر ہر قبہ میں ٹھہرتے اور وہاں اچھا کلام سنتے ان کے خیالات و افکار وغیرہ سن دیکھ کر بہت خوش ہوتے، رات خانقاہ میں بسر کرتے اور محفل سماع سجاتے۔ نماز فجر کے بعد شکار کھیلنے جاتے۔ قبل از ظہر قلعہ واپس آجاتے۔ شب میلاد تک ان کا یہی معمول ہوتا۔تاریخ میلاد میں اختلاف کی وجہ سے کسی سال وہ آٹھ اور کسی سال بارہ ربیع الاول کو محفل منعقد کیا کرتے۔ شب میلاد سے دو دن پہلے وہ ان گنت اونٹ، بکریاں اور گائے ڈھول باجوں کے ساتھ لے کر میدان

فاذا كان قبل المولد بيومين اخرج من الابل والبقر والغنم شيئاً كثيراً زائداً عن الوصف وزفها بجميع ما عنده من الطبول والمغاني والملاهي حتى يأتي بها الى الميدان، ثم يشرعون في نحرها، وينصبون القدور ويطبخون الألوان، المختلفة فاذا كانت ليلة المولد عمل السماعات بعد ان يصلي المغرب في القلعة ثم ينزل و بين يديه من الشموع المشتعلة شيء كثير وفي جملتها شمعتان او اربع. اشك في ذلك. من الشموع الموكبية التي تحمل كل واحدة منها على بغل، و من ورائها رجل يسندها وهي مربوطة على ظهر البغل حق ينتهي الى الخانقاه فاذا كان صبيحة يوم المولد انزل الخلع من القلعة الى الخانقاه على

میں آتے وہاں انہیں ذبح کیا جاتا اور پھر انھیں مختلف انداز میں پکایا جاتا۔

شب میلاد قلعہ میں نماز مغرب کے بعد بزم سماع بجتی۔ پھر وہاں سے اترتے تو ان کے آگے کثیر شمعیں روشن ہوتیں، ان میں سے دو یا چار، مجھے شک ہے، شمعیں خچروں پر ہوتیں جنہیں ایک آدمی سہارا دے رہا ہوتا اور وہ خچروں کے پشت پر بندھی ہوتیں حتیٰ کہ خانقاہ تک پہنچتے، جب صبح میلاد آتی تو قلعہ سے تمام خلعتیں اور سامان جماعت صوفیہ کے ہاتھوں یوں منتقل ہوتا کہ ہر شخص کے ہاتھ میں تھیلا ہوتا اور تمام لائن میں ہوتے۔ اس قدر چیزیں وہاں سے لاتے کہ میں انہیں شمار نہیں کر سکتا۔ پھر خانقاہ میں بادشاہ تشریف فرما ہوتے وہاں بڑے بڑے علماء رؤسا اور ایک گروہ سفید لباس میں ہوتے۔ وعظ ونصیحت کرنے

ایدی الصوفیة ' علی ید کل
شخص منهم بقجة' وهم
متتابعون کل واحد وراء
الآخر ' فینزل من ذلك شئ
کثیر لا اتحقق عدده' ثم ینزل
الی الخانقاه و تجتمع الاعیان
والرؤساء وطائفة کبیرة من
بیاض الناس' وینصب
کرسی للوعاظ' وقد نصب
لمظفر الدین برج خشب له
شبابیك الی الموضع الذی فیه
الناس والکرسی ' شبابیك اخر
للبرج ایضاً الی المیدان' وهو
میدان کبیر فی غایة الاتساع'
ویجتمع فیه الجند ویعرضهم
ذلك النهار' وهو تارة ینظر الی
ض الجند و تارة الی الناس
والوعاظ' ولا یزال کذلك حتی
عریفرغ الجند من عرضهم '
فعند ذلك یقدم السماط فی
المیدان للصعالیك' ویکون
سماطاً عاماً فیه من الطعام

والے علماء کے لئے کرسی رکھی
جاتی' مظفر الدین کے لئے لکڑی کا
یوں برج بنایا جاتا کہ اس میں
لوگوں اور کرسی کی طرف کھڑکیاں
ہوتیں۔اس برج میں ایک کھڑکی
میدان کی طرف بھی ہوا کرتی' وہ
میدان بہت بڑا اور نہایت ہی
وسیع تھا' اس میں لشکر بھی جمع
ہوتے اور اس دن وہ بھی سلامی
دیتے' بادشاہ کبھی لشکر کی پریڈ کی
طرف' کبھی لوگوں اور واعظین کی
طرف متوجہ ہوتے۔لشکر کی سلامی
ختم ہونے تک یہی سلسلہ جاری
رہتا اس کے بعد میدان میں فقرا
اور محتاجوں کے لئے دستر خوان
لگایا جاتا اس پر ان گنت کھانا اور
روٹی ہوتی جس کا بیان ممکن نہیں
پھر دوسرا دستر خوان خانقاہ میں ان
لوگوں کے لئے بچھتا جو کرسی کے
پاس جمع ہوتے۔بادشاہ سلامی لشکر
اور وعظ کے دوران ایک ایک
بڑے عالم و سربراہ اور وفود کو اپنے

والخبز شئ كثير لا يحد ولا يوصف، ويمد سماطاً ثانياً فى الخانقاه للناس المجتمعين عند الكرسى، وفى مدة العرض ووعظ الوعاظ يطلب واحداً واحداً من الأعيان والرؤساء والوافدين لأجل هذا الموسم ممن قدمنا ذكره من الفقهاء والوعاظ والقراء والشعراء ويخلع على كل واحد ثم يعود الى مكانه، فاذا تكامل ذلك كله، حضروا السماط وحملوا منه لمن يقع التعيين على الحمل الى داره، ولا يزالون على ذلك الى العصر اوبعدها، ثم يبيت تلك الليلة هناك، ويعمل السماعات الى بكرة، هكذا يعمل فى كل سنة، وقد لخصت صورة الحال فان الاستقصاء يطول، فاذا فرغوا من هذا الموسم تجهز كل انسان للعود الى بلده، فيدفع

پاس بلاتا جو اس موقعہ پر وہاں آئے ہوتے کیونکہ فقہا، واعظین، قراء و شعراء اس مجلس میں ہر طرف سے آیا کرتے تھے۔ انہیں بلا کر ہر ایک کو خلعت دیتا اور وہ اپنی جگہ واپس چلا جاتا۔ جب تمام کو خلعتیں و انعام دینا مکمل ہو جاتا تو یہ دستر خوان پہ آتے اور کھانا کھاتے اور پیک شدہ کھانا اپنے گھر لے جاتے۔ اور یہ سلسلہ عصر اور بعد از عصر تک جاری رہتا پھر رات وہاں ہی بسر کرتے اور صبح تک بزم سماع بجتی۔ ہر سال ان کا یہی معمول تھا۔ میں نے صورت حال کا خلاصہ کر دیا کیونکہ تمام کا احاطہ طویل ہے جب یہ محافل اختتام پذیر ہوتیں ہر آدمی اپنے اپنے شہر واپسی کا ارادہ کرتا تو ہر شخص کو خرچہ عطا کرتے۔

میں نے حرف عین کے تحت حافظ ابو الخطاب بن دحیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ اربل میں اس

لكل شخص شيئاً من النفقة، وقد ذكرت في ترجمة الحافظ ابي الخطاب ابن دحية في حرف العين وصوله الى اربل وعمله لكتاب (التنوير في مولد السراج المنير) لما رأى من اهتمام مظفر الدين به، وانه اعطاه الف دينار غير ما غرم عليه مدة اقامته من الاقامات الوافرة. وكان رحمه الله متى اكل شيئاً استطابه لا يختص به، بل اذا اكل من زبدية لقمة طيبة قال لبعض الجنادرة: احمل هذا الى الشيخ فلان او فلانة ممن عندهم مشهورون بالصلاح، وكذلك يعمل في الفاكهة والحلوى وغير ذلك من المطاعم.

وكان كريم الأخلاق كثير التواضع حسن العقيدة سالم البطانة شديد الميل الى اهل السنة والجماعة لاينفق عنده

بادشاہ سے ملے اور انہوں نے کتاب 'التنویر فی مولد السراج المنیر' لکھی کیونکہ انہوں نے مظفرالدین کو میلاد کا خوب اہتمام کرتے ہوئے پایا تھا اس پر بادشاہ نے انہیں ہزار دینار دیا یہ ان وافر عنایات کے علاوہ ہے جو مدت اقامت میں ان پر ان کی تھیں یہ بادشاہ رحمہ اللہ تعالیٰ جب کوئی پسندیدہ چیز کھاتا تو اسے فقط اپنے لئے ہی مخصوص نہ کرتا بلکہ جب کوئی مثلاً دہی اچھا کھانے لگا لقمہ کھانے کے بعد ملازمین سے کہتا اسے فلاں شیخ یا فلانہ کو دو جو نیکی وتقویٰ میں لوگوں کے ہاں معروف ہوتے اس طرح کا معاملہ پھل' مٹھائی اور دیگر کھانوں میں کرتا۔

یہ بادشاہ بڑے اعلیٰ اخلاق والا' کثیر تواضع والا' اچھے عقیدے والا' اچھی رائے والا اور کٹر اہل سنت و جماعت تھے اور یہ فقہاء اور محدثین

من ارباب العلوم سوى الفقهاء والمحدثين ومن عداهما لا يعطيه شيئاً الا تكلفاً، وكذلك الشعراء لا يقول بهم ولا يعطيهم الا اذا قصدوه فما كان يضيع قصدهم ولايخيب امل من يطلب بره، وكان يميل الى علم التاريخ، وعلى خاطره منه شئ يذاكر به، ولم يزل، رحمه الله تعالى: مؤيدا فى مواقفه ومصافته مع كثرتها، لم ينقل انه انكسر فى مصاف قط......

وكانت ولادته بقلعة الموصل ليلة الثلاثاء السابعة والعشرين من المحرم سنة تسع واربعين وخمسمائة وتوفى وقت الظهر ليلة الجمعة رابع عشر شهر رمضان سنة ثلاثين وستمائة بداره فى البلد التى كانت لمملوكه شهاب الدين قراطايا فلما قبض عليه فى سنة اربع عشرة وستمائة

کے علاوہ دوسروں پر کم ہی خرچ کرتے ان کے علاوہ کو مجبور ہو کر دیتے نہ شعراء کا نام لیتے اور ہی انہیں دیتے البتہ اگر اس کے پاس آجاتا تو اس کے آنے کو ضائع نہ کرتا اور کسی اچھا تعاون مانگنے والے کو مایوس نہ کرتے اور یہ علم تاریخ کی طرف مائل تھے اور ان کے دل میں کچھ نہ کچھ اس سے یاور رہتی اس بادشاہ رحمہ اللہ تعالی کو تمام معرکوں اور میدانوں میں کثرت کے باوجود تائید اور مدد حاصل رہی ان کے بارے میں یہ کہیں منقول نہیں کہ کسی میدان میں پیچھے ہٹے ہوں۔

ان کی ولادت قلعہ موصل میں ستائیس محرم منگل کی رات ۵۴۹ھ میں اور ان کی وفات چودہ رمضان جمعرات کو بوقت ظہر (۶۳۰ھ) اسی دار میں ہوئی جو اس شہر میں تھی جو شہاب الدین قراطایا کی ملک تھی۔ ۶۱۴ میں انہوں نے

اخذها وصاريسكنها بعض الأوقات، فمات، بها، ثم نقل الى قلعة اربل ودفن بها، ثم حمل بوصية منه الى مكة، شرفها الله تعالىٰ، وكان قد أعدله بها قبة تحت الجبل فى ذيله يدفن فيها، وقد سبق ذكرها، فلما توجه الركب الى الحجاز سنة احدى وثلاثين سيروه فى الصحبة، فاتفق ان رجع الحاج تلك السنة من لينة ولم يصلوا الى مكة، فردوه ودفنوه بالكوفة بالقرب من المشهد، رحمه الله تعالىٰ وعوضه خيراً وتقبل مباره واحسن منقلبه. وأما زوجته ربيعة خاتون بنت ايوب فانها توفيت فى شعبان سنة ثلاث واربعين وستمائة، وغالب ظنى انها جاوزت ثمانين سنة، ودفنت فى مدرستها الموقوفة على الحنابلة بسفح فاسيون ،

حاصل کی تھی بعض اوقات وہاں ٹھہرا کرتے تھے تو وہیں ان کا انتقال ہوا پھر قلعہ اربل میں لا کر دفن کر دیا پھر ان کی وصیت کے مطابق مکہ کی طرف لے جایا گیا۔ ان کے لئے پہاڑ کے دامن میں دفن کے لئے قبہ بنایا گیا تھا اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، جب حاجی ۶۳۱ میں حجاز کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے ساتھ اٹھا لیا تو اتفاقاً اس سال حجاج مقام لینہ سے واپس آ گئے اور وہ مکہ نہ پہنچ پائے لہٰذا انہیں واپس لا کر کوفہ میں مشہد کے قریب دفن کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ ان پر رحمتوں کا نزول فرمائے اور انہیں بہتر جزا دے، ان کی خدمات و نیکیوں کو قبول فرمائے اور ان کا ٹھکانہ خوبصورت ہو۔ان کی اہلیہ محترمہ ربیعہ خاتون بنت ایوب ہیں یہ شعبان ۶۴۳ میں فوت ہوئیں میرا غالب گماں یہی ہے کہ ان کی عمر

وکانت وفاتها بدمشق وکو کبوری : بضم الکافین بینها واو ساکنة ثم باء موحدة مضمومة ثم واو ساکنة وبعدها راء' وهو اسم ترکی معناه بالعربی ذئب ازرق.
(وفیات الاعیان: ۔۵۳۶۔۵۴۰)

۸۰ سال سے زیادہ تھی۔ یہ مقام سفح قاسیون میں اپنے وقف کردہ مدرسہ برائے حنابلہ میں دفن ہوئیں' ان کی وفات دمشق میں ہوئی۔ کوکبوری' دونوں کاف پر پیش ودرمیان میں واؤ ساکن پھر یا پر پیش اور واو ساکن اور اس کے بعد را ہے یہ ترکی لفظ ہے عربی میں اس کا معنی نیلے رنگ والا چیتا کے ہیں۔

۲۔ حافظ ابن کثیر کی سنیئے

مفسر قرآن حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) اس بادشاہ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں' اس کا نام مظفر ابوسعید کوکبری بن زین الدین علی بن تبکتکین ہے۔

احد الاجواد والسادات الکبراء والملوك الامجاد' له آثار حسنة وقد عمر الجامع المظفری بسفح قاسیون' وکان قدهم بسیاقة الماء الیه من ماء بذیرة فمنعه المعظم من ذلك' واعتل بانه قدیمر علی مقابر المسلمین

یہ بزرگ بادشاہوں' بڑے سربراہوں اور سخی بادشاہوں میں سے ایک ہیں' انہوں نے بہت ہی خوبصورت کام کیے۔ کوہ قاسیوں میں اہل اسلام کے لئے بہت عظیم مسجد جامع مظفری تعمیر کروائی۔ لوگوں کی تمنا تھی کہ اس مسجد میں ذیرہ سے بصورت نہر پانی چلایا

بالسفوح، وكان يعمل المولد الشريف في ربيع الاول ويحتفل به احتفالاً هائلاً، وكان مع ذلك شهماً شجاعاً فاتكا بطلاً عاقلاً عالماً عادلاً رحمه الله واكرم مثواه، وقد صنف الشيخ ابو الخطاب ابن دحية له مجلداً في المولد النبوي سماه "التنوير في مولد البشير النذير" فاجازه على ذلك بالف دينار، وقد طالت مدته في الملك في زمان الدولة الصلاحية، وقد كان محاصراً عكاو الى هذه السنة محمود السيرة والسريرة، قال السبط: حكى بعض من حضر سماط المظفر في بعض الموالد كان يمد في ذلك السماط خمسة آلاف رأس مشوي، وعشرة آلاف دجاجة، ومائة الف زبدية، وثلاثين الف صحن حلوى، قال: وكان

جائے مگر ملک معظم نے یہ کہتے ہوئے اس سے منع کیا کہ مقام سفوح میں مسلمانوں کا قبرستان ہے اور نہر وہاں سے گزرے گی (یعنی قبرستان کیبے حرمتی مناسب نہیں) یہ ربیع الاول میں محافل میلاد کا اہتمام کرتے ہوئے بڑی محفل سجاتے، اس کے ساتھ ساتھ یہ ذکی، بہادر، حریت فکر، جرأت مند، دانشور، فاضل اور بڑے عادل تھے۔ ان کے لئے ہی شیخ ابوالخطاب بن دحیہ نے مولد نبوی پر "التنویر فی مولد البشیر النذیر" کتاب لکھی جس پہ انہیں ہزار دینار انعام دیا۔ ان کی بادشاہی کا دور، خاندان صلاحیہ کی سلطنت میں کافی طویل ہے۔ مقام عکا میں انہوں نے کفار کو شکست دی اور اس معاملہ (کفار کے ساتھ جہاد) میں وہ نہایت ہی اعلیٰ سیرت و خدمات کے مالک ہیں۔ شیخ سبط نے محفل میلاد کے

يحضر عنده في المولد اعيان العلماء والصوفية فيخلع عليهم ويطلق لهم ويعمل للصوفية سماعا من الظهر الى الفجر، ويرقص بنفسه معهم، وكانت له دار ضيافة للوافدين من اى جهة على اى صفة، وكانت صدقاته فى جميع القرب والطاعات على الحرمين وغيرهما، وينفك من الفرنج فى كل سنة خلقا من الاسارى، حتىٰ قيل ان جملة من استفكه من ايديهم ستون الف اسير، قالت زوجته ربيعة خاتون بنت ايوب. وكان قد زوجه اياها اخوها صلاح الدين، لما كان معه على عكا قالت: كان قميصه لا يساوى خمسة دراهم فعاتبته بذلك فقال: لبسى ثوبا بخمسة واتصدق بالباقى خير من ان البس ثوباً مثمنا وادع الفقير

موقعہ پر ملک مظفر کے دستر خوان پہ بیٹھنے والے ایک آدمی سے بیان کیا کہ اس کے دستر خوان پر پانچ ہزار بکرے، دس ہزار مرغ، ایک لاکھ دہی کے پیکٹ، تیس ہزار حلوہ اور مٹھائی کی پراتیں ہوتی تھیں۔ ان کی محفل میلاد میں اس وقت کے بڑے بڑے علماء و صوفیاء شریک ہوتے۔ انہیں اعلیٰ پوشاک اور انعامات دیتے۔ صوفیا کے لئے ظہر سے فجر تک سماع (اچھا کلام) سننے کا اہتمام کرتا اور صوفیہ کے ساتھ خود بھی کلام سن کر وجد و سرور میں آتا۔ انہوں نے ہر طرف سے آنے والے ہر کسی کے لئے مہمان خانے بنا رکھے تھے۔ تمام فلاحی نیک کاموں و دینی معاملات میں اس کے صدقات کا دائرہ حرمین اور دیگر مقامات تک پھیلا ہوا تھا۔ ہر سال انگریز سے کثیر قیدیوں کو آزاد کرواتے حتیٰ کہ منقول ہے

المسكين ، و كان يصرف على المولد في كل سنة ثلاثمائة الف دينار ، وعلى دار الضيافة في كل سنة مائة الف دينار ، و على الحرمين و المياه بدرب الحجاز ثلاثين الف دينار سوى صدقات السر ، رحمه الله تعالىٰ ، و كانت وفاته بقلعة اربل ، واوصى ان يحمل الى مكة فلم يتفق فدفن بمشهد على

(البدایہ والنھایہ: ۱۳۔۱۴۷)

ان آزاد کردہ لوگوں کی تعداد ساٹھ ہزار ہے۔ ان کی بیوی خاتون ربیعہ بنت ایوب (صلاح الدین ایوبی کی ہمشیرہ ہیں، ان کا رشتہ مقام عکا پر ان کی خدمات کی وجہ سے انہوں نے ان سے کروایا تھا) بتاتی ہیں، ان کی قمیض کی قیمت پانچ درہم کے برابر نہ تھی جس پہ میں نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ آپ قیمتی لباس کیوں نہیں پہنتے؟ تو فرمانے لگے میرا پانچ درہم کے مساوی لباس پہننا اور باقی رقم کا صدقہ کرنا یہ اس سے کہیں بہتر کہ میں قیمتی لباس پہنوں اور فقرا و مساکین کو حالت محتاجی میں چھوڑ دوں، میلاد پر ہر سال تین لاکھ دینار اور مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار، حرمین اور حجاز میں پانی کے انتظامات پر تیس ہزار درہم خرچ کرتے اور یہ ان کے مخفی و سری صدقات کے علاوہ ہیں اللہ تعالیٰ کی ان پر خوب رحمتیں

ہوں۔ ان کی وفات قلعہ اربل میں ہوئی اور انہوں نے مکہ دفن کرنے کی وصیت کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس انہیں دفن کیا گیا۔

امام ذہبی اور تعارف حاکم

امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ) اس بادشاہ کا تعارف یوں لکھتے ہیں' مظفر الدین صاحب اربل' ملک معظم ابوسعید کوکبوری بن امیر زین الدین علی بن کوجک ترکمانی' کوجک کا معنی لطیف قد والا ہے۔

ولی مظفر الدین مملكة اربل بعد موت ابيه فی سنة ثلاث و ستين وله اربع عشرة سنة. فتعصب عليه اتابكه مجاهد الدين قيماز و كتب المحضر انه لا يصلح للملك لصغره. واقام اخاه يوسف. ثم سكن حران مدة. ثم اتصل بخدمة السلطان صلاح الدين وتمكن منه وتزوج بأخته ربيعة واقفة مدرسة الصاحبة. وشهد معه عدة مواقف أبان فيها عن

یہ مظفر الدین' مملکت اربل کے اپنے والد کے مرنے کے بعد سن ۵۶۳ھ میں چودہ سال کی عمر میں والی بنے۔ اس پر اتابک مجاہد الدین قیماز نے تعصب برتا اور خلیفہ کو لکھا یہ صغر سنی کی وجہ سے سربراہ مملکت کے اہل نہیں لہٰذا ان کے بھائی یوسف کو سربراہ بنا دیا گیا تو یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے پاس چلے گئے اور وہاں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا تو سلطان نے اپنی بہن ربیعہ کا نکاح

شجاعة واقدام. وكان حينئذ على امرة حران والرها فقدم اخوه يوسف منجداً لصلاح الدين فاتفق موته على عكا. فأعطى السلطان صلاح الدين لمظفر الدين اربل وشهرزور، وأخذ منه حران والرها. ودامت أيامه الى هذا العام. وكان من أدين الملوك واجودهم واكثرهم برا و معروفاً على صغر مملكته، وكان يضرب المثل بما ينفقه كل عام فى المولد. وله مدرستان، وأربع خوانك، ودار الأرامل، ودار الايتام، ودار اللقطاء، ومارستان وغير ذلك، توفى فى رابع عشر رمضان.

(العبر فی خبر من غبر :۲_۲۲۴)

ان کے ساتھ کیا۔ اس خاتون نے مدرسہ صاحبہ وقف کیا تھا۔ یہ سلطان کے ساتھ کئی جنگوں و معرکوں میں شریک ہوئے جن میں انہیں اپنی شجاعت اور دشمن کے خلاف جوہر دکھانے کا موقعہ ملا۔ اس وقت وہ حران اور الرّہا کے گورنر بھی تھے۔ ان کے بھائی یوسف مقام عکا میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی معاونت کے لئے آئے ہوئے تھے وہاں وہ فوت ہوئے تو سلطان نے مظفر الدین کو اربل وشہرزور حوالے کر کے حران والرّہا ان سے واپس لے لیے

تاکہ یہ اپنے والد کی جگہ سنبھال سکیں تو اب اس سال ۶۳۰ تک وہی حکمران ہیں یہ بادشاہوں میں نہایت ہی دیندار نیک و صالح، سب سے سخی، کثرت کے ساتھ نیک کام کرنے والے، چھوٹی سلطنت کے باوجود نہایت ہی مشہور ہیں، ہر سال میلاد پر خرچ

کرنے میں اپنی مثال تھے۔
انہوں نے خدمت دین کے لئے
دو مدارس قائم کئے' چار مہمان
خانے بیوگان اور یتامی کے لئے
الگ الگ دارالکفالہ گمشدہ
لاوارث اور بوڑھوں کے لئے
مراکز وغیرہ بنائے ان کا وصال
چودہ رمضان میں ہوا۔

امام ذہبی نے ہی تاریخ اسلام میں ان کا تعارف ان الفاظ میں لکھا ہے۔

کوکبوری بن علی بن سبکتین بن محمد سلطان ملک معظم مظفر الدین ابوسعید بن صاحب اربل امیر زین الدین ابوالحسن علی کوجک ترکمانی' کوجک عجمی لفظ بمعنی چھوٹا خوبصورت قد ہے۔ یہ علی کوجک' بہادر' ذکی اور بلاد کثیر کے مالک تھے۔ انہوں نے وہ تمام شہر صاحب موصل ملک قطب الدین مودود کی اولاد پہ تقسیم کر دیے یہ نہایت ہی قوی اور طویل عمر کے مالک تھے۔انہوں نے اور امیرالدین شیرکوہ بن شاذی نے ۵۵۵ میں حج کیا اور ۵۶۰ کے آخر میں اربل میں فوت ہوئے۔ انہوں نے موصل میں مدرسہ قائم کیا اور بہت سارے اوقاف بھی' جب یہ فوت ہوئے تو ان کے بیٹے مظفر الدین سربراہ بنے ان کی عمر اس وقت چودہ سال تھی۔ ان کا اتا بک مجاھد الدین قیماز تھا اس نے تعصب برتتے ہوئے سلطان کو لکھا ان میں مملکت چلانے کی صلاحیت نہیں۔ سلطان نے خلیفہ سے مشورہ کے بعد ان کی جگہ ان کے بھائی زین الدین یوسف بن علی کو سربراہ بنا دیا اور انہیں ان شہروں

سے معزول کر دیا ہے بغداد پہنچے لیکن لوگ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے پھر موصل آئے وہاں کے سربراہ ملک سیف الدین غازی بن مودود نے شہر حران ان کے سپرد کر دیا وہاں کچھ مدت رہے پھر یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی خدمت میں چلے گئے وہاں انھوں نے بڑی قربانی دے کر ان کے ہاں مقام پیدا کر لیا تو سلطان نے ان کی مملکت میں اضافہ کرتے ہوئے ۵۷۸ میں الرھا بھی ان کے سپرد کرتے ہوئے اپنی بہن ربیعہ خاتون کا نکاح بھی ان سے کر دیا جو پہلے سعد الدین مسعود بن امیر معین الدین کے نکاح میں تھیں اور وہ ۵۷۱ میں فوت ہوئے۔

ملک مظفر الدین' سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ کثیر معرکوں میں شریک ہوئے جس میں انہوں نے اپنی خوبیوں اور بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور حطین کے معرکہ میں تو وہی ثابت قدم رہے۔ پھر ان کے بھائی زین الدین یوسف علی' سلطان صلاح الدین ایوبی کے پاس مبارک اور اربل کی طرف سے تعاون کے لئے مقام عکا آئے تو بیمار ہو گئے اور وہیں ۵۸۶ ھ رمضان میں فوت ہو گئے تو سلطان صلاح الدین ایوبی نے مظفر الدین کو حران اور الرھا چھوڑ دینے کا کہا۔ اور انہیں اربل (ان کے والد کا شہر) اور شہر زور کا سربراہ و والی بنا دیا تو اسی سال کے آخر میں وہ اربل آ گئے۔

قاضی شمس الدین (ابن خلکان) نے ان کا تذکرہ اور ان کی خوب تعریف کرتے ہوئے کہا۔

لم یکن شئی احب الیہ من الصدقۃ	انہیں صدقہ سے بڑھ کر کوئی شئے محبوب نہ تھی

ان کی طرف سے ہر روز خبز و روٹی کے ذخائر تقسیم کیے جاتے۔ ہر

سال خلق کو کپڑے اور ان کے ساتھ ایک دو دینار بھی دیتے۔ اپاہج اور نابینا لوگوں کے لئے چار مراکز قائم کر رکھے تھے جو ان سے بھرے رہتے۔ ہر جمعرات و پیر کو خود وہاں جاتے ہر ایک کے پاس جا کر ان کے احوال اور ضروریات پوچھتے پھر دوسرے کے پاس حتیٰ کہ تمام کے پاس جاتے۔ ان کے دل بہلاتے رہتے ان سے خوش طبعی بھی کرتے۔ بیوگان کے لئے مرکز بنوایا اس طرح یتامیٰ کے لئے الگ مرکز بنوایا۔ لاوارث بچوں کے لئے مرکز میں دائیوں کا انتظام کیا بیماروں کے لئے ہسپتال قائم کیا۔ ہر مریض کے پاس جا کر اس کے حال کا پتہ کرتے۔ مہمان خانہ بنوایا۔ جس میں صبح و شام ہر کوئی آ سکتا خواہ وہ فقیر ہے یا عالم۔ جب وہ واپسی کا ارادہ کرتا تو مناسب خرچہ بھی دیتے۔ شوافع و احناف کے لئے مدرسہ بنوایا اس میں ہر روز آتے' اس میں لنگر کا انتظام کیا پھر وہاں اچھے کلام (سماع) کا اہتمام ہوتا۔ جب خوش ہوتے تو اپنی پوشاک اتار کر قوالوں کو بطور انعام دے دیتے۔ انہیں اچھا کلام سننے کے علاوہ کسی میں لذت نہ تھی۔

فانہ کان لا یتعاطی المنکر — کیونکہ یہ برائی کو موقعہ ہی نہ دیتے
ولا یمکن من ادخالہ البلد — اور نہ ہی برائی کو شہر و علاقہ میں داخل ہونے دیتے۔

صوفیہ کرام کے لئے دو خانقاہیں بنوائیں جس میں کثیر مخلوق رہتی اور ان دونوں کے لئے کثیر اوقاف بھی تھے خود ان صوفیہ میں آ کر بیٹھتے اور سماع سنتے۔

ہر سال دو دفعہ کثیر رقم دے کر امین نمائندوں کو کفار سے قیدی رہا کروانے کے لئے بھیجتے اگر وہ قیدی ان تک پہنچتے تو خود ان کی خدمت کرتے' ہر سال لوگوں کو حج کے لئے اخراجات دیتے۔ ہر سال پانچ ہزار

دینار حرمین کے خدام و مجاورین کے لئے بھیجا کرتے۔ سب سے پہلے انھوں نے عرفات تک پانی کا اجرا کیا' حجاز کی سرزمین پہ کنویں کھدوائے اور وہاں اپنے لئے قبر بھی بنوائی۔

آگے لکھتے ہیں۔

ان کی محافل میلاد کا کیا کہنا' ان کا بیان احاطہ سے باہر ہے۔ موصل' بغداد' سنجار' جزیرہ اور دیگر مقامات سے جو کثیر لوگ ان میں شرکت کے لئے آتے ان میں اس دور کے فقہا' صوفیہ' واعظین اور شعراء بھی تھے اور یہ آمد کا سلسلہ محرم سے اوائل ربیع الاوّل تک جاری رہتا۔

بیس کے قریب لکڑی کے قبے بنائے جاتے۔ ایک اس کا اپنا جبکہ دیگر بڑے بڑے صاحب منصب لوگوں کے لئے تھے ہر قبہ چار پانچ منزلہ ہوتا۔ ابتداء صفر سے ان قبوں کی زیبائش شروع ہو جاتی۔ ان میں اچھا کلام پڑھنے والوں' مزامیر' خاکے پیش کرنے والوں کی ایک جماعت بٹھا دی جاتی۔ ان دنوں تفریح کی وجہ سے کاروبار بند رہتا۔ بادشاہ ہر عصر کے بعد آکر ہر قبہ میں جاتا اور اچھا کلام سنتا اور ان کے خاکے سن دیکھ کر خوش ہوتا۔ رات خانقاہ میں بسر کرتا اور بزم سماع کا اہتمام کرتا۔ صبح کے وقت شکار کے لئے جاتا۔ ظہر سے پہلے قلعہ واپس آجاتا۔ ہر روز شب میلاد تک اس کا یہ معمول تھا تاریخ مولد میں اختلاف کی وجہ سے وہ کبھی آٹھ اور کبھی بارہ ربیع الاوّل کو محفل سجاتا۔ ان گنت اونٹ' گائے اور بکریاں' ڈھول اور باجوں کے ساتھ لے کر میدان میں نکلتا' انہیں وہاں ذبح کر کے مختلف انداز میں پکایا جاتا۔

(تاریخ الاسلام: ۴۰۲۔۴۰۵)

امام ذہبی نے سیر میں بھی تقریباً یہی لکھا ہے مگر قاضی ابن خلکان کا

حوالہ نہیں دیا کچھ اقتباسات ملاحظہ کر لیجئے۔

ملک مظفر الدین نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ بڑے بڑے معرکوں میں شرکت کی۔ خصوصاً یوم حطین کے دن ان کی شجاعت پر بادشاہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے حران اور الرھا دونوں ان کے حوالہ کیے اور اپنی ہمشیرہ ربیعہ (جنہوں نے مدرسہ صاحبہ وقف کیا تھا) کا نکاح بھی ان سے کر دیا......

یہ صدقات کے نہایت ہی محب تھے' ہر روز روٹی کے ذخائر تقسیم کرتے' ہر سال خلق کو کپڑے اور دینار دیتے' معذور اور نابینا لوگوں کے لئے چار مراکز بنوائے۔ یہ پیر اور جمعرات کو آ کر ایک ایک کی ضروریات کے بارے میں پوچھا کرتے۔ بیوگان کے لئے الگ' یتامیٰ کے لئے الگ اور لاوارث بچوں کے لئے الگ مراکز بنوائے۔ بیماروں کے لئے ہسپتال بنوایا اور وہاں خود جاتا۔ ہر آنے والے کے لئے مہمان خانہ بنوایا اور انہیں حسب ضرورت خرچہ دیتا۔ شوافع اور احناف کے لئے ادارے قائم کیے۔ سماع (اچھا کلام سننے) کے لئے کثرت کے ساتھ بزم سجاتا اور اسے سماع کے سوا کسی شے میں لذت نہ تھی۔

وکان یمنع من دخول منکر بلدہ	وہ اپنے علاقہ میں کسی برائی کو داخل نہ ہونے دیا کرتا تھا۔
	ہر سال کفار سے
یفتك اسری بجملة	قیدی مسلمانوں کو آزاد کرواتا
	حجاج کی خدمت کرتا
ویخرج سبیلا للحج	حج کے لئے سبیل بنوائی

ہر سال حرمین کے خدام کے لئے پانچ ہزار دینار (پونڈ) بھجواتا۔

واجری الماء الی عرفات — میدان عرفات تک پانی کا انتظام کیا۔

میلاد النبی ﷺ پہ خوب خرچ کرتا۔

وقد جمع له ابن دحية كتاب المولد فاعطاه الف دينار — ان کے لئے ابن دحیہ نے کتاب المولد جمع کی تو انہوں نے اسے ہزار دینار دیا۔

آگے امام ذہبی کہتے ہیں۔

وكان متواضعا خيراً سنياً ويحب الفقهاء والمحدثين وربما اعطى الشعراء — یہ نہایت ہی متواضع، دیندار اور سنی حاکم تھے۔ فقہاء اور محدثین سے محبت کرتے اور شعرا کو کم ہی دیا کرتے۔

(سیر اعلام النبلاء:۱۶-۲۷۵)

۴۔ امام زکریا بن محمد بن محمود قزوینی (۶۰۵، ۶۸۲) شہر اربل کے بارے میں لکھتے ہیں، اس کے سربراہ ملک مظفر الدین کوکبری بن زین الدین علی ہیں۔

كان ملكاً شجاعاً جواداً غازيا — بہادر، سخی اور غازی حاکم تھے۔

کفار کے خلاف ان کے جہاد کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

له نكايات فى الفرنج يتحدث الناس بها — انہوں نے انگریزوں کا جو قلع قمع کیا۔ لوگوں میں وہ معروف ہے۔

اہل تصوف کا معتقد تھا۔ ان کے لئے دو مراکز بنوائے وہاں دو صد صوفیا رہتے۔ ہر جمعہ کی شب وہاں کھانا کھاتے اور وجد و سرور میں جھومتے۔ جو بھی اہل تصوف سے آتا اس کی خدمت کرتے اور واپسی پر

دینار دیتے۔

ومن اتاه من اهل العلم والخیر و الصلاح اعطاه علی قدر رتبته — اہل علم وخیر اور صاحب تقویٰ میں سے جو بھی آتا اس کے رتبہ کے مطابق اسے عطا کرتے۔

دس ربیع الاوّل کے موقعہ پر ان کی طرف سے دعوت عامہ اور مہمان نوازی ہوتی۔ اس موقعہ پر کثیر مخلوق جمع ہو جاتی۔ بارہ ربیع الاوّل چونکہ مولد النبی ﷺ کا دن ہے۔ لہٰذا اس دن عظیم تبلیغ کا سلسلہ ہوتا تمام حاضرین وہاں سے خیر و برکت لے کر لوٹتے۔

و کان یبعث الی الافرنج اموالا عظیمة یشتری بها الاسری — انگریزوں کو مال کثیر دے کر مسلمان قیدیوں کو رہا کرواتے۔

انہوں نے طویل عمر پائی اور ۶۲۹ میں ان کا وصال ہوا۔

(آثار البلاد و اخبارا العباد: ۲۹۰)

۵۔ امام موزخ ابوالفلاح عبدالحی بن العماد حنبلی (۱۰۸۹) نے شیخ ابن خلکان کی تمام گفتگو کا خلاصہ نقل کر کے اس کی تائید کی ہے پھر شیخ ابن شہبہ کے حوالہ سے لکھا انہوں نے بھی اس بادشاہ کی بہت تعریف و ثناء کی ہے اور لکھا۔

ایک اہل اربل کی جماعت نے بیان کیا ہے محفل میلاد پر چھ لاکھ دینار، مسلمان قیدی چھڑانے کے لئے دو لاکھ، مہمان خانہ پہ ایک لاکھ، خانقاہ پر ایک لاکھ، حرمین میں حجاج کے لئے بیس اور عرفات پہ تیس ہزار دینار خرچ کیا کرتے اور یہ سری اور مخفی صدقات کے علاوہ ہے۔ ماہ رمضان میں قلعہ اربل میں فوت ہوئے، وصیت کی کہ مجھے اللہ کے حرم مکہ میں دفن کیا جائے کوفہ تک لے جایا گیا مگر تاتاریوں کی وجہ سے حجاج کا قافلہ جا نہ سکا تو امیر

المومنین سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں دفن کیا گیا۔
(شذرات الذہب: ۵۔۱۴۰)

۶۔ شیخ عبدالجبار مبارک خفیانی نے متعدد کتب تاریخ سے حوالہ سے ان کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے۔

اما اسمه فهو احمد بن على بن تبكتكين ، وأما اقليمه و منشأه ف (تركمان) وقد لقبه أهله ب(كوكبرى). وهو لفظ تركمانى و يعنى باللغة العربى (الذئب الأزرق). كان أبوه زين الدين على بن تبكتكين ملكا على اقليم (اربل) من بلاد الموصل فى (العراق) وقد ولاه عليها نور الدين محمود خليفة عماد الدين زنكيى. وقد مات زين الدين عن عمر تجاوز المائة عام. وقد ترك انجازات رائعة فى منطقة الموصل. أما ابنه (احمد) فقد التحق بخدمة الملك الناصر صلاح الدين الأيوبيى فوجد فيه صلاح الدين بطلا شجاعا

ان کا نام احمد بن علی اور ان کا اصل وطن اور جائے ولادت ترکمان ہے۔ اہل ترکمان نے انہیں کوکبری کا لقب دیا۔ یہ عجمی لفظ ہے اس کا معنی لغت عرب میں الذئب الازرق (نیلے رنگ والا چیتا) کے ہیں۔ان کے والد زین الدین علی عراق میں موصل کے شہر اربل کے والی تھے اور انہیں یہ عہدہ نور الدین محمود خلیفہ عماد الدین زنگی نے سونپا تھا۔ وہ سو سال سے زائد عمر میں فوت ہوئے انہوں نے صوبہ موصل میں خوبصورت آثار اور یادیں چھوڑیں۔ان کے بیٹے احمد ملک ناصر صلاح الدین ایوبی کی خدمت میں چلے گئے سلطان نے انہیں بطل حریت، شجاع اور پیشقدمی

وفـارسـا مـقـدامـا. وقد ثبت بـاجماع المؤرخين أن معركة (حـطـين) التيـى هـزم فيهـا الـصـليبيون هزيـمة منكسرة كـان يـقـود جيـش المسلمين فيهـا الـقـائـد (احـمـد بن على) الـذى عـرف فيما بعد بالملك الـمـظـفـر. وقد لقبه التر كمان فـي مـعـر كة (حـطـين) ب(كـو كـبـرى) أى الـذئـب الأزرق. لشـدة مـراسـه وقوة بأسه على الصليبين. ولما كان الـذئب معروفا بمكره و عناده فـقـد حمل الملك المظفر هذا الـلـقب لأن الطريقة التي هزمَ بها الصليبيين فى (حطين) تدل عـلـى ذكـاء و قـاد و تصـرف سـديـد. فـقـد هجمت فرقه من فرسان الصليبين هجمة ضارية شـديـدة عـلـى ميمنة جيش صلاح الـديـن وخشى صلاح الـديـن مـن هـذه الهجمة

کرنے والا سپہ سالار پایا۔ تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ معرکہ حطین جہاں کفار اور اہل صلیب کو بہت بُری طرح شکست ہوئی اس موقعہ پر جو مسلمان سپہ سالار تھے۔ ان میں یہ احمد بن علی بھی شامل تھے۔ بعد میں مظفرالدین اور کوکبری کے نام مشہور ہوئے۔کوکبری (نیلا چیتا) کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اہل صلیب پر پوری قوت و جمعیت کے ساتھ ٹوٹ پڑے تھے چونکہ نیلا چیتا تدبیر اور عناد میں معروف ہے تو ملک مظفر کو یہی لقب دیا کیونکہ ان کی ایسی تدبیر سے حطین میں کفار کو شکست ہوئی جو ان کی زکاوت' قیادت اور بہتر فیصلہ پر شاھد تھی۔ ہوا یوں کہ اہل صلیب کے سواروں نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے لشکروں پر اس قدر شدید حملہ کیا کہ ان کے شر و حملہ سے بادشاہ خوف زدہ ہوگیا۔

الشرسة' وكان بجواره أركان حربه الملك المظفر احمد بن علی (كوكبری) فألقى نظرة علی میدان حطین فوجده مغطی بحشیش كثیف جاف والریح تهب تجاه الجیش الصلیبی فما كان من (كوكبری) الا أن أصدر أوامره للجیوش الاسلامیة بالتراجع قلیلا ثم اشعل النار فی هذا الحشیش الجاف فحملت الریاح النار والدخان وضربت به وجوه الصلیبین وخیلهم سیما وقد اختار (كوكبری) لتنفیذ هذا الامریوما ذاریح عاصف. فلفح اللهب وجوه الصلیبین كما أن الدخان شكل ساترا حقیقیا خانقا مع شدة العطش فانكسر الصلیبیون من جراء هذاالعمل

بادشاہ کے قریب سپہ سالار مظفر الدین احمد کوکبری بھی تھے جب بادشاہ نے میدان حطین پر نظر دوڑائی تو اسے کثیف خشک گھاس میں ڈھپا ہوا پایا۔ ہوا کا رخ لشکر کفار کی طرف تھا۔ کوکبری نے لشکر اسلامی کو تھوڑا سا ہٹنے کا کہا اور حکم دیا گھاس کو آگ لگا دی جائے جیسے ہی وہ آگ لگی' ہوا نے وہ آگ اور دھواں کفار کی طرف پھینکا جس کی وجہ سے ان کے اور ان کے گھوڑوں کے رخ مڑ گئے تو خصوصاً ہوا والے دن کو اس عمل کے لئے کوکبری نے منتخب کیا تو ہوا نے آگ کے شعلے صلیبیوں کے چہروں پر پھینکے۔ اس طرح دھواں نے ان کے سانس بند کر دیے اور سخت پیاس میں ڈوب گئے تو اس تدبیر سے صلیبیوں کا زور ٹوٹ گیا جس کا وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے۔

ان کی صفیں منتشر ہوگیں اور تمام لشکر میں یہ بات پھیل گئی کہ یہ

کوکبری کی تدبیر ہے۔

یعرفونه بطلا مقدا ما شجاعا — اسے لوگ بطل حریت، پیش قدمی کرنے والا اور بہادر جانتے

تو مقام حطین میں کفار کو شدید شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس شکست نے۔

مهدت لفتح القدس و تحرير بيت المقدس من قبضة الصيلبية — کفار کے قبضہ سے قدس اور بیت المقدس کی آزادی کی راہ ہموار کی۔

اور تمام معرکوں میں

كان هو القائد الفعلي و العقل المخطط — یہی بادشاہ، عمل اور تدبیر میں قیادت کر رہے تھے۔

تو جب شام کے تمام علاقوں سے صلیبی نکل گئے اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے قرار پایا تو

رأى ان يكرم هذا القائد الشجاع المسلم الغيور فعينه ملكا على اربل خلفاً لابيه زين الدين ولقبه بالملك المظفر (البراہین الجلیہ :۹۲) — تو اس بہادر اور غیرت مند قائد کی حوصلہ افزائی ضروری محسوس کی تو انہیں ان کے والد زین الدین کی جگہ اربل کا حکمران مقرر کر دیا اور ملک مظفر (کامیاب قائد) کا لقب بھی دیا۔

واقعہ حطین کی تفصیل

اس مقام پر واقعہ حطین کی کچھ تفصیل بھی جان لینا ضروری ہے۔

۱۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن عماد الدین الکاتب اصبہانی (۵۹۷) اس مقام

حطین پر شاہ اربل کی بہادری، جرأت، پیش قدمی اور انھی کی تدبیر کو سلام کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

ومظفر الدين بن زين الدين علي كوجك المقدم المقدام والهمام الهمام والاسد الاسد والارشد الاشد

مظفر الدین بن زین الدین علی کوجک اس موقعہ پر سب سے آگے سب سے جرأت مند سب سے بہادر اور سب سے زیادہ باتدبیر اور جنگجو ثابت ہوئے۔

آگے کفار اور اہل صلیب کے حملہ کا زور یوں لکھتے ہیں۔

وكادوا يفلون الجمع ويجمعون الفعل ويحلون العقد ويعقدون ماانحل

قریب تھا کہ مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیتے اور مضبوط جتھے کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔

پھر ان کی ثابت قدمی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ایک تو وہاں قائیماز نجمی ثابت رہے۔

وعطف مظفر الدين يشلهم ويفلهم ولايكترت بكثرتهم ويستقلهم

اور دوسرے مظفر الدین جنہوں نے ان کفار کو شل اور منتشر کر کے رکھ دیا اور ان کی کثرت و مضبوطی سے وہ ہرگز متاثر نہ ہوئے۔

(الفتح القسی فی الفتح القدسی ۵۱)

۲۔ علامہ شمس الدین ابوالمظفر یوسف سبط بن الجوزی (۶۵۴) حوادثات ۵۸۳ کے تحت معرکہ حطین کی تفصیلات یہ لکھتے ہیں۔

اسی سال بیت المقدس و عکا اور ساحل کے قلعے کفار سے آزاد ہوئے۔

سببه وقعة حطين

اس کا سبب واقعہ حطین ہے

اس معرکہ میں سلطان مظفر الدین کی خدمات کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔ جمعہ کا اور نہایت ہی گرمی کا دن تھا۔

واضرم مظفر الدين بن زين الدين النار في الزرع وباتوا طول الليل و المسلمون حولهم فلما طلع الفجر يوم السبت قاتلوا الى الظهر طلعوا الى تل حطين والنار تضرم حولهم فهلكوا و تساقطوا من التل و كان القومص معهم فحمل و فتح له السلطان و عجلت السيوف في الافرنج قتلا واسرا

(مرآۃ الزمان: ٣٩٢۔٣٩٣)

مظفر الدین بن زین الدین (جو لشکر کے سربراہ تھے) نے گھاس میں آگ لگوا دی اور رات کفار نے اس حال میں بسر کی کہ مسلمان ان کے اردگرد تھے جو ہفتہ کے روز صبح طلوع ہوئی تو کفار سے ظہر تک جنگ ہوئی۔ کفار نے حطین پہاڑ کا سہارا لیا لیکن آگ نے ان کا گھیراؤ کر لیا وہ ہلاک ہوئے اور اس پہاڑ سے گرے' ان کا سربراہ قومص ہی ساتھ تھا۔ پھر فرنگیوں پہ تلوار چلی قتل و گرفتار ہوتے۔

٣۔ امام شہاب الدین عبدالرحمٰن شافعی ابوشامہ نے (٦٦٥) اسی سال و واقعہ کے حوالہ سے لکھا۔

وهي سنة كسرة حطين وفتح الساحل والارض المقدسة للمسلمين

(کتاب الروضتین' ٣۔١٧٧)

یہی سال مقام حطین میں کفار کی شکست' فتح ساحل اور مسلمانوں کے لئے بیت المقدس کے حصول کا سبب بنا۔

پھر آگے واقعہ کی تفصیل دیتے ہوئے تحریر کیا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے لئے۔

لولم یکن لہ الافضیلة هذا الیوم لکان متفرداً علی الملاك السالفة فکیف ملوك العصر فی السموو السوم	اگر اس دن کے علاوہ ان کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتو یہ سابقہ بادشاہوں سے منفرد اور آئیندہ حکمرانوں سے بلند اور عظمت والے ہیں۔

اس کے بعد کہتے ہیں۔

ان هذا النوبة المبارکة کانت للفتح القدس مقدمة	یہ واقعہ مبارک، فتح بیت المقدس کی آزادی کا سبب بنا۔

(کتاب الروضتین : ۳۔۱۸۳)

پھر آگے چل کر معرکہ حطین کی تفصیل بروایت امام ابن شداد یوں تحریر کرتے ہیں۔

عاد السلطان فوصل الی السواد و نزل بعشترا سابع عشر ربیع الاول ولقیه ولده الافضل ومظفر الدین وجمیع العساکر و کان تقدم الی الملك المظفر بمصالحة الجانب الحلبی مع الافرنج لیتفرغ البال مع العدو فی جانب واحد فصالحهم	بادشاہ سواد لوٹے اور سترہ ربیع الاوّل مقام عشترا پر ٹھہرے وہاں ان کے بیٹے افضل اور مظفر الدین اور تمام لشکر جمع ہوئے اس سے پہلے مظفر الدین نے سلطان کے حکم سے جانب حلب کے فرنگیوں سے صلح کر رکھی تھی تا کہ جانب واحد کی طرف متوجہ ہو کر دشمن کے ساتھ جنگ کی جاسکے۔

اور مقام حطین کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔

واعتصمت الطائفة الاخرى قبل حطين وهى قرية عنده وعندها قبر النبى شعيب عليه السلام فضايقهم المسلمون على التل واشعلوا حولهم النيران وقتلهم العطش وضاق بهم الامر حتىٰ كانوا يستسلمون للاسر خوفا من القتل

(کتاب الروضتین :۳-۱۸۹)

دشمنوں کے ایک گروہ نے حطین کی طرف پناہ لی' یہ اس کے پاس ہی دیہات تھا اس کے قریب حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار اقدس ہے' مسلمانوں نے انہیں اس میدان میں گھیر لیا ان کے اردگرد آگ جلا دی جس سے ان کی پیاس میں خوب اضافہ ہوگیا اور اس قدر تنگ ہوئے کہ قتل کے خوف سے گرفتاری دینے پر تیار ہو گئے۔

۴۔ شیخ محمد بن قادسی (۶۳۶) اپنی تاریخ (ذیل المنتظم) میں کہتے ہیں۔ اس سال واقعہ حطین کے بارے میں متعدد تحریریں سامنے آئیں ہیں۔ ان میں ایک یہ تحریر امام ابومحمد موفق الدین عبداللہ بن احمد مقدسی (۶۲۰) کی ہے جو انہوں نے ۱۳ جمادی الآخر ۵۸۳ میں لکھی ہے۔

ولوحمدنا الله عزوجل طول اعمارنا ما وفينا بعشرمعشار نعمته التى انعم بها علينا من هذا الفتح العظيم فاناخرجنا الى عسكر صلاح الدين تلاحق الاجناد حتى جاء الناس من الموصل و ديا و بكر واربل

جمع کر کے فرمایا۔ اس دن کا میں منتظر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لشکر بھی جمع کر دیے ہیں۔ میں نہیں جانتا کب میری موت آجائے اس دن کو غنیمت جانو' اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کرنا نہ کہ میری خاطر' سلطان نے لشکر کو یوں

فجمع صلاح الدين الامراء وقال هذا اليوم كنت انتظره و قد جمع الله لنا العساكر انا رجل قد كبرت وما ادرى متى اجلى فاغتنموا هذا اليوم وقاتلو الله تعالے لامن اجلى...... فعرض جنده ورتبهم وجعل تقى الدين فى الميمنة و مظفر الدين فى الميسرة وكان هو القلب وجعل بقية العسكر فى الجناحين

(کتاب الروضتین:۳۔۱۹۱۹)

اگر ہم ساری عمر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں تو اس نعمت کے دسویں حصہ کا شکر ادا نہیں کیا جاسکتا جو اس فتح عظیم کی صورت میں اس نے ہمیں عطا فرمائی۔ ہم سلطان صلاح الدین کی لشکر کے ساتھ نکلے خبریں ملتیں رہیں حتیٰ کہ موصل، دیار بکر اور اربل سے لشکر آئے۔ سلطان نے تمام امراء کو ترتیب دیا کہ تقی الدین کو دائیں جانب اور مظفر الدین کو بائیں جانب کا سربراہ مقرر کیا اور خود مرکز میں رہا اور بقیہ لشکر کو دونوں طرف کر دیا۔

۷۔ علامہ شمس الدین ابوالمظفر یوسف سبط بن جوزی (۶۵۴) نے بھی موصوف حکمران کے بارے میں یہی تفصیلات تحریر کیں ان کی گفتگو میں جو اضافی چیزیں ہیں ہم ان کا تذکرہ کیے رہتے ہیں۔

وكان كثير الصدقات غريز البر والصلات

بہت ہی زیادہ صدقات، نہایت نیک اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔

تین حلف

ایک جماعت نے ان کے بارے میں نقل کیا ہے۔

كان يقول لما اخذت اربل اليت على نفسي ان اقسم مغلها ثلاثة اقسام قسم انفقه في ابواب البر وقسم للجند وما يخصني وقسم ادخره لعدو يقصدني

فرمایا کرتے جب میں اربل کا سربراہ بنا تو میں نے اپنے بارے میں تین حلف اٹھائے' اس کے خزانہ کو تین مصارف پر ہی خرچ کرونگا۔ نیک و فلاحی کاموں پر۔ لشکر پر اور اپنے لئے مخصوص نہیں کروں گا اور دشمن و کفار کے خلاف تیاری پر۔

میلاد میں علماء وفقہا کی شرکت

محفل میلاد کی تفصیل یوں دی۔

و كان يعمل في كل سنة مولد النبي صلى الله عليه وسلم في ربيع الاول يجتمع فيه الدنيا من العلماء والفقهاء والوعاظ والقراء و الصوفية والفقراء من كل صنف و يضرب الخيام في الميدان وينزل من القلعة بنفسه فيقرأ القراء ويعظ الوعاظ و يمد سماطا اوله عنده وآخره في القلعة ويحضره الخلائق فلا يبقى الامن ياكل و يحمل

ہر سال ربیع الاول میں محفل میلاد النبی ﷺ سجاتے اس میں دنیا کے ہر درجہ کے علماء و فقہاء واعظین' قراء صوفیہ اور فقراء شرکت کرتے۔ میدان میں خیمے لگ جاتے۔ قلعہ سے اتر کر خود اس میں شرکت کرتے۔ قراء' تلاوت اور واعظین خطاب کرتے۔ قلعہ میں پہلے اور بعد میں دستر خوان بچھتا اور مخلوق جمع ہوتی ہر آدمی خود بھی کھاتا اور اہل کے لئے لے بھی جاتا۔

علما وصوفیہ کی تعداد

وقد اجتمع فيه من الصوفيه ما بين ثماني مائة الى الف فيأخذون في السماع من بعد الظهر الى الفجر و هوير قص بينهم

اس مجلس میں اٹھ صد کے قریب صوفیہ کرام جمع ہوتے' ظہر کے بعد فجر تک محفل سماع بجتی اور یہ ان کے ساتھ وجد کرتا اور جھومتا۔

یتامیٰ ومساکین کے لئے مراکز

معذور' نابینا' یتامی و مساکین کے لئے مراکز کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وكان يركب كل يوم بكرة فيدخل اليهم ويعقد اليتيمة والمسكينة على فخذ' ويقول ايش تريدين تاكلين ايش تريدى تكسبين فمهما طلبت احضره' واذا كبرت اليتيمة زوجها واقام لكل واحد من الزمنا قائد ايخدمه

ہر روز بوقت صبح یتامیٰ و مساکین اور معذوروں کے پاس خود جاتا ہر یتیم و مسکین بچی کو گود میں اٹھا کر پیار کرتے ہوئے پوچھتا کیا کھاؤ گی؟ کیا پہنو گی؟ جو تم چاہو میں وہی پیش کروں گا۔جب یتیم بچی جوان ہو جاتی تو اس کی شادی کا اہتمام کرتا اور ہر اپاہج کے لئے ایک ملازم ہوتا جو اس کی خدمت میں مصروف رہتا۔

ساٹھ ہزار افراد کی آزادی میں تسلسل

آگے مسلمان غلاموں کی آزادی کے بارے میں لکھا ہے۔

وکان فی کل سنة یبعث بالاموال و الجواهر الی الشام مع دیوان فیشتری بها الاسری من بلاد الفرنج ویعو دون الی اربل فیقیمون فی قریة علی باب اربل یقال لها بیت النار فلا یدخلون اربل حتی یجهز غیرهم لئلا ینقطع عمله واذا خلص الا سیر اعطوه کسوة و نفقة توصله الی اهله فکان یخلص فی کل سنة خلقاً کثیرا فلما توفی احصی ماتخلص من الاساری فکانوا ستین الفا اسیر مابین رجل وامرأة

ہر سال کثیر مال اور قیمتی جواہر اپنے نمائیندہ کے ساتھ شام بھیجتا۔ جس سے وہ فرنگیوں سے فدیہ دے کر مسلمان غلام آزاد کرواتا اور ان کا جب ایک گروہ اربل کے قریہ باب النار پر پہنچتا تو ان کے اربل میں داخلہ تک پچھلے گروہ کی آزادی کا انتظام کر لیا جاتا تاکہ عمل خیر میں تسلسل قائم رہے۔ جب وہ قیدی اس حکمران کے پاس پہنچے تو انہیں کپڑے دیتا اور گھر تک پہنچنے کے لئے اخراجات بھی دیتا یوں ہر سال خلق کثیر آزاد ہوتی جب یہ فوت ہوئے تو قیدیوں کی گنتی کی گئی تو مرد و خواتین ملا کر وہ ساٹھ ہزار تھے۔

حجاج کی خدمت

وکان یبعث فی کل سنة بمال

ہر سال حرمین شریفین پر مال خرچ

يفرق في الحرمين وعشرة الاف دينار تنفق في السبيل والف دينار برسم اجراء الماء الى البرك التى بعرفات

کرتا دس ہزار دینار حجاج کے لئے ہزاروں دینار برک وعرفات تک پانی پہنچانے پر خرچ کرتا۔

سادگی و کفایت شعاری

ان کی اہلیہ ربیعہ خاتون کا بیان ہے۔

كان ثوبه يساوي خمسة دراهم من خام

ان کا لباس کھردرہ پانچ دراہم کے برابر ہوتا۔

میں نے ان سے کہا۔

لولبست الين من هذا؟ فان بدنك لا يحتمل الخشن

کاش آپ نرم لباس پہنیں کیونکہ تمہارا بدن اس کھردرے لباس کا متحمل نہیں ہوتا۔

فرمانے لگے ان میں سے۔

ايما اصلح واكثر اجراً انى البس ثوبا بعشرة دراهم اوالبس ثوبا بخمسة دراهم واتصدق بخمسة على فقير و مسكين و كانت امواله استفدقها الصدقات فكان يرسل الجواهر فيبيعها بدمشق ويشترى الاسارى

اجر کے اعتبار سے اصلح و اکثر کیا ہے...... یہ دس دراہم کا لباس پہنتا یا پانچ کا لباس اور باقی پانچ دراہم کا فقراء و مساکین پر خرچ کرنا' اس کے اپنے اموال سے کثیر صدقات ہوتے۔ قیمتی جواہرات دمشق بھیجتے تاکہ انہیں بیچ کر غلاموں کو آزاد کروائے۔

لوگوں کی زبانیں

ان کی دیگر خدمات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ومع هذه المناقب فلايسلم من السنة الناس ويقولون هذا يصادر ديوانه ودواونيه و كتابه و يستأصلهم ولعله اطلع منهم على خيانات فرأى اخذ الامو ال ونفاقها فى ابواب البر والقربات اولىٰ وذكروا اشياء اخر

ان تمام اوصاف و کمالات رکھنے کے باوجود بھی یہ حکمران' لوگوں کی زبانوں سے محفوظ نہ رہ سکے لوگ کہتے ہیں اپنے امراء' ملازمین اور دفتری لوگوں سے ظلماً مال حاصل کرتا تھا۔ ممکن ہے وہ ان کی خیانتوں پہ مطلع ہو تو اس نے محسوس کیا ان سے مال حاصل کر کے نیک اور فلاحی کاموں میں خرچ کر دینا ہی بہتر ہے۔ اور لوگوں نے کچھ اور باتیں بھی کہی ہیں۔

پھر لکھتے ہیں لیکن:

من ذا من السنة الناس يسلم؟ اللهم اغفر

کون لوگوں کی زبانوں سے بچا ہے؟ اے اللہ رحم فرما۔

(مرأة الزمان: ۸۔۶۸۰)

۸۔ شیخ ملک الاشرف الغسانی نے اس حکمران کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھا۔

یہ حکمران عادل' بہادر' سخی ' خوبصورت سیرت و کردار' عمدہ سیاستدان' رعایا پہ مہربان و شفیق' بہت زیادہ صدقات اور فلاحی کام کرنے

والے تھے۔ انہوں نے چار مراکز بنائے جو معذور اور نابینا لوگوں سے بھرے ہوتے۔ ہر جمعرات اور پیر کے روز ان کے پاس جا کر پیار و خوش بھی کرتے اور ان کی ضروریات کو پورا کرتے۔ پھر انہوں نے بیوگان کے لئے الگ مرکز' یتامی کے لئے الگ اور لاوارث بچوں اور لوگوں کے لئے الگ مرکز بنایا۔ ان کا مہمان خانہ اور ادارہ و مدرسہ بھی تھا۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمھما اللہ تعالیٰ کے اقوال کی تقلید کرتا۔ مدرسہ میں لنگر بھی چلتا۔ محفل سماع میں شریک ہوتا۔ کوئی آدمی ان کے علاقوں میں شراب شہر میں نہ لا سکتا اور نہ پی سکتا تھا۔ پینے والے کو سزا دیتے۔ ان میں ایسی صفات ہیں جو کسی دوسرے میں جمع نہیں۔

(العسجد المسبوک والجوہر المحکوک فی طبقات الخلفاء والملوک' ۱، ۴۵۲)

۹۔ امام ذکی الدین ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (۵۸۱، ۶۵۶) ۶۳۰ھ کے تحت ان کی ولادت و نام ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ والد کی وفات کے بعد۔

واتصل بالملك الناصر صلاح الدين فاكرمه كثيرا و كان له في قتال العدو بالساحل مواقف معروفة و كان له بر و معروف و اثار حسنة بالحجاز وغيره

(التکملۃ لوفیات النقلہ' ۳۔۳۵۴)

یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے پاس چلے گئے انہوں نے انہیں بہت عزت دی اور ان کے ساحل پر کفار سے جنگ کے حوالے سے معرکے معروف ہیں۔ ان کا نیک اور خوبصورت کردار تھا۔ حجاز اور دیگر علاقوں میں ان کی اچھی یادیں ہیں۔

ایسی اعلیٰ صفات کسی حکمران میں نہیں

اس عادل حکمران کے بارے میں اہل علم نے یہی تصریح کی ہیں کہ ان میں پائے جانے والی صفات کسی دوسرے حکمران میں نہیں پائی جاتیں۔ ملک اشرف غسانی رقم طراز ہیں یہ محفل سماع میں شرکت کرتے۔ ان کے شہر میں شراب پینا تو کجا کوئی اسے شہر میں لانے کی ہمت نہ پاتا۔

وکانت له صفات حسنة لاتکاد تجمع فی غیره	ان میں ایسی اعلیٰ صفات تھیں جو دوسرے حکمران میں جمع نہیں ہیں۔

(العسجد السبوک:۱۔۴۵۳)

رعایا پہ شفقت

رعایا کے ساتھ ان کے حسن سلوک کے بارے میں کہتے ہیں۔

حسنِ السیرۃ جید السیاسیة عطوفاً علی الرعیة	اعلیٰ کردار، عمدہ سیاستدان اور رعایا پر نہایت ہی شفیق تھے۔

(ایضاً:۱۔۴۵۳)

شاہ اربل کے اہم اوصاف

اب تک ہم نے جو عبارات و حوالہ جات تحریر کیے ہیں ان میں شاہ اربل کے یہ اہم اوصاف سامنے آئے ہیں۔

۱۔ برائی کے دشمن

انہوں نے برائی پر تعاون تو کجا اپنے علاقہ میں اسے داخل نہیں ہونے دیا۔ امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸) کے الفاظ ہیں۔

فانه کان لا یتعاطی المنکر و لا یمکّن من ادخاله البلد
(تاریخ الاسلام: ۴۵: ۴۰۳)

یہ برائی کو کبھی تقویت نہ دیتے اور نہ ہی برائی کو اپنے علاقہ میں داخل ہونے دیا کرتے۔

۲۔ کٹر سنی

کٹر اہل سنت و جماعت تھے' شیخ ابن خلکان (۶۸۱) کا بیان ہے۔

شدید المیل الی اهل السنة والجماعة
(وفیات الاعیان' ۳: ۵۳۹)

یہ متصلب اور کٹر اہل سنت و جماعت تھے

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (۷۴۸) نے اس حقیقت کو یوں واضح کیا ہے۔

و کان متواضعاً خیرا سنیا
(سیر اعلام النبلاء' ۱۶۔۲۸۵)

نہایت ہی متواضع' دیندار اور اہل سنت تھے

۳۔ محبّ اہل علم

محدثین وفقہاء سے ہی محبت رکھتا۔ امام ذہبی کے الفاظ ہیں۔

کان یحب الفقهاء والمحدثین
(سیر اعلام النبلاء :۱۶۔۲۷۵)

فقہا اور محدثین سے محبت کرتے۔

تاریخ اسلام میں کہتے ہیں۔

لا ینفق عنده سوی الفقهاء والمحدثین و کان قلیل الاقبال علی الشعر واهله

وہ فقہاء اور محدثین پہ ہی خرچ کرتے اور اشعار اور شعراء کی طرف کم ہی متوجہ ہوتے۔

(تاریخ الاسلام: ۴۵۔۴۰۴)

۴۔ محبوب ترین چیز۔ صدقات

ان تمام اہل علم نے تصریح کی ہے کہ شاہ اربل کو دنیا میں ہر شے سے بڑھ کر صدقات سے محبت تھی۔

قاضی شمس الدین نے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

وکان محبا للصدقة له کل یوم قناطیر خبز فرقها	یہ صدقہ سے محبت کرتے اور ہر روز روٹیوں کے انبار لوگوں میں تقسیم کرواتے

(سیر اعلام، ۱۶۔۲۷۴)

۵۔ اعلیٰ عقائد

اچھے عقائد کے مالک تھے، شیخ ابن خلکان کہتے ہیں۔

وکان کریم الاخلاق کثیر التواضع حسن العقیده	اعلیٰ اخلاق اور نہایت ہی متواضع اور اعلیٰ عقائد کے مالک تھے۔

(وفیات الاعیان، ۳۔۵۳۹)

ان کے میلاد النبی ﷺ کے انعقاد اور سجانے کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ تمام کا بیان تو نہیں ہوسکتا کچھ ذکر کر دیتے ہیں۔

وھو ان اھل البلاد کا نوا قد سمعوا بحسن اعتقاده فیه فکان فی کل سنة یصل الیه من البلاد القریبة من اربل مثل بغداد والموصل والجزیرة و	تمام شہروں والے میلاد شریف کے حوالہ سے ان کے حسن اعتقاد کا علم رکھتے تھے لہٰذا ہر سال قریبی شہروں بغداد، موصل، جزیرہ، سنجار، نصیبین، بلاد عجم اور علاقوں سے کثرت کے ساتھ فقہاء، صوفیہ،

سنجار و نصیبین و بلاد العجم
وتلك النواحی. خلق کثیر من
الفقهاء والصوفية والوعاظ
والقراء والشعراء
(وفیات الاعیان' ۳۔ ۵۳۷)

واعظین' قراء اور شعراء شرکت
کے لئے آیا کرتے۔

شیخ زکریا بن محمود قزوینی (۶۸۲) ان کے عقائد کا بیان یوں کرتے ہیں۔

و کان معتقداً فی اهل التصوف
(آثار البلاد۔۲۹۰)

یہ اہل تصوف (صوفیہ) کے معتقد
تھے۔

۶۔ نمایاں دیندار حکمران

تمام اہل تاریخ اس پہ متفق ہیں کہ یہ حکمران نمایاں دیندار حکمرانوں میں سے ہیں۔

۱۔ امام شمس الدین محمد عثمان ذہبی (۷۴۸) ان کے دیندار ہونے کا تذکرہ یوں کرتے ہیں' سلطان صلاح الدین ایوبی نے مظفر الدین کو اربل اور شہرزور کا سربراہ مقرر کیا۔

و کان من ادین الملوك
واجودهم واکثرهم براً
(العبر فی خبر من غبر :۲۔۲۲۵)

یہ نہایت ہی دیندار' سخی اور نیک
حکمران تھے۔

۲۔ امام شہاب الدین ابن العماد (۱۰۸۹) انہی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

و کان من ادین الملوك
واجودهم واکثرهم براً

یہ ان بادشاہوں میں سے ہیں جو
نہایت دیندار' سخی' نیک اور

ومعروفا معروف تھے۔

(شذرات الذہب: ۷۔۲۴۴)

۳۔ ابھی اوپر امام ذہبی (۷۴۸) کے حوالہ سے گزرا۔ اسے اہل دین کے ساتھ محبت تھی۔

ویحب الفقهاء والمحدثين یہ فقہاء و محدثین سے پیار کرنے والے تھے

(سیر اعلام' ۱۱.۶۔۲۷۵)

۴۔ شیخ زکریا بن محمود قزوینی (۶۸۲) نے بھی ان کی یہی صفت ذکر کی ہے۔

وكل من جاء من اهل التصوف اواه واحسن اليه وانه اذا اراد السفر اعطاه دينارا ومن اتاه من اهل العلم والخير والصلاح اعطاه على قدر رتبته

(آثار البلاد' ۲۹۰)

ان کے پاس جو بھی متقی آدمی آتا اسے ٹھہراتا اور خوب عزت کرتا جب وہ واپسی کا ارادہ کرتا تو اسے دینار دیتے' جو بھی اہل علم' خیراور صاحب تقویٰ ان کے پاس آتا وہ اسے اس کے درجہ کے مطابق دیتا۔

اکثر وقت ان کا اہل دین وعلم کے ساتھ ہی بسر ہوتا' شیخ ابن خلکان کہتے ہیں وہ دیگر مراکز ہسپتال' مرکز معذوروں اور مہمان خانہ میں جاتے مگر۔

بنٰى مدرسة رتب فيها فقهاء الفريقين من الشافعية والحنفية وكان كل وقت يأتيها بنفسه

(وفیات الاعیان' ۳۔۵۳۶)

انہوں نے مدرسہ بنایا جس میں شافعی اور حنفی علماء مقرر کیے اور اکثر وقت وہاں بسر کرتے۔

یہ تمام اہل علم انہیں نمایاں اور بڑا دیندار حکمران بتا و مان رہے ہیں مگر ہمارے دور کے کچھ لوگ انہیں بے دین اور عیاش قرار دے رہے ہیں۔ قارئین فیصلہ خود ہی کر لیجئے۔

اثار حسنہ

ان کی دینداری کا اندازہ اس سے بھی لگایئے کہ اہل تاریخ نے ہر جگہ یہ بھی ذکر کیا کہ انہوں نے اپنے بعد اچھی یادیں اور آثار حسنہ چھوڑے۔

حافظ ابن کثیر (۷۷۴) لکھتے ہیں۔

احد الملوك الامجاد له اثار حسنة وقد بنى الجامع المظفرى بسفح قاسيون فى دمشق

یہ بزرگ حکمران ہیں انہوں نے اچھی یادیں چھوڑیں' سفح قاسیون دمشق میں عظیم جامع مسجد مظفری تعمیر کروائی۔

(البدایہ:۱۳۔۱۴۷)

عرفات تک پانی

یہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے حاجیوں کی تکلیف و پریشانی دور کرنے کے لئے عرفات تک پانی پہنچانے کا اہتمام و انتظام کیا' امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸) ان کی اس خدمت کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

وهو اول من اجرى الماء الى عرفات وعمل اباراً بالحجاز

(تاریخ الاسلام' سن ۶۲۱ تا ۶۳۰)

یہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے عرفات تک پانی پہنچانے کا بندوبست کیا اور حجاز کی سرزمین پر کنویں کھدوائے۔

شیخ ابن العماد حنبلی (۱۰۸۹) کے الفاظ ہیں۔

ولـه بـمـكة حرسها الله تعالیٰ آثار جميلة وهو اول من اجرى الـمـاء الى جبـل عرفـات ليلة الـوقـوف و غـرم عـلـيـه جملة كثيـرة وعمل بالجبل مصانع للماء (شذرات الذہب، ۷:۴۲۶)	ان کے مکۃ المکرمہ (اللہ تعالیٰ اس کو حفاظت میں رکھے) میں آثار جمیلہ ہیں یہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے حجاج کے لئے عرفات تک پانی کا انتظام کیا اور اس کی وجہ سے کثیر رقم بطور قرض لی اور حجاز میں پانی کے مراکز بنوائے۔

شیخ قاضی شمس الدین ابن خلکان (۶۸۱) کا کہنا یہ ہے کہ ان کے صدقات و نیکیوں کا دائرہ حرمین شریفین تک پھیلا ہوا ہے ان میں سے کچھ یادیں ختم ہوگئیں ہیں اور کچھ ابھی باقی ہیں۔

ولـه بـمـكة حـرسها الله تعالیٰ آثـار جـمـيـلـة وبـعـضها باق الى الان (وفیات الاعیان، ۳، ۵۳۷)	ان کی مکہ مکرمہ (اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے) میں اچھی یادیں ہیں ان میں سے بعض ابھی تک باقی ہیں۔

یہی بات حافظ ابن کثیر (۷۷۴) نے لکھی ہے۔

و كـانـت صـدقـاتـه فی جمع الـقـرب و الـطـاعـات عـلـى الحرمين وغيره (البدایہ، ۱۳:۱۴۷)	ان کے تمام نیک کاموں میں صدقات کا دائرہ حرمین اور دیگر مقامات تک پھیلا ہوا ہے۔

محتاج لوگوں کے لئے مراکز

آپ نے ان کے تفصیلی حالات میں پڑھا ہے کہ انہوں نے محتاج لوگ مثلاً معذور، نابینا، بیوگان، یتامیٰ اور بیماروں کے لئے کس قدر مراکز قائم کیے تھے اور ان کی ضروریات کا وہ کتنا اہتمام کرتے۔

دینی مدارس کا قیام

ان کے صالح اور علم دوست ہونے پر یہ بھی گواہی موجود کہ انہوں نے دو ادارے ایک شوافع جبکہ دوسرا احناف کے لئے قائم کیے اور ان کے اہلیہ محترمہ نے حنابلہ کے لئے ادارہ قائم کیا۔ اور ان میں نامور علماء و فضلاء مقرر کیے گئے اور انہی اداروں سے فارغ اہل علم نے ملت اسلامیہ کی عظیم خدمت کی۔

نوٹ:۔ تاریخ اربل از شیخ ابن المستوفی کا مطالعہ کیجئے جس کا ہر صفحہ و ورق ان کی خدمت اہل علم و فضل پر شاہد عادل ہے۔

حرمین شریفین سے محبت

حرمین شریفین سے ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ

بنٰی له هناك تربة	وہاں اپنی قبر بنوا رکھی تھی۔

(تاریخ الاسلام)

فوت ہوتے وقت وصیت بھی کی کہ مجھے حرمین میں دفن کیا جائے شیخ ابن العماد ان کی وصیت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

مات فی رمضان بقلعة اربل	یہ ماہ رمضان میں قلعہ اربل میں
واوصیٰ ان یحمل الی مکة فید	فوت ہوئے اور وصیت کی مجھے حرم
فن فی حرم الله تعالیٰ و قال	الٰہی مکہ میں دفن کیا جائے تو

استجير به فحمل فی تابوت الی الکوفة ولم یتفق خروج الحاج فی هذه السنة من التتار فدفن عند امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی الله عنه

(شذرات الذہب، ۷۔۲۴۶)

تابوت میں انہیں کوفہ کی طرف لے جایا گیا لیکن اس سال تاریوں کی وجہ سے لوگ حج پر نہ جا سکے تو امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے پہلو میں دفن ہونا بھی کس قدر اعلیٰ سعادت ہے۔

۷۔ نیک و صالح حکمران

تمام اہل علم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ یہ حکمران نہایت ہی نیک اور صالح تھا۔ امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸) ان کا مختصر تعارف یوں کرواتے ہیں۔ صاحب اربل ملک معظم مظفر الدین کوکبری ابن صاحب اربل زین الدین علی کوجک ترکمانی۔

طالت ایامه وعاش ثمانین سنة وکان فیه خیر و بر وصدقات ذکر یوسف ابن الجوزی فی تاریخه انه کان ینفق کل سنة علی مولد النبی صلی الله علیه وسلم نحو ثلاث مائة الف

(دول الاسلام: ۳۴۱)

ان کا دور حکومت طویل ہوا۔ ان کی عمر اسی سال تھی۔ وہ نیک، بھلائی و صدقات کرنے والے تھے، شیخ یوسف بن جوزی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ہر سال میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتے۔

سیر میں کہتے ہیں۔

وکان متواضعا خیرا

(سیر اعلام: ۱۶۔۲۷۵)

نہایت ہی متواضع اور صالح حکمران تھے۔

امام ابن العماد حنبلی (۱۰۸۹) لکھتے ہیں۔

وكان من اجود الملوك واكثرهم برأ	یہ سخی اور بہت زیادہ نیک بادشاہوں میں سے ہیں۔

(شذرات الذہب:۷۔۲۴۴)

۸۔ عادل حکمران

ان کا یہ وصف بھی بیان ہوا ہے کہ یہ نہایت ہی عادل حکمران تھے حافظ عماد الدین بن کثیر (۷۷۴) کہتے ہیں۔

وكان مع ذلك شهما شجاعا فاتكا بطلا عاقلا عالما عادلا رحمه الله واكرم مثواه (البدایہ:۱۳۔۱۴۷)	وہ نہایت ہی زیرک، بہادر، مرد حربطل حریت، عاقل، عالم و عادل تھے اللہ تعالیٰ ان پر رحمتوں کا نزول فرمائے اور ان کا ٹھکانہ اعلیٰ ہو۔

۹۔ عالم حکمران

اوپرآپ نے دیکھا ان کی دیگر صفات میں یہ بھی موجود ہے۔

كان عاقلا عالما (البدایہ' ۱۳۔۱۴۷)	یہ حکمران نہایت دانشمند اور عالم تھے۔

۱۰۔ مسلمان قیدیوں کی آزادی

اس بادشاہ کے جو کارنامے اور خدمات ہیں ان میں سے نہایت ہی اہم خدمت ہر سال دو دفعہ بیش بہا رقم خرچ کر کے کفار سے مسلمان قیدیوں کو آزاد کروانا بھی ہے۔ امام ابن العماد (۱۰۸۹) کے الفاظ میں سنیے۔

وكان يسير في كل سنة دفعتين جماعة من اصحابه وامنائه الى بلاد الساحل ومعهم جملة مستكثره من المال يفتك بها اسرىٰ المسلمين من ايدى الكفار فاذا وصلوا اليه اعطى كل واحد شيئا وان لم يصلوا فالامناء يعطوهم بوصية منه

(شذرات الذهب' ۷-۲۴۵)

یہ حکمران ہر سال دو دفعہ اپنے اصحاب اور نمائیندوں کو بلاد ساحل کی طرف کثیر رقم دے کر بھیجتا تاکہ مسلمان قیدیوں کو کفار سے آزادی دلوایں جب آزاد ہو کر وہ قیدی ان کے پاس آتے تو انہیں رقم دیتا اور اگر نہ پہنچ پاتے تو نمائیندے اس کے حکم کے مطابق انہیں رقم دیتے۔

تعداد ساٹھ ہزار

ان آزاد شدہ لوگوں کی تعداد سو دو سو نہیں بلکہ ان کی تعداد ساٹھ ہزار بنتی ہے۔ حافظ ابن کثیر (۷۷۴) کے الفاظ میں پڑھیے۔

حتى قيل ان جملة من استفكه من ايدهم ستون الف اسير

(البدایہ' ۱۳' ۱۴۷)

حتیٰ کہ بیان یہ ہوا ہے کہ ان کے آزاد کروائے گئے مسلمان غلاموں کی تعداد ساٹھ ہزار ہے۔

۱۱۔ ایثار و کفایت شعاری

پیچھے ان کے بارے میں تفصیل سے یہی گزرا کہ یہ نہایت ہی کم قیمت اور سادہ لباس پہنتے اور اگر کوئی اعلیٰ لباس کی بات کرتا تو فرماتے اعلیٰ لباس پہننے سے کہیں میرے لئے یہ بہتر ہے کہ میں فقراء پہ خرچ کروں۔

پانچ درہم سے کم قیمت کا لباس

پڑھیے ان کی اہلیہ محترمہ ربیعہ خاتون کا بیان ہے۔

وھو یلبس قیمصا لایساوی خمسة دراھم — وہ ایسی قمیض پہنتے جس کی قیمت پانچ درہم کے برابر نہ ہوتی۔

میں نے ان سے کہا۔

لماذاتلبس ثوباً احسن واقیم من ھذا؟ — تم اس سے اچھا اور قیمتی لباس کیوں نہیں پہنتے؟

فرمانے لگے۔

لبسی ثوبا بخمسة واتصدق بالباقی خیر من ان البس ثوبا مثمنا وادع الفقیر و المسکین (البدایہ: ۱۳۔۱۴۷) — میرا پانچ درہم کا لباس پہننا اور باقی رقم کا صدقہ کرنا اس سے بہتر ہے کہ میں قیمتی لباس پہنوں اور فقراء اور مساکین کو کچھ نہ دوں۔

شاہ اربل کی اس قدر اعلیٰ خدمات' عالی قدر اوصاف و اعمال پر اتنی اہم شہادتوں کے بعد کیا کوئی منصف مزاج آدمی کہہ اور سوچ سکتا ہے کہ یہ شخص بے دین' عیاش' فضول خرچ' مسرف اور دنیا پرست حکمران تھے۔ اگر کوئی کہتا ہے تو اسے اپنی قبر و اخرت کا خیال کرنا چاہیئے کیونکہ صرف یہ ان کی شخصیت پر حرف نہیں آتا بلکہ تاریخ اسلام بھی مسخ ہوتی ہے اور یہ عمل مسلمانوں کے لئے نہایت ہی نقصان دہ ہے ہاں اگر کسی میں ایسی بات تحقیق سے ثابت ہے تو پھر بیان کرنے میں حرج نہیں بلکہ اسے بوقت ضرورت بیان بھی کیا جائے۔

تمام علماء نے اس عمل کو سراہا

انہوں نے حکومتی سطح پر جب محافل میلاد منانے کا اہتمام کیا تو اس میں صرف عوام ہی شریک نہ ہوتے بلکہ شہر اربل اور اس کے قرب و جوار کے تمام محدثین' فقہا' مفسرین اور صوفیہ اس میں شریک ہوئے۔ جیسا کہ اس کا تذکرہ ان الفاظ میں آیا ہے۔ قاضی شمس الدین ابن خلکان (۶۸۱) جو ان محافل کے چشم دید گواہ ہیں) لکھتے ہیں ان کے محافل میلاد کے منانے کا کیا کہنا وہ بیان سے باہر ہے ہاں کچھ کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

وهو ان اهل البلاد كانو اقد سمعوا بحسن اعتقاده فيه فكان في كل سنة يصل اليه من البلاد القريبة من اربل مثل بغداد و الموصل و الجزيرة وسنجار و نصيبين وبلاد العجم و تلك النواحي. خلق كثير من الفقهاء و الصوفية والوعاظ والقراء و الشعراء ولايزالون يتواصلون من

تمام شہروں کے لوگ میلاد شریف کے بارے میں اس کے حسن اعتقاد اور ذوق سے آگاہ تھے تو ہر سال قریبی شہروں بغداد' موصل' جزیرہ سنجار' نصیبین' بلاد عجم اور علاقوں سے کثیر فقہاء' صوفیہ' واعظین' قرآء' شعراء کی کثیر تعداد اس میں شریک ہوتی۔ آمد کا سلسلہ محرم سے ابتدا ربیع الاول تک جاری رہتا۔

المحرم الی اوائل شہر ربیع الاول
(وفیات الاعیان' ۳۔ ۵۳۷)

اس محفل کی تفصیلات کے بیان میں لکھتے ہیں دوران مجلس شاہ اربل۔

یطلب واحد او احدا من الاعیان والرؤساء والوافدین لاجل ھذا الموسم ممن قدمنا ذکرہ من الفقھاء و الوعاظ والقراء' والشعراء' ویخلع علی کل واحد	اس موقعہ پر آنے والے بڑے بڑے فقہا' واعظین' قراء' شعراء میں سے ہر ایک ایک کو بلا کر خلعتیں اور تحائف عطا کرتا۔

(ایضاً: ۵۳۸)

پھر یہ بھی بیان کیا کہ جب کوئی اعلیٰ اور پسندیدہ چیز کھانے لگتے تو ملازمین سے کہتے۔

احمل ھذا الی الشیخ فلان ممن عندھم مشھورون بالصلاح	یہ فلاں شیخ کو پیش کرو جو لوگوں کے ہاں تقویٰ میں بہت مشہور ہوتے۔

(ایضاً: ۵۳۹)

حافظ عماد الدین ابن کثیر (۷۷۴) علماء کی شرکت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

و کان یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء و الصوفیة فیخلع علیھم ویطلق لھم (البدایہ: ۱۳۔ ۱۴۷)	اس میلاد کے موقعہ پر ان کے ہاں بڑے بڑے علماء اور صوفیہ تشریف لاتے اور وہ انہیں خلعتیں اور انعامات دیتے۔

ان علماء، فقہا، محدثین، واعظین صوفیہ اور پاکیزہ لوگوں کی شرکت بتا رہی ہے کہ جواز محافل میلاد پر امت کا اجماع ہے۔ اگر یہ عمل اسلام کی تعلیمات کے منافی ہوتا تو اس قدر اہل علم و فضل اس محفل میں شریک نہ ہوتے بلکہ اس کے خلاف عملاً تحریک چلاتے۔

اسی طرح اس کے بعد آنے والے اہل علم نے بھی ان کے اس اقدام کو خوب سراہا مثلاً۔

۱۔ حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) ان کے اس عمل کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں۔

وكان يعمل المولد الشريف في ربيع الاول و يحتفل احتفالا هائلا و كان مع ذلك شهما شجاعافا تكا بطلا عاقلا عادلا .... وقد صنف ابو الخطاب ابن دحية له مجلدا في المولد .... محمود السيرة و السريرة

(البدایہ......۱۳۔۱۴۷)

ربیع الاول میں محافل میلاد سجاتے اور بہت بڑی محفل کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ نہایت ہی زیرک، بہادر، مردحر، بطل حریت، عاقل و عادل حکمران تھے۔ شیخ ابوالخطاب نے ان کے لئے میلاد پر کتاب لکھی اور یہ حکمران نہایت ہی اعلیٰ سیرت کا مالک اور پاک طینت تھا۔

۲۔ حافظ شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ) ان کی دینداری، سخاوت اور کثرت نیکی کی گواہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وكان من ادين الملوك واجودهم واكثرهم برا ومعروفا على صغر مملكته

یہ نہایت ہی دیندار، سخی، نیک اور معروف حکمران ہے میلاد پر خرچ کرنے کے حوالہ سے ان کی مثال

وكان يضرب المثل بماينفقه كل عام فى المولد وله مدرستان واربع خوانك دار الارامل ودار الايتام ودار اللقطاء و مارستان وغير ذلك
(العبر ـ ۲ ـ ۲۲۴)

دی جاتی ہے۔ ان کے دو مدارس' چار خانقاہیں بیوگان کا مرکز' یتامی کا مرکز' لاوارث بچوں کا مرکز' ہسپتال اور دیگر مراکز تھے۔

اس دور کے چشم دید گواہ امام ابوشامہ کا فتویٰ

امام شہاب الدین عبدالرحمٰن ابوشامہ (۵۸۹ ـ ٦٦۵) استاذ امام نووی نے بدعت کے خلاف مستقل کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث (بدعات کی مخالفت کا شوق) لکھی جس میں نہایت ہی واضح اور دوٹوک انداز میں شاہ اربل کے اس عمل کو پسندید اور بدعت حسنہ لکھنے کے ساتھ یہ بھی واضح کیا کہ یہ صالحین کا عمل ہے اور شاہ اربل نے ان صالحین کی پیروی کی ہے ان کے الفاظ میں پڑھیے۔

فالبدع الحسنة متفق على جواز فعلها والاستحباب لها ورجاء الثواب لمن حسنت نيته فيها و فى كل متبدع موافق لقواعد الشريعة غير مخالف لشئى منها ولا يلزم من فعله محذور شرعى

بدعات حسنہ جن کے جواز و استحباب پر اتفاق ہے اور اچھی نیت سے انہیں بجا لانے والا ثواب پاتا ہے یہ ہر وہ نیا کام ہے جو قواعد شرع کے موافق ہو نہ کہ مخالف۔ اور اس پر عمل سے ممنوعات شرعی لازم نہ آئے۔

اس کے بعد متعدد مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں ہمارے دور میں شہر اربل میں محفل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے۔ یہ نہایت ہی خوبصورت و احسن

عمل ہے۔

ومن احسن ماابتدع فی زماننا من ھذا القبیل ماکان یفعل لمدینة اربل جبرھا اللہ تعالیٰ کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من الصدقات و المعروف و اظھار الزینة والسرور فان ذلک مع مافیہ من الاحسان الی الفقراء مشعر بمحبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تعظیمہ و جلالتہ فی قلب فاعلہ و شکرا اللہ تعالیٰ علی مامن بہ من ایجاد رسولہ الذی ارسلہ رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے دور میں اسی قبیل سے سب سے زیادہ خوبصورت عمل وہ ہے جو شہر اربل (اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے) میں ہر سال میلاد پاک کے موقعہ پر صدقات، بھلائی، اظہار زینت سرور کی صورت میں ہوتا ہے اس میں فقرا پر احسان اور انعقاد کرنے والے کے دل میں حضور ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی تعظیم و عزت کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر ہے کہ اس نے اپنے عظیم رسول کو بصورت تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر پیدا فرمایا۔

اس کے بعد اس مقدس عمل پر یوں تائید لائے ہیں کہ شہر موصل میں سب سے پہلے یہ عمل نہایت ہی کامل بزرگ عالم نے شروع کیا۔

وکان اول من فعل ذلک بالموصل الشیخ عمر بن محمد الملا احد الصالحین المشھورین وبہ اقتدی فی

سب سے پہلے یہ عمل شہر موصل میں شیخ عمر بن محمد ملا نے کیا جو نہایت ہی مشہور صالح بزرگ تھے صاحب اربل اور دیگر لوگوں نے

ذلك صاحب اربل وغيره رحمه الله تعالى

ان کی پیروی میں یہ عمل شروع کیا۔

(الباعث علی انکار البدع والحوادث' ۳۱)

حضرت ملا علی قاری نے اس فتویٰ کا ذکر یوں کیا ملک مظفر شاہ اربل محفل سجاتے۔

اثنى عليه به العلامة ابو شامه احد شبوخ النووی السابق فی الاستقامة فی کتابه الباعث

(المورد الروی: ۳۰)

امام نووی کے استاد علامہ ابو شامہ جو صاحب استقامت ہیں نے ان کے اس عمل کی خوب تعریف کی ہے۔

امام کرخی حنفی (۲۶۰۔۳۴۰) کا معمول

یہاں ایک اور امت کے مسلمہ بزرگ کا عمل بھی سامنے لے آتے ہیں جن کا اسم گرامی امام اجل ابوالحسن عبید اللہ کرخی ہے۔ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کہتے ہیں۔

روی عن الامام الزاهد الكرخي وهو من زهاد القرن الرابع الهجرى انه كان يولى يوم مولد الرسول صلى الله عليه وسلم ماهو خليق به من تعظيم و تقديس وقد احتفل المسلمون منذ ذلك الحين بليلة مولد الرسول صلى الله عليه وسلم

امام زاہد کرخی کے بارے میں ہے جو چوتھی صدی ہجری کے نہایت ہی صاحب تقویٰ عالم ہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے دن کی خوب تعظیم اور اس کے شایاں شان اہتمام کرتے' اس وقت سے مسلمان محفل میلاد سجاتے ہیں۔

(مجلہ لواء الاسلام' ربیع الاول'
۱۳۶۸: ۴۸۔۴۹)

یاد رہے اس بزرگ کا وصال ۳۴۰ ہجری ہے یعنی مصر میں فاطمی حکومت سے اٹھارہ سال پہلے ان کا وصال ہوگیا اس سے واضح ہو جاتا ہے

کہ میلاد فاطمی حکومت کی ایجاد نہیں۔

ہم نے ابتداء میں تصریح کر دی تھی کہ حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ پر خوشی کا اظہار خود رسول اللہ ﷺ کا معمول ہے۔ تو اس کا سلسلہ نجی سطح پر ہمیشہ قائم رہا اور اس بادشاہ نے حکومتی سطح پر اس کا اہتمام کیا اور وہ بھی صالحین کی پیروی میں کیا۔ پھر اس دور کے عظیم محدث حافظ ابن صلاح جیسے محدثین کے استاذ حافظ ابوالخطاب بن دحیہ (۶۳۳ھ) نے کتاب بھی لکھی۔ الغرض تمام اہل علم اس عمل کو سراہا رہے ہیں لہٰذا ہمیں بھی ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر اس عمل کو اپنا لینا چاہیئے البتہ جو جو قباحتیں در آئی ہیں ان کا ازالہ ضروری ہے آؤ وہ ہم سب مل کر دور کریں۔

امام شیخ عمر بن محمد الملا موصلی کا مختصر تعارف

یہاں شیخ عمر بن محمد ملا موصلی کا تعارف بھی ضروری ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس پایہ کی شخصیت ہے امام سبط ابن جوزی (۶۵۴) سلطان نور الدین زنگی کے بارے میں رقم طراز ہیں انہوں نے موصل میں جامع مسجد بنانا شروع کی تو اس کے تعمیر کی ذمہ داری شیخ عمر الملاء کو دی۔

وکان من الصالحین — اور یہ نہایت ہی صالح آدمی تھے۔

سلطان سے کہا گیا یہ کام ان کے بس کا نہیں تو کہنے لگا اگر میں یہ کام کسی حکومتی آدمی کے سپرد کرتا ہوں تو یہ ظلم و زیادتی سے خالی نہ ہوگا اور مسلمان آدمی کے ظلم سے جامع مکمل نہیں ہوا کرتی اس لئے میں نے انہیں ذمہ دار بنایا ہے؟

غلب علی ظنی انہ لا یظلم — میرا غالب گماں یہی ہے کہ یہ ظلم نہیں کریں گے

اس کے بعد شیخ کا تعارف ان کلمات میں لکھا۔

وکان عمر الملاء من الصالحين و انماسمی الملاء لانه کان يملاء تنانير الاجروياخذ الاجرة فيتقوت بها و کان ما عليه مثل القميص و العمامة ما يملك غيره ولايملك من الدنيا شيئا و کان عالما بفنون العلم

شیخ عمر ملا صالح عالم ہیں الملاء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اینٹوں سے تنور بھرتے اور اس پر اجرت و مزدوری حاصل کر کے گزارہ کرتے۔ صرف قمیض اور عمامہ کے مالک تھے اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہ ہوتا اور دنیا میں کسی شے کے مالک نہ تھے اور وہ کئی علوم وفنون کے ماہر تھے۔

ان کی عظمت و مقام کا عالم یہ ہے۔

وجميع الملوك والعلماء والاعيان يزورونه ويتبر کون به وصنف کتاب سيرة النبی صلی الله عليه وسلم

تمام حکمران، اہل علم اور کبار لوگ ان کی زیارت کرتے اور ان سے تبرک حاصل کرتے۔انہوں نے سیرت نبوی ﷺ پر کتاب لکھی۔

ان کے معمولات میں سے یہ بھی تھا۔

وکان يعمل مولد رسول الله صلی الله عليه وسلم کل سنة ويحضره عنده صاحب الموصل والاکابر

یہ ہر سال حضور ﷺ کا میلاد مناتے اور اس میں موصل کا سربراہ اور دیگر اکابرین شریک ہوتے۔

سلطان نورالدین زنگی:

کان يحبه ويکاتبه
(مرآۃ الزمان، ۸۔۳۱۰)

ان سے محبت کرتا اور خط و کتابت ان سے رکھتا۔

حافظ ابن کثیر (۷۷۴) لکھتے ہیں سلطان کی اپنے تمام عمال اور امراء کو ہدایت تھی۔

فما امرهم بهم شئ امتثلوا و كان من الصالحين الزاهدين وكان نور الدين يستقرض منه. في كل رمضان مايفطر عليه وكان يرسل اليه بقتيت ورقاق فيفطر عليه جميع رمضان	جب یہ کوئی حکم دیں تو اسے بجا لاؤ اور یہ نہایت ہی صالح اور زاہد بزرگ ہیں۔ سلطان نورالدین ان سے افطاری کے لئے اشیاء مانگا کرتا تو یہ اس کی طرف کچھ خوراک اور روٹی کے ٹکڑے بھیجتے جن پہ تمام رمضان میں افطاری کرتا۔

خط کا ذکر

پھر انہوں نے شیخ کا ایک خط نقل کیا جس میں انہوں نے مفسدین کے قلع قمع کے لئے تجاویز دی ہیں لیکن سلطان نے جواباً لکھا کہ اس میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو شریعت میں نہیں لہٰذا ان کا نفاذ نہیں کیا جا سکتا۔
(البدایہ:۱۲)

کیا یہ بات یہ بتا نہیں رہی کہ محفل میلاد اگر درست عمل نہ ہوتا تو سلطان اسے بھی منع کرتا لیکن اس میں تو تمام اہل علم سلطان سمیت شریک ہوا کرتے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ محفل میلاد کے عمل سے کسی بھی شخص کو اختلاف نہیں۔

اعتراضات کی حقیقت

چونکہ اس صالح حکمران کے بارے میں خوب تفصیلات سامنے آچکی ہیں لہٰذا اب ہم مخالفین کی طرف سے وارد کردہ اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ ان میں کس قدر صداقت ہے جو اعتراضات ان پہ اٹھائے گئے ان میں سے پہلا یہ ہے۔

۱۔ یہ بے دین حکمران تھا

مولانا سرفراز صفدر نے یہ اعتراض ان الفاظ میں کیا ہے۔

یہ بدعت (مجلس میلاد) اگر سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک رفیق دنیا پرست مولوی کو، یہ بدعت ۶۰۴ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکبری بن اربل (المتوفی ۶۳۰ھ) کے حکم سے ایجاد ہوئی جو ایک مسرف اور دین سے بے پرواہ بادشاہ تھا۔ (دیکھیے ابن خلکان وغیرہ)۔

جواب: نہایت ہی دیندار حکمران

۱۔ سب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ تاریخ ابن خلکان میں ان کے بارے میں کوئی ایسا جملہ موجود نہیں اگر ابن خلکان نے اس حکمران کو بے دین لکھا ہی نہیں تو کیا ان کا حوالہ دینا دیانتداری ہے؟ انہوں نے ہر جگہ موصوف کو نہایت ہی دیندار قرار دیا ہے۔

۲۔ وغیرہ کا لفظ بھی ساتھ ہے لیکن جس کتاب کا نام واضح طور پر لکھا اس میں ہرگز ایسی بات کہیں نہیں۔

۳۔ پیچھے تمام اہل علم سے تصریحات آچکی ہیں کہ یہ حکمران ان حکمرانوں میں سے ہیں جو نہایت ہی دیندار تھے۔ان کے ان الفاظ پر دوبارہ نظر ڈال لیں۔

عالم اسلام کے عظیم محقق نقاد امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸) کے الفاظ ہیں۔

وکان من ادین الملوک واجودھم واکثرھم برا ومعروفا — یہ نہایت ہی دیندار، سخی اور بہت زیادہ نیک اور صالح حکمران تھے۔

(العبر، ۲۔۲۲۴)

بعینہ یہی الفاظ شیخ ابن العماد حنبلی (۱۰۸۹) کے ہیں۔

وکان من ادین الملوک — یہ نہایت ہی دیندار حکمران تھے۔

(شذرات الذھب:۵۔۱۳۸)

شیخ ابن خلکان کے اقتباسات

چونکہ حوالہ شیخ ابن خلکان کا دیا گیا ہے لہٰذا ان کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔ان کے کردار کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اما سیرته فلقد کان له فی فعل الخیرات غرائب لم یسمع ان احداً فعل فی ذلک ما فعله — ان کی سیرت یہ ہے کہ انہوں نے اس قدر اعلیٰ کام کیے جو نہ سنے اور نہ کسی نے کیے۔

اپنے علاقہ میں برائی داخل نہ ہونے دیتے۔

انہ کان لا یتعاطی المنکر ولا یمکن من ادخالہ البلد

وہ برائی کو اٹھنے نہ دیتے اور نہ ہی اسے شہر میں داخل ہونے دیتے۔

اعلیٰ عقائد و اخلاق

ان کے اخلاق اور عقائد کے بارے میں کہتے ہیں۔

وکان کریم الاخلاق کثیر التواضع حسن العقیدہ سالم البطانۃ شدید المیل الی اھل السنۃ و الجماعۃ لاینفق عندہ من ارباب العلوم سوی الفقھاء و المحدثین

اعلیٰ اخلاق، نہایت ہی متواضع، اچھے عقائد، سلیم العقل اور اہل سنت و جماعت تھے وہ فقہاء اور محدثین کرام پر ہی زیادہ خرچ کیا کرتے۔

آگے کہتے ہیں۔

ولو استقیصت فی تعداد محاسنہ لطال الکتاب وفی شھرۃ معروفہ غنیۃ عن الاطالۃ

اگر میں ان کے محاسن شمار کروں تو کتاب طویل ہو جائے ان کا دیندار ہونا تحریر کا محتاج ہی نہیں۔

یہ ان کی سن سنائی باتیں نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔

مع الاعتراف بجمیلۃ فلم اذکر منہ شیاء علی سبیل المبالغۃ بل کل ما ذکرت عن مشاھدۃ وعیان وربما حذفت بعضہ طلبا للایجاز

ان کے اوصاف کے اعتراف کے باوجود میں نے بطور مبالغہ کچھ نہیں لکھا بلکہ یہ تمام میرا مشاہدہ ہے اور اختصار کی وجہ سے بہت سی چیزیں میں نے حذف کر دی ہیں۔

(وفیات الاعیان:۳۔۵۳۹)

حافظ عماد الدین ابن کثیر (۷۷۴) انہیں عالم عادل' مفکر' زیرک بہادر کہنے کے بعد فرماتے ہیں۔

محمود السیرۃ والسریرۃ — یہ اعلیٰ سیرت اور پاک طینت حکمران تھے۔
(البدایہ:۱۳۔۱۴۷)

شیخ اشرف غسانی نے لکھا۔

کان عادلاً شجاعاً جوادا حسن السیرۃ جید السیاسۃ — عادل' بہادر' سخی' اعلیٰ کردار اور عمدہ سیاستدان تھے۔
(العسجد المسبوک:۱۔۴۵۳)

دیکھا یہ تمام لوگ انہیں اعلیٰ کردار' پیکرِ سخاوت اور نمایاں دیندار حکمران بتا رہے ہیں کچھ تفصیل پیچھے بھی گذری ہے اس کے باوجود ہم انہیں بے دین کہیں تو ہمیں ارشادِ الٰہی اقرأ کتابك کفی بنفسك الیوم علیك حسیبا (اپنا اعمال نامہ پڑھیے تمہارے حساب کے لئے آج کے دن یہی کافی ہے) سامنے رکھنا چاہیئے۔

۲۔ لوگوں سے ظلماً مال وصول کرنا

مخالفین ان کی شخصیت پر دوسرا اعتراض یہ اٹھاتے ہیں کہ یہ حکمران ظالم تھا کیونکہ رعایا سے من مانی کرتے ہوئے مال وصول کرتا۔

محترم مبشر لاہوری شیخ یاقوت حموی کے حوالہ سے کہتے ہیں۔

یہ گورنر (شاہ اربل) بڑا ظالم تھا۔ عوام پر تشدد کرتا بلاوجہ لوگوں کے اموال ہتھیالیتا اور اس مال دولت کو غریبوں' فقیروں پر خرچ کرتا اور قیدیوں کو آزاد کروانے میں صرف کرتا۔

(ماہنامہ محدث جون۔۲۰۰۳ء)

جواب:۔

۱۔ جو لوگ مشاہدہ ملاقات رکھنے والے ہیں مثلاً قاضی شمس الدین ابن خلکان، ابن المستوفی اور امام ابوشامہ انہوں نے اس حاکم کے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں لکھی۔

۲۔ پیچھے تفصیل کے ساتھ گزرا ہے یہ نہایت ہی دیندار حکمران تھا۔ اگر بقول مخالفین یہ ظالم تھا تو پھر اہل علم و فضل نے اسے دیندار و نیک و صالح حکمران کیسے قرار دے دیا۔

۳۔ پیچھے رعایا کے لئے ان کی خدمات کا ذکر بھی آیا ہے نے رعایا سے مال ہتھیانے والوں کا یہ عمل کہاں ہوتا ہے وہ تو اسے اپنی عیاشیوں میں صرف کرتے ہیں نہ کہ رعایا پر۔

۴۔ پھر تمام نے یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ یہ حکمران رعایا پر نہایت ہی شفیق تھے۔

ملک اشرف غسانی کہتے ہیں یہ حکمران۔

حسن السيرة جيد السياسة	اعلیٰ کردار، عمدہ سیاست دان اور
عطوفا على الرعية	رعایا پہ نہایت ہی شفیق تھا

(العسجد المسبوک: ۱۔۴۵۳)

۵۔ اسے تمام اہل تاریخ نے عادل قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر (۷۷۴) کہتے ہیں۔

كان عاقلاً عالماً عادلاً	یہ حکمران نہایت ہی عاقل، عالم اور عادل تھے

ایک جگہ کہتے ہیں۔

احد الملوك الامجاد	یہ بزرگ حکمرانوں میں سے ہیں

پھر کہتے ہیں۔

محمود السیرة والسریرة	اعلیٰ سیرت اور پاک طینت والے
(البدایہ: ۱۳۔ ۱۴۷)	تھے

ظالم حکمران کے بارے میں ایسے کلمات ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔

۶۔ اصل صورت حال

لیکن ان تمام آراء کے باوجود ہم اصل صورت سامنے لانا ضروری سمجھتے ہیں۔

اگر آپ شیخ سبط ابن جوزی (۶۵۴) کی موصوف حکمران کے بارے میں نقل کردہ تحریر پر نظر ڈال لیں تو معاملہ نہایت ہی اشکار ہو جائے گا۔

پہلے انہوں نے اس حکمران کے اوصاف و کمالات اور مناقب نقل کیے ہیں مثلاً انہوں نے حلف اٹھا رکھا تھا میں اموال فلاحی کاموں میں خرچ کروں گا۔ محفل میلاد سجاتا جس میں اس دور کے عظیم علماء، فقہاء، قراء اور صوفیہ کرام شریک ہوتے۔ بزم سماع منعقد کرتا۔ اہل علم کی حسب درجہ خدمت کرتا، تمام لوگوں کی ضروریات کے لئے الگ الگ مراکز بنوائے۔ ہر سال کفار سے مسلمانوں کو آزاد کرواتا۔ سادگی اور کفایت شعاری میں اپنی مثال تھا یہ تمام صدقات ان کے علاوہ ہیں جو وہ مخفی طور پر کرتا۔

لوگوں کی زبانیں

یہ اوصاف لکھنے کے بعد لکھا۔

قلت و مع هذا المناقب فلا یسلم من السنة الناس ویقولون	میں کہتا ہوں ان تمام اوصاف و مناقب کے باوجود لوگوں کی

هـذا يصادر ديوانه ودواوينه و كتابـه و يستأصلهم .... وذكروا اشياء اخر من ذا من السنة الناس يسلم؟ اللهم غفرا (مراۃ الزمان: ۸۔۶۸۳)

زبانوں سے یہ بھی محفوظ نہیں رہے، لوگ کہتے ہیں کہ یہ اپنے وزراء دواوین اور ملازمین سے ظلماً مال وصول کرتا .... اس کے علاوہ اور بھی چیزیں لوگوں نے کہی ہیں مگر لوگوں کی زبانوں سے کون بچا ہے؟ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

کیا اس عبارت کا ایک ایک لفظ وحرف بول کر آگاہ نہیں کر رہا کہ یہ ان پر محض الزام ہے۔ یہ مخالفت برائے مخالفت ہے اس بات کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔

الغرض شیخ سبط بن جوزی نے اصل حقیقت واضح کر دی ہے کہ یہ حکمران ہرگز ظالم نہیں ہاں کچھ لوگوں نے ایسی بات کہی ہے مگر درست نہیں۔

۷۔ توجیہہ بھی کی

پھر شیخ سبط بن جوزی (۶۵۴) نے لوگوں کا یہ اعتراض نقل کر کے اس کی توجیہ کرتے ہوئے یہ جواب بھی دیا۔

ولعله اطلع منهم على خيانات فرأى اخذا الاموال وانفاقها فى ابواب الخير والقربات اولىٰ (مراۃ الزمان: ۸۔۶۸۳)

ممکن ہے وہ ان کی خیانتوں پر مطلع ہو تو اس نے ان سے مال لے کر اچھے اور خیر کے کاموں میں خرچ کرنا بہتر محسوس کیا ہو۔

۸۔ کیا مخالفین کا فرض نہیں تھا کہ اگر انہوں نے ان کے ظلم کی بات

نقل کی تو اس کے ساتھ اہل علم نے جواباً جو کچھ لکھا اسے بھی نقل کر دیتے مثلاً ابھی آپ نے پڑھا شیخ سبط ابن جوزی نے لکھا۔

مع هذه المناقب فلا يسلم من السنة الناس

ان اوصاف و مناقب کے باوجود لوگوں کی زبانوں سے وہ محفوظ نہیں رہا

(ایضاً)

پھر ان کے اس عمل کی توجیہہ بھی کی۔

۹۔ اس طرح امام یاقوت حموی نے اگر یہی بات کہی تھی تو ساتھ انہوں نے ان کی صالحیت میں اشکار کر دی تا کہ معاملہ واضح رہے' ان کے الفاظ یہ ہیں۔

وطباع هذا الامير فمختلفة متضادة فانه كثير الظلم عسوف بالرعية راغب فی اخذ الاموال من غير وجهها وهو مع ذلك مفضل على الفقراء كثير الصدقات على الغرباء و يسير الاموال الجمة الوافرة يستفك بها الاسارى من ايدى الكفار

اس حکمران کی طبیعت میں تضاد ہے یہ بہت زیادہ ظلم اور رعایا سے من مانی کرتے ہوئے مال غصب کرنے والا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ فقرا پر شفقت کرنے والا' مسافروں پر کثیر رقم خرچ کرنے والا اور کثیر اموال خرچ کر کے کفار سے مسلمان قیدیوں کو آزاد کروانے والا تھا۔

(معجم البلدان: ۱۔۱۳۸)

شیخ یاقوت حموی کی بات کا تجزیہ

شیخ یاقوت حموی کی اس بات کا تجزیہ نہایت ضروری ہے۔

۱۔ انہوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ حکمران 'مساکین' یتامیٰ اور

مسافروں کی خوب خدمت کرتا اور مسلمانوں قیدیوں کی آزادی کے لئے کثیر رقم خرچ کرتا۔

۲۔ ان کا یہ کہنا یہ کہ رعایا پر ظلم کرتا ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر محل نظر ہے۔

یہ بات ان کے سوا کسی نے نہیں کی۔تمام اہل تاریخ نے اس حکمران کو عادل، صالح، نیک، دین دار، اعلیٰ کردار والا اور رعایا پر شفقت کرنے والا ہی لکھا ہے جیسا کہ تفصیل کے ساتھ پیچھے گزرا۔ کچھ حوالہ جات پر نظر ڈال لیجئے۔

ا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

و كان عاقلاً عالماً عادلاً	یہ حاکم نہایت ہی دانش مند، عالم اور عادل تھا۔

پھر لکھا۔

محمود السيرة والسريرة (البدایہ: ۱۳۔۱۴۷)	اس کی سیرت و کردار نہایت ہی اعلیٰ تھا۔

۲۔ چشم دید گواہ شیخ ابوالعباس ابن خلکان (۶۸۱) لکھتے ہیں۔

لو استقصيت فی تعداد محاسنه لطال الكتاب و فی شهرة معروفه غنية عن اطالة (دفیات الاعیان: ۳۔۵۳۹)	اگر میں ان کے تمام محاسن جمع کروں تو کتاب طویل ہو جائے لیکن ان کا نیک ہونا اس قدر مشہور ہے کہ طوالت کا محتاج نہیں۔

۳۔ اسی طرح اہل علم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ یہ رعایا پر نہایت شفیق تھے۔ شیخ ملک اشرف غسانی کہتے ہیں۔

كان عادلاً جواداحسن السيرة جيدالسياسية عطوفا على الرعية	یہ حکمران عادل، سخی، اعلیٰ سیرت، عمدہ سیاست دان اور رعایا پر نہایت ہی مہربان تھے۔

(العسجد المسبوک: ۱۔۴۵۳)

اگر یہ اس قدر ظالم تھا تو کوئی تو نشاندہی کرتا۔

سوال۔ شیخ سبط ابن جوزی (۶۵۴) نے بھی ان کے ظلم کی بات کہی ہے۔

جواب۔ پیچھے آ گیا ہے کہ انہوں نے یہ بات ہر گز نہیں کہی انہوں نے تو انہیں نہایت ہی عادل و صالح حکمران قرار دیا ہے بلکہ ان کی صفائی دیتے ہوئے کہا۔

مع هذا المناقب فلا يسلم من السنة الناس ويقولون هذا .... وذكروا اشياء اخر من ذا من السنة الناس يسلم؟	ان اوصاف کے باوجود وہ لوگوں کی زبانوں سے نہ بچ سکے اور انہوں نے یہ یہ کہا........... لیکن کون ہے؟ جو لوگوں کی زبان سے بچ نکلا ہے۔

(مراۃ الزمان: ۸۔۶۸۳)

۴۔ ظالم کہنے والوں کی اہل علم نے یہ کہتے ہوئے تردید کر دی ہے کہ کچھ لوگوں نے ایسا کہا ہے اور یہ حقیقت کے خلاف ہے۔

۵۔ پھر ان کے دیگر تمام اوصاف تقاضا کر رہے ہیں کہ ان میں ایسی بات ہر گز نہیں، اگر ایسی بات ہوتی تو تمام اہل علم انہیں عادل و اعلیٰ سیرت والا قرار نہ دیتے۔

۶۔ پھر تمام اہل تاریخ نے انہیں نمایاں دین دار حکمران بتایا ہے اگر یہ ظالم ہوتا تو ایسے حکمران کو دیندار کہنا ہی سراسر زیادتی و ظلم ہے۔

۳۔ترغیب اجتهاد

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ لوگوں کو اجتہاد کی ترغیب دے کر اس پر عمل کی تلقین کرتا' مولانا سرفراز صفدر نے القول المعتمد کے حوالہ سے لکھا۔

يأمر علماء زمانه ان يعملوا باستنباطهم و اجتهادهم و ان لا يتبعوا المذهب غيرهم حتى مالت اليه جماعة من العلماء و طائفة من الفضلاء

(راہ سنت: ۱۶۲)

یہ اپنے دور کے اہل علم سے کہتا اپنے اجتهادات اور استنباط پر عمل کیا کرو اور کسی مذہب کی پیروی نہ کرو حتیٰ کہ علماء کی جماعت اور فضلاء کا ایک گروہ اس طرف مائل بھی ہوگیا۔

مولانا سعید الرحمٰن علوی کے الفاظ ہیں۔

موصل کے حکمران مظفر الدین کوکری بن اربل نے یہ دھندہ (محفل میلاد) شروع کیا یہ ذات شریف کون تھی فضول خرچ بادشاہ' ہر کس و ناکس کو اجتهاد کی ترغیب دے کر اس پر عمل کی تلقین کرنے والا' پہلا شخص جس نے میلاد کی بدعت گھڑی۔

(محدث: جون ۲۰۰۳)

جواب:

۱۔ تمام اہل تاریخ نے تصریح کی ہے یہ حکمران اہل سنت اور آئمہ کی تقلید کرنے والا تھا۔ شیخ ملک اشرف غسانی نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

وكان يميل لمذهب ابي حنيفة

یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی

والشافعی	کا مقلد تھا۔

(العسجد المسبوک: ا۔۴۵۳)

۲۔ ان کی تقلید آئمہ کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اور ان کی اہلیہ نے شوافع، احناف اور حنابلہ کے لئے باقاعدہ مدارس قائم کیے۔

قاضی شمس الدین ابوالعباس ابن خلکان (۶۸۱) لکھتے ہیں۔

وبنی مدرسة رتب فیها فقهاء الفریقین من الشافعیة والحنفیة وکان کل وقت یأتیها بنفسه	اس نے مدرسہ بنایا جس میں شوافع اور احناف کے فقہاءِ اساتذہ مقرر کیے اور ہر وقت یہ وہاں آتے جاتے۔

(وفیات الاعیان: ۳۔۵۳۶)

امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸) نے بھی اسی کے حوالہ سے لکھا۔

وبنٰی مدرسة للشافعیة والحنفیة وکان یأتیها کل وقت	شوافع و احناف کے لئے مدرسہ بنایا اور وہاں ان کی اکثر آمدورفت ہوتی۔

(تاریخ الاسلام: ۴۵۔۴۰۳)

یہ حکمران ان لوگوں کی تحقیقات و اجتہادات کی اشاعت کے لئے ادارے قائم کر رہا ہے۔ لیکن ہم اسے ائمہ مجتہدین کے مخالف قرار دے رہے ہیں یہ کہاں کا انصاف ہے؟

۳۔ جو عبارت مولانا سرفراز صفدر نے نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں کہ وہ اہل علم و فضل سے اجتہاد کا کہتا نہ کہ ہر کس و ناکس کو لیکن مولانا علوی نے تو یہ لکھ دیا۔

ہر کس و ناکس کو اجتھاد کی ترغیب دے کر اس پر عمل کی تلقین کرتا۔
(محدث: جون ۲۰۰۳)

یہ سراسر زیادتی ہے جو علماء کے شایاں شان نہیں۔

۴۔ نفس پرست حکمران

چوتھا اعتراض ان پر یہ اٹھایا گیا ہے کہ اس بادشاہ نے محفل میلاد کا سلسلہ اپنی سیاست کو چمکانے اور نفس پرستی کے لئے کر رکھا تھا۔

مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں۔

رعایا کی سادگی اور مذہبی شوق سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس نے اپنی ملکی سیاست کو محفوظ کیا اور حظ نفس کے لئے راستہ ہموار کیا۔
(راہ سنت: ۱۶۳)

جواب:

اس سلسلہ میں ہم ان کی اہلیہ محترم ربیعہ خاتون (سلطان صلاح الدین ایوبی کی ہمشیرہ) کی بات نقل کر دیتے ہیں تا کہ ان کی نفس پرستی واضح طور پر سامنے آجائے اور یہ بات تمام اہل تاریخ نے نقل کی ہے آیئے پڑھیے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

قالت زوجته ربيعة خاتون بنت ايوب' كان قميصه لايساوى خمسة دراهم فعاتبته بذلك فقال لبسى ثوبا بخمسة واتصدق بالباقى خير من البس

ان کی اہلیہ ربیعہ خاتون بنت ایوب بیان کرتی ہیں میرے خاوند کی قمیص پانچ درہم کے برابر بھی نہ ہوتی۔ میں ان سے ناراض ہوئی تو فرمایا میرا پانچ درہم کا لباس

ثوبا مثمنا وادع الفقير والمسكين (البدایہ: ۱۳۔۱۴۷) پہننا اور باقی کا صدقہ کرنا بہتر ہے اس سے کہ میں قیمتی لباس پہنوں اور فقراء و مساکین کو چھوڑ دوں۔

شیخ سبط یوسف بن جوزی (۶۵۴) نے ان کی اہلیہ سے یہی بات یوں نقل کی ہے۔

كان ثوبه يساوی خمسة دراهم من خام ان کا لباس کھردرہ پانچ دراہم کے برابر تھا۔

میں نے ان سے کہا۔

لو لبست الين من هذا؟ فان بذلك لايحتمل الخشن کاش آپ نرم لباس پہنیں، کیونکہ تمہارا بدن اس کھردرے لباس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

فرمانے لگے بتایئے ان میں سے۔

ايما اصلح و اكثر اجرا انی البس ثوبا بعشرة دراهم او البس ثوبا بخمسة دراهم واتصدق بخمسة على فقير و مسكين کون سا عمل زیادہ بہتر اور اجر والا ہے میرا دس درہم کا لباس پہننا یا پانچ کا لباس پہننا اور پانچ کا فقرا و مساکین پر صدقہ کرنا۔

(مراۃ الزمان: ۸۔۶۸۰)

جو حکمران فقرا و مساکین کا اس قدر خیال کرتا ہے کہ قیمتی لباس پہننے کے لئے تیار نہیں اسے نفس پرست کہنا ہرگز درست نہیں کیونکہ نفس پرست حکمران کے طور وطریقے اور ہوتے ہیں۔

۵۔ یہ فضول خرچ تھا

اس پر یہ بھی اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ یہ فضول خرچ تھا' مولانا سرفراز صفدر کے الفاظ ہیں۔

اور یہ مسرف بادشاہ بیت المال اور رعایا کی لاکھوں کی رقم اس بدعت (محفل میلاد) اور جشن پر صرف کر دیتا تھا اور اس طرح اس نے رعیت کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرنے کا ایک ڈھونگ رچار رکھا تھا اور بید ریغ ملک وقوم کی رقم کو اس طرح برباد کر دیا کرتا تھا چنانچہ علامہ ذ ہبی (۴۸ ےھ) نقل کرتے ہیں کہ۔

کان ینفق کل سنة علی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو ثلاث مائة الف	وہ ہر سال میلاد جناب نبی کریم ﷺ پہ تقریباً تین لاکھ روپیہ خرچ کیا کرتا تھا۔

(دول الاسلام: ۲۔۱۰۳)

جواب:

۱۔ سابقہ اعتراض کے جواب میں آچکا ہے کہ یہ حکمران نہایت ہی سادہ اور کفایت شعاری اس کا معمول تھا۔ وہ اپنے لئے پانچ دراہم سے زائد قیمتی لباس تک پہننا گوارا نہ کرتا۔

۲۔ یہ فقرا و مساکین اور اہل علم وفضل کی بڑھ چڑھ کر خدمت کرتا۔

۳۔ یتامیٰ و مساکین کی ہر فرمائش پوری کرتا جیسا کہ تفصیل کے ساتھ گزرا ہے۔

ایسے حکمران کو فضول خرچ قرار دینا زیادتی کے سوا کچھ نہیں۔

۴۔ محسوس یہ ہو رہا ہے کہ اس کے میلاد پر اخراجات کو فضول خرچی کہا

جا رہا ہے جیسا کہ الفاظ اعتراض سے واضح ہو رہا ہے تو اس سلسلہ میں چند گزارشات ہیں۔

۱۔ جب محفل میلاد اچھا عمل ہے تو اس پر اخراجات کو فضول خرچی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

۲۔ اس دور کے تمام محدثین، علماء، فقہاء و صوفیہ اس میں شریک ہوتے پھر ان تمام نے اور بعد کے علماء نے ان کے اس عمل کو خوب سراہا ہے اگر یہ اسراف و فضول خرچی تھی تو اہل علم و فضل نے اسے کیسے قبول کیا۔ پیچھے امام نووی کے استاذ امام عبدالرحمٰن ابوشامہ (۶۶۵) کے اس فتویٰ پر نظر ڈال لیجئے جو اس محفل کے بارے میں ہے۔

ومن احسن ما ابتدع فی زماننا من هذا القبيل ما كان يفعل بمدينة اربل كل عام فی اليوم لموافق ليوم مولد النبی صلی الله عليه وسلم من الصدقات والمعروف واظهار الزينة واالسرور فان ذلك مع مافيه من الاحسان الی الفقراء مشعر بمحبة النبی صلی الله عليه وسلم و تعظيمه جلا لته فی قلب فاعله وشكرا الله تعالیٰ علی ما من به من ايجاد رسوله الذی ارسله رحمة

ہمارے دور میں اس قبیل سے سب سے زیادہ خوبصورت عمل وہ ہے جو شہر اربل میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر صدقات، بھلائی، اظہار زینت و سرور کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس میں فقراء پہ احسان اور انعقاد کرنے والوں کے دل میں حضور ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی تعظیم و عزت کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کو بصورت تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر پیدا فرمایا،

للعالمين صلى الله عليه وسلم وكان اول من فعل ذلك باالموصل الشيخ عمر بن محمد الملأ احد الصالحين المشهورين وبه اقتدى فى ذلك صاحب اربل وغيره رحمهم الله تعالیٰ

(الباعث: ۳۶)

اور سب سے پہلے یہ عمل شہر موصل میں شیخ عمر بن محمد ملا نے کیا جو نہایت ہی مشہور صالح بزرگ تھے صاحب اربل اور دیگر لوگوں نے ان کی پیروی میں یہ عمل شروع کیا۔

اگر بقول مخالفین' ان کا یہ عمل سراسر فضول خرچی' اسراف اور ڈھونگ تھا تو امت کے ان مسلمہ بزرگوں نے اس عمل کو کیوں سراہتے ہوئے ان کے حق میں فتاویٰ جاری کیے کیا امام ابوشامہ جیسے لوگ درباری تھے؟

۳۔ ہمارے پاس کیا ثبوت ہے؟ کہ وہ خزانہ سے یہ رقم خرچ کرتا' ممکن ہے وہ اپنے مال سے محفل میلاد سجاتا ہو۔

۴۔ اس موقعہ پر اخراجات کے مصارف کی تفصیل بھی پیچھے آئی ہے۔

۱۔ فقہاء' صوفیا اور علماء کو انعامات دینا۔

۲۔ فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا۔

۳۔ محفل کے شرکاء کے لئے وعظ وتلاوت کے انتظام پر خرچ کرنا۔

اگر اسے کوئی فضول خرچی کہتا ہے اس کے لئے دعا ہی کی جاسکتی ہے۔ یاد رہے اس کے ساتھ ساتھ وہ رعایا کے حقوق بھی ادا کیا کرتا۔

۵۔ بیان میں مبالغہ

یاد رہے محفل میلاد پر اخراجات کے بیان میں کچھ مبالغہ سے بھی

کام لیا گیا ہے تمام نے لکھا ہے کہ یہ شیخ سبط ابن الجوزی نے کسی آدمی کے حوالہ سے لکھا ہے اوراس میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸) اس حکمران کے مناقب ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

قلت وا ماالمظفر الجوزی فقال فی مرأة الزمان والعهدة علیه فانه خساف مجازف لایتورع فی مقالته' کان مظفر الدین ابن صاحب اربل ینفق فی کل سنة علی المولد ثلاثمائة الف دینار

(تاریخ اسلام' حوادثات: ۶۳۰)

میں کہتا ہوں مظفر جوزی نے مراۃ الزمان میں کہا (اور اس کی ذمہ داری ان پر ہے کیونکہ وہ گڑبڑ من مانی کرتے ہیں لہٰذا ان کا قول محتاط نہیں) کہ مظفر الدین ابن صاحب اربل ہر سال میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔

سیر اعلام میں ابن جوزی کی بات نقل کر کے لکھا۔

قلت ما اعتقد وقوع هذا فعشر ذلك كثير جدا

(سیر: ۱۶۔۲۷۵)

میں کہتا ہوں' میں اس وقوعہ اور مبالغہ کو نہیں مانتا اس کا دسواں حصہ بھی کثیر ہے۔

جس امام ذہبی کا حوالہ مخالفین نے دیا وہ تو اس حکمران کی صفائیاں دے رہے ہیں یعنی شیخ سبط ابن جوزی کی تائید نہیں کر رہے بلکہ اس کی تردید کر رہے ہیں۔ دول الاسلام میں بھی ذہبی نے انہوں سے ہی نقل کیا ہے بلکہ اس سے پہلے اس حکمران کے بارے میں امام ذہبی کے الفاظ نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

وکان فیه خیرو بروصدقات

(دول الاسلام: ۳۴۱)

یہ حکمران نہایت ہی اعلیٰ کردار' نیک اور صدقات والا تھا۔

جب اہل علم اس عمل کو سراہا رہے ہیں اور اس پر وارد اعتراضات کا جواب دے رہے ہیں کہ اس میں مبالغہ ہے تو ہمیں بھی کچھ خیال کرنا چاہیے، ہر بات کو مخالف اسلام قرار دینے کی کوشش مناسب نہیں۔

نکتہ نظر سے اختلاف

ہمیں اس نکتہ نظر سے بھی اختلاف ہے کہ سب سے پہلے حکومتی سطح پر میلاد بنانے والے یہی حکمران ہیں کیونکر اس سے پہلے بھی بعض حکمرانوں کا میلاد منانا ثابت ہے مثلاً اہل تاریخ نے سن ۴۸۴ ہجری کے تحت جلال الدولہ سلطان ملک شاہ سلجوتی کے بارے میں لکھا جب وہ مہمات سے فارغ ہو کر دوسری مرتبہ بغداد آئے تو انہوں نے خوب دھوم سے محفل میلاد کا انعقاد کیا۔

۱۔ امام عزالدین ابن اثیر شیبانی (۶۳۰) لکھتے ہیں۔

فی هذه السنة فی شهر رمضان وصل السلطان الی بغداد وهی المرة الثانية ونزل بدار المملكة ونزل اصحابه متفرقين...... وعمل الميلاد بغداد و تانقوا فی عمله فذكر الناس انهم لم يروا بغداد مثله ابدا	اس سال (۴۸۴) میں ماہ رمضان میں سلطان بغداد آئے ان کی یہ آمد دوسری دفعہ تھی، وہ دارالمملکت میں اور ان کے رفقا دیگر مقامات پر ٹھہرے اور بغداد میں میلاد کروایا گیا لوگ ان کے اس عمل پر بہت ہی خوش ہوئے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کی مثل بغداد میں کبھی نہیں دیکھا۔

(الکامل فی التاریخ: ۸۔ ۳۴۹)

۲۔ امام شمس الدین محمد عثمان ذہبی سن (۴۸۴) کے تحت کہتے ہیں۔

وفی رمضان وصل السلطان الی بغداد وھی القدمة الثانیة وبادر الی خدمته اخوه تاج الدولة تتش صاحب دمشق و قسیم الدولة اقسنقر صاحب حلب و غیرھما من امراء النواحی فعمل المیلاد بغداد و تانقوا فی عمله علی عادة العجم وانبھر الناس وراؤ اشیاء لم یعھدوه من کثرة النیزان

ماہ رمضان میں سلطان بغداد آئے اور یہ دوسری دفعہ آنا تھا۔ ان کی خدمت میں ان کے بھائی تاج الدولہ تتش صاحب دمشق قسیم الدولہ اقسنقر صاحب حلب اور دیگر اطراف سے مختلف امراء بھی آئے' بغداد میں میلاد کی محفل سجائی گئی اور لوگوں نے بطریق عجم ان کے اس عمل پر خوب خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم نے اس قدر روشنی کبھی نہیں دیکھی۔

(تاریخ اسلام' حوادثات: ۴۸۴)

سرکاری مجلس مولود

اسی بات کا تذکرہ مولانا حسن مثنیٰ ندوی نے اپنے مقالہ ''جشن میلاد نبی ﷺ'' میں کیا ہے۔ سرکاری مجلس مولود کے عنوان کے تحت کہتے ہیں۔

عہد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آبق خوارزمی نے ۴۶۸ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ وہی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں دوسری طرف یوسف بن تاشقین کو عروج ہوا اور اس نے درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک میرے قبضے میں ہے اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کا لقب مرحمت ہو۔ مقتدی نے اسے سند بھیجی۔

''سلطان'' کا لقب اور ''امیر المومنین'' کا خطاب عطا کیا۔ اسی یوسف بن تاشقین نے شہر مراقش کی بنیاد رکھی تھی۔ جو آج تک اس کی یادگار ہے بلکہ اُس دور کی بھی ۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی مہمات سے فارغ ہو کر سالہا سال کے بعد جب بغداد پہنچا تو یہ ۴۸۴ھ تھا۔ اُس نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلسِ مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی۔ اس لیے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلسِ مولود اور تذکار رسول مقبول ﷺ کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہ بڑی غلطی ہے' یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کا آغازِ قیام پاکستان کے بعد ہوا۔ حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ قیامِ پاکستان سے پہلے مجالسِ میلاد النبی ﷺ کتنے اہتمام سے منعقد کی جاتی تھیں۔ ماہ مبارک ربیع الاول کی چھوٹی بڑی مجلسیں تو الگ رہیں' یہ حال تھا کہ موقع مسرت کا ہو یا غم کا۔ مسلمان تذکار رسول ﷺ ہی کے دامن کا سہارا لیتے تھے۔ کوئی اپنا مکان بنا کر تیار کرتا تھا تو اس کا افتتاح بھی مجلسِ میلاد ہی سے ہوتا تھا۔ مسلمان اس کو ہمیشہ موجب برکت و سعادت سمجھتے رہے' دوسرے فیوض اس سے جو حاصل ہوتے تھے وہ علیحدہ ہیں۔ مسلمانوں کو حضور ﷺ سے والہانہ محبت ہمیشہ رہی' وہ میلاد کی مجلسوں کے علاوہ ماہ رجب میں ''شب معراج'' کا ماہِ رمضان میں ستائیسویں کی رات ''شب قدر'' کا اہتمام بھی اسی جوش و خروش سے کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ ماہِ صفر کے ''آخری چہار شنبہ'' کو بھی نہیں بھولتے جس دن حضور ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا۔

(سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر: ۲۔ ۴۱۱' ۴۱۲)

یہاں سے تو یہ اشکار ہو رہا ہے کہ حکومتی سطح پر میلاد ساتویں صدی

میں نہیں بلکہ پانچویں صدی میں بھی منایا گیا۔

یہ بھی عادل و صالح حکمران ہیں

کیا خبر اس حکمران کے بارے میں مخالفین میلاد کیا کہیں؟ مگر ہر مورخ نے ان کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ یہ نہایت ہی صالح اور عادل حکمران تھے کچھ حوالہ جات بھی ذکر کیے دیتے ہیں۔ شیخ ابن خلکان (٦٨١) کہتے ہیں' ان کا لقب جلال الدولہ ہے ان کی وسیع مملکت کا یہ عالم تھا۔

وملك مالم يملكه احد من ملوك الاسلام بعد الخلفاء المتقدمين فكان فى مملكته جميع بلاد ماوراء النهرو بلاد والهياطله وباب الابواب والروم وديار بكرو الجزيرة والشام وخطب له على جميع منابر الاسلام سوى بلاد والمغرب فانه ملك من كاشغر' وهى مدينة فى اقصى بلاد الترك الى بيت المقدس طولاً ومن القسطنطينة الى بلاد الخزر وبحر الهند عرضا وكان قد قدر ممالكه ملك للدنيا

سابقہ خلفاء کے بعد مسلمانوں حکمرانوں میں اس قدر وسیع مملکت کا مالک کوئی نہیں ہوا۔ ان کی مملکت میں تمام ماوراء النھر کے علاقے' ھیاطلہ کے بلاد' باب الابواب روم' دیار بکر' جزیرہ اور شام شامل تھے۔ سوائے بلاد مغرب تمام منابر اسلام پر ان کا نام خطبہ میں لیا جاتا۔ تو طول میں یہ کاشغر (جو بلاد ترک کا آخری کونہ ہے) سے بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطینہ سے لے کر بلاد خزر اور بحر ہند تک ان کی مملکت پھیلی ہوئی تھی' ان کے گورنروں کو دنیا کا بادشاہ قرار دیا جاتا۔

پھر ان کا کردار ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔

وکان من احسن الملوك سيرة حتیٰ کان یلقب بالسطان العادل	ان کی سیرت و کردار نہایت اعلیٰ و خوبصورت تھا حتیٰ کہ انہیں سلطان عادل کا لقب دیا گیا۔

(وفیات الاعیان: ۴۔۴۸۵)

آگے لکھتے ہیں کہ امام ابواسحاق شیرازی صاحب المھذب کے کہنے پر خلیفہ المقتدی بامر اللہ نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دی۔

۲۔ امام شمس الدین محمد عثمان ذہبی (۷۴۸) نے ان کی اعلیٰ سیرت اور وسیع مملکت ان الفاظ میں ذکر کی ہے۔

تملك من المدأمن مالم یملکه سلطان .... وکان حسن السیرة	یہ اتنے شہروں کے مالک تھے کہ کوئی بادشاہ اس قدر مالک نہیں ہوا............ اور ان کا کردار نہایت اعلیٰ تھا۔

(سیر اعلام: ۱۴۔۱۴۳)

۳۔ امام عماد الدین مؤید (۷۳۱) نے یہی شان ان الفاظ میں واضح کی۔

وکان من احسن الناس صورة ومعنی، وخطب له من حدود الصين الى آخر الشام، ومن أقاصی بلاد الاسلام فی الشمال إلی بلاد الیمن، وحملت له ملوك الروم الجزیة ولم یفته مطلب، وکانت أیامه أیام عدل	یہ ظاہر و باطن میں نہایت ہی اعلیٰ انسان تھے حدود چین سے لے کر شام کے آخر شمال میں شام سے لے کر یمن تک ان کا ڈنکا بجتا ہے۔ اور ان کا دور عدل، سکون اور امن کا دور تھا۔

وسكون وأمن، فعمرت البلاد
و درت الأرزاق،
(المختصر فی اخبار البشر: ۲۔۲۰۳)

۴۔ امام ابومحمد عبداللہ بن اسد یافعی (۷۶۸) نے مورخین کے حوالہ سے لکھا۔

ملك من مدينة كاشغر القرك الى بيت المقدس طولاً، و من قسطنطنية وبلاء الجوت الى نهر الهند عرضاً، و كان حسن السيرة محسناً الى الرعية، وكانوا يلقبونه بالملك العادل
(مراۃ الجنان: ۳۔۱۰۶)

طول میں شہر کاشغر سے بیت المقدس اور عرض میں قسطنطنیہ اور بلاد جزت سے لے کر بحر ہند تک ان کی حکومت تھی۔ ان کی سیرت خوبصورت اور رعایا پہ مشفق اور انہیں لوگ بادشاہ عادل کے نام سے یاد کرتے۔

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن وسنت کی روشنی میں

(میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے والے اور منکر میلاد کے مابین مکالمہ)

میزان حروف

سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب) کے ترجمان شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین کی نظر ثانی کے ساتھ عالم پبلی کیشنز میسور نے دو غیر مقلد علماء عبد القدوس سلفی اور محمد سلیم ساجد المدنی (السیر الریاض) کا ایک مکالمہ انٹرنیٹ پر جاری کیا۔ جس کے گمراہ کن مندرجات سے بے شمار غلط فہمیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ چونکہ مسئلہ حضور اقدس تاجدار ختم نبوت نور مجسم سید الاولین والآخرین ﷺ کے میلاد پاک اور براہ راست آپ ﷺ کی ذاتِ کریمہ کا تھا لہذا ہم نے معترضین کے اشکالات کو جمع کر کے محقق العصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ (شیخ الحدیث وبانی وسربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور) کی خدمت میں پیش کیا تا کہ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بہتر انداز میں تسلی بخش جوابات مرحمت فرمائیں تا کہ عام مسلمانوں کی معلومات میں اضافہ اور معترضین کی تشفی وتسلی ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے کمال توجہ کے ساتھ ان سوالات کا جائزہ لیا اور پھر جوابات عطا کیے جو ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور کے "میلاد مصطفیٰ ﷺ نمبر" میں شائع کیے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہت ناسپاسی ہوگی اگر میں نوجوان دینی کارکن عزیز گرامی قدر محترم میاں ندیم عباس صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے نہ صرف انٹرنیٹ سے وہ "نجدی مکالمہ" ہمیں فراہم کیا بلکہ وہ اس دوران برابر یاددہانی اور اس کی تکمیل کا پُرخلوص اصرار بھی کرتے رہے اب انہوں نے

اسی مکالمہ کو انٹرنیٹ کے ذریعے عوام وخواص تک پہنچانے کی سعی بھی کی ہے۔
انٹرنیٹ استعمال کرنے والے احباب درج ذیل ایڈریسز میں سے کسی پر رابطہ کر کے خود بھی منگوا سکتے ہیں

mahboobqadri787@gmail.com

mainnadeem101@hotmail.com

اب قارئین کرام مندرجہ بالا گفتگو کو پیش نظر رکھ کر اس مکالمہ کا مطالعہ کریں اور جس حکیمانہ انداز میں حضرت محقق العصر مدظلہ نے جوابات عطا کیے ہیں ان سے استفادہ کر کے دعائے خیر میں یاد فرمائیں۔

والسلام

غبارِ راہِ حجاز

ملک محبوب الرسول قادری

چیئرمین: اسلامک میڈیا سنٹر لاہور

0300/0321.9429027

جشن میلاد النبی ﷺ

قرآن وسنت کی روشنی میں

(میلادالنبی ﷺ منانے والے اور منکر میلاد کے مابین مکالمہ)

عبداللہ :السلام علیکم!

ابن عبدالوھاب: وعلیکم السلام!

عبداللہ: کیا وجہ ہے آج مُنہ بُسورے بیٹھے ہو خیر تو ہے؟

ابن عبدالوھاب: کیا کریں یار ساری دنیا کے مسلمان آج جشن میلاد منا رہے ہیں اپنے نبی ﷺ کی ولادت پر خوشیاں منا رہے ہیں ہر سو بالکل عید جیسا سماں ہے اس وجہ سے پریشان بیٹھا ہوں

عبداللہ: توبہ کیجیے۔ یہ تو آپ ابلیسی فکر کی پیروی کر رہے ہیں آپ کو شیطانی وسوسے نے گھیر لیا ہے جس کے باعث آپ ایسا سوچ رہے ہیں کیونکہ آج کے مبارک دن ابلیس کے سوا اس دنیا میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

قل بفضل الله وبرحمته	اے محبوب ﷺ فرما دیجے کہ جب تم پر
فبذلک فلیفرحوا	اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل ہو تو پس اس پر
(سورہ یونس، ۵۸)	تم خوشی مناؤ

جب ہر چھوٹی بڑی نعمت پر خوشی کرنا ایمان کا تقاضا ہے تو رسول اللہ ﷺ تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل و رحمت ہیں اس پر مسلمان خوشی کیوں نہیں منا سکتے ؟

احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ اس دن شیطان چیخ چیخ کے رویا اور ساری کائنات میں ساری مخلوق نے خوشیاں منائیں، حور و غلمان نے گیت گائے۔ آسمانی ستارے سلامی کو جھک گئے، جبریل امین نے تین جھنڈے لہرا کے خوشی کا اظہار کیا۔ آتش کدہ ایران بجھ گیا ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے خانہ کعبہ جھوم اٹھا، بت منہ کے بل گر پڑے

اس لیے میرے بھائی آپ اپنے آپ کو خوشی منانے والوں میں شامل کرو تا کہ انجام بالخیر ہو اور شیطان کے ہمنوا ہر گز قرار نہ پاؤ

ابن عبدالوھاب: اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم تیسری عید بھی منائیں؟

عبداللہ: میں آپ کو میلاد النبی ﷺ پر خوشی منانے کا کہہ رہا ہوں اس کا درجہ اس قدر ہے کہ ؂

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول

آپ یہ بات کیوں نہیں سمجھتے کہ میلاد النبی ﷺ تو وہ ہے جس کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام عیدیں اور خوشیاں عطا فرمائیں ہیں رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ اور کئی دنوں کو عید کا نام اور رتبہ عطا فرمایا ہے مثلاً

جمعہ کو عید قرار دیا گویا سال میں تقریباً پچاس عیدیں بن جاتی ہیں اسی طرح آپ ﷺ نے عرفہ کے دن کو بھی عید قرار دیا

شیخ محمود نجدی کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ نے سات ایام کو عید قرار دیا ہے

(الرد القویٰ۔۳۹)

ابن عبدالوھاب: اچھا! سچ ایسی بات ہے۔ ہمیں تو بالکل بے خبر رکھا گیا ہے مجھے تو آج تک ہمارے کسی عالم نے یہ بتایا ہی نہیں۔ یہ تو اب پتا چل گیا کہ حضور ﷺ نے ان دو عیدوں کے علاوہ کو بھی خصوصی طور پر عید کا درجہ عطا فرمایا ہے

عبداللہ: میں پھر آپ پر واضح کر دوں کہ ہم اس دن کو عید سے کہیں بڑھ کر مانتے ہیں کیونکہ یہ یوم میلا النبی ﷺ ہے (ولادت نبوی ﷺ کا دن ہے) جو عیدوں سے بڑھ کر عید ہے

ابن عبدالوھاب: ہر جمعہ کو عید کہا گیا ہے؟

عبداللہ: بالکل ہر جمعہ کو عید کہا گیا ہے اور پتا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ سنو! اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تھا اس لیے یہ عید ہے اس دن کو یہ برکت حاصل ہے کہ تخلیق آدم والی ساعت میں جو دعا بھی کی جائے وہ قبول ہوتی ہے یار ذرا سوچو تو سہی کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش والی گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے تو اس مبارک دن اور پھر اس دن میں اس مبارک گھڑی کی عظمت وشان اور برکت ومقام کا عالم کیا ہوگا جب حضور ﷺ کی پیدائش ہوئی اور بھائی ابن عبدالوھاب اس کے حوالہ کو ضرور دیکھنا، امت کے بڑے محدث شیخ ابن الحاج کی شہرہ آفاق کتاب المدخل فصل فی المولد دیکھ لینا تاکہ تسلی ہو جائے

چلتے چلتے ایک اور بات بھی سن لو یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین اس مبارک

گھڑی میں اپنی حاجات اپنے رب کے حضور پیش کرتے ہیں مثلاً برکتہ المصطفیٰ فی الھند شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' میں ایک دعا یوں نقل کرتے ہیں کہ

اے اللہ میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں میرے تمام اعمال فساد نیت کا شکار ہیں البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل (اور لائق التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی وانکساری محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درودوسلام بھیجتا ہوں

اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لیے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درودو سلام پڑھے اور اس کے ذریعے سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی

(اخبار الاخیار۔۶۲۴)

ابن عبدالوھاب: یہ تو آپ نے بڑی اہم بات بتائی کہ اس مبارک گھڑی میں دعا تو کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اچھا یہ بتاؤ کہ پھر اس عید کے دن کی نماز کیوں نہیں پڑھی جاتی؟

عبداللہ: آپ کو علم ہے ناں کہ حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے کوئی نماز لازم نہیں فرمائی اگر لازم فرمائی ہوتی تو

یقیناً ہم وہ بھی ادا کرتے البتہ ایسے مبارک اوقات میں نوافل پڑھنا، صدقات دینا، قرآن پاک کی تلاوت اور دیگر امور خیر، دارین میں کامیابیوں اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، بخاری میں ہے کہ جب رمضان شریف آتا تو آپ ﷺ صدقہ وخیرات میں اضافہ فرمادیتے آپ ﷺ کے اس عمل سے محدثین نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جب بھی کوئی مبارک ساعت آئے تو اس میں صدقات وخیرات میں اضافہ کرنا سنت ہے اس لیے مسلمان اس مبارک موقع پر صدقات وخیرات کا اہتمام کرتے ہیں

ابن عبدالوھاب: آپ رمضان کی بات کرتے ہیں میں تو عید میلادالنبی ﷺ کے بارے میں پوچھ رہا ہوں کہ یہ منانے کا حکم بھی ہے؟

عبداللہ: رمضان شریف کی آمد پر جب صدقات وخیرات کا اہتمام سنت ہے تو پھر آمد رسول ﷺ کے مبارک موقع پر تو بطریق اولیٰ ہے

ابن عبدالوھاب: آپ اس حوالے سے مجھے حضور ﷺ کا کوئی عمل بتائیں؟

عبداللہ: الحمد للہ! یار ابن عبدالوھاب! میں تم کو اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی بتائے دیتا ہوں غور سے سنو۔ آپ ﷺ اپنے پیدا ہونے کے دن ہمیشہ روزہ رکھتے تھے آپ ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا

فیه ولدت وفیه انزل علی — اسی دن مجھے پیدا کیا گیا اور اسی دن مجھ پر قرآنی وحی کا آغاز ہوا

(مسلم، جلد، کتاب الصیام)

ابن عبدالوھاب: اچھا!! اپنی ولادت پر یہ حبیب خدا ﷺ کا خود اپنا عمل ہے سبحان

اللہ! آپ ﷺ روزہ رکھا کرتے تھے اللہ اکبر مجھے تو یہ بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے روزہ رکھنے کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ اس دن میرے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں

عبداللہ: یہ وجہ بھی ہے لیکن حدیث کے الفاظ پر ذرا غور تو کرو حضور ﷺ کے الفاظ ''فیــه ولدت'' (اس دن مجھے پیدا کیا گیا ہے) میں اپنی ولادت باسعادت کا ذکر خیر ہے جس سے آپ نے تعلیم دی کہ ہر شخص اپنی ولادت کے دن خوشی کا اظہار کر کے اپنے رب کا شکریہ ادا کرے اس لیے امت مسلمہ حضور ﷺ کے یوم ولادت پر مختلف پروگرام تشکیل دے کر اپنے رب کا شکر ادا کرتی ہے

ابن عبدالوہاب: اچھا! مسلمانوں کا یہ عمل میلاد منانا اس لیے ہے؟

عبداللہ: اب آپ کو مسلمانوں کے عمل کا مقام بھی سمجھ آ گیا۔ یاد رکھنا! تمام مسلمانوں کا عمل قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوتا اسی لیے قرآن مجید میں مسلمانوں کے راستہ کی پیروی کا حکم موجود ہے

ارشاد الٰہی ہے

ومن یشاقق الرسول من بعد	جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت
ما تبین له الهدی و یتبع غیر	کرے ھدایت کے واضح ہونے کے بعد
سبیلالـمومنین نوله ماتولیٰ	اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے
ونـصلـه جهنـم وسـاءت	ہم اس کی رسی ڈھیلی کر دیتے ہیں اور جہنم
مصیراً (النسآء،۱۱۵)	تک جانے دـتے ہیں

ابن عبدالوھاب: اللہ اکبر۔ خدا تجھے جزاء خیر دے تمہارا بہت شکر یہ میرے سامنے تو یہ آیت مبارکہ نہیں تھی نہ ہی اس طرف ہماری توجہ گئی اور نہ ہی ہمارے کسی مبلغ نے ہمیں یہ بتلایا یہ تو صاف طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نافرمانی سے بچائے اور مسلمانوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ میں عام مسلمانوں کے راستے کی بات نہیں کر رہا اگرچہ ان کا بھی بڑا مقام ہے میں تو امت مسلمہ کے محدثین، مفسیرین، صوفیاء، صلحاء، اولیاء آئمہ مجتہدین کی بات کر رہا ہوں، جنہوں نے محافل میلاد صرف منعقد ہی نہیں کیں بلکہ اس کے جواز اور برکات کے حوالے سے مستقل کتابیں لکھی ہیں چند کے نام سنو مثلاً

۱۔ حسن المقصد فی عمل المولد: امام جلال الدین سیوطیؒ

۲۔ جزء فی المولد الشریف: امام سخاویؒ

۳۔ المورد الروی فی المولد النبی ﷺ: ملا علی قاریؒ

۴۔ مولد النبی ﷺ: حافظ ابن کثیرؒ

۵۔ المورد الھنی فی المولد النبی ﷺ: حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ جامع الآثار فی المولد النبی المختار: حافظ ناصر الدین دمشقیؒ

۷۔ عرف التعریف بالمولد الشریف: امام شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ المیلاد النبوی ﷺ: امام ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ

۹۔مورد الصاوی فی مولد الهادی: حافظ شمس الدین دمشقیؒ

۱۰۔الباعث علی الانکار البدع والحوادث : امام ابوشامہ المتوفی ۶۶۵ھ

۱۱۔التنویر فی مولد السراج المنیر : امام ابوخطاب ابن دحیہؒ

ابن عبدالوھاب: آپ نے رسول اللہ ﷺ کا عمل تو بیان کر دیا کیا صحابہ اور تابعین نے اس موقع پر خوشی (عید) منائی؟

عبداللہ: افسوس صد افسوس! او بغلول، کیا حضور ﷺ کے مبارک عمل کے بعد بھی کسی اور حوالے کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ بلکہ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ انبیاء کا میلاد منانا سنت الہیہ ہے آپ قرآن کریم کھولیں اور متعدد انبیاء کے میلاد کا تذکرہ پڑھیں مثلاً دو انبیاء کے میلاد کا ذکر میں آپ کو سنا دیتا ہوں

حضرت موسی علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ پاک قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ جب موسیٰ پیدا ہوئے تو ہم نے ان کی والدہ کو وحی کی کہ ان کو دودھ پلا کر صندوق میں رکھ کر دریا کے حوالے کر دو اور ان کے بارے میں یا اپنے بارے میں ہر گز غم نہ کرو میں ان کو تمہاری گود میں واپس لے آؤنگا اور یہ میرے رسول ہیں

جب فرعون کے محلات کے قریب سے وہ صندوق گزرا تو فرعون نے اس صندوق کو پکڑ لیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ اس بچے کی اچھی تربیت کرو تا کہ ہم اس سے نفع حاصل کریں گئے۔ مختلف خاندانوں کی دائیوں کو بلایا گیا تا کہ وہ بچے کو دودھ پلائیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وحرمنا علیه المراضع من قبل
ہم نے موسیٰ پر ان دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام قرار دیا

پھر آپ کی ہمشیرہ نے آپ کی والدہ کی نشاندہی کی تو انہیں بلوایا گیا انہوں نے دودھ پلایا تو آپ نے اپنی والدہ کا دودھ پینا شروع کر دیا

ابن عبدالوہاب: اچھا اللہ تعالیٰ کے نبی کو ماں کی گود سے ہی حلال حرام کی تمیز ہوتی ہے اور وہ اپنی ماں کو بالکل بچپن ہی میں پہچان لیتے ہیں اللہ کا شکر ہے مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے

عبداللہ: او بھائی حیران نہ ہوسن میں ان انبیاء کے سرور وسرتاج اور سید وسردار کی بات سناؤں غور سے سنو اور پھر اپنا ایمان تازہ کرو

حضور کی رضائی والدہ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ آپ میرے دائیں پہلو کا دودھ نوش فرماتے مگر دوسرے پہلو کا دودھ کبھی نہ پیا۔ اس کی حکمت شارحین حدیث نے یہ لکھی ہے کہ آپ نے محسوس فرمالیا تھا کہ میرے دیگر رضاعی بھائی بہن بھی دودھ پینے والے ہیں کہیں میں ان کا حق کھانے والوں میں شامل نہ ہو جاؤں۔

ابن عبدالوھاب: آپ نے دو ابنیاء کا نام لیا تھا موسی علیہ السلام کے علاوہ دوسرے کس پیغمبر کا میلاد قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے

ہاں ہاں میں بھول رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت عیسی علیہ السلام کا میلاد بیان فرمایا ہے۔ جن کے شکم مادر میں حمل سے لیکر ان کے بچپنے تک کی تفصیلات قرآن نے بیان کی ہیں مثلاً ماں کی گود میں ان کا خطبہ دینا بیان ہوا

میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے نبی بنایا گیا ہے مجھے کتاب دی گئی ہے اور جب تک میں زندہ ہوں دنیا میں نماز پڑھوں اور زکوۃ ادا کروں اور اس دن پر سلام ہو جس دن مجھے پیدا کیا گیا ہے اور جس دن میں فوت ہوں گا اور جس دن قیامت میں اٹھایا جائے گا۔

(سورہ مریم)

ابن عبدالوھاب: اللہ تیرا شکر ہے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اللہ کا نبی ماں کی گود میں بھی یہ ساری تفصیلات جانتا ہے اور بیان کرتا ہے یا اللہ مجھے معاف کر دے میں تو سید الانبیاء اور خاتم المرسلین ﷺ کے متعلق بھی یہ غلط عقیدہ رکھتا تھا کہ خدانخواستہ وہ بھی چالیس سال سے پہلے کچھ نہیں جانتے تھے

عبداللہ: پیارے بھائی خدا تجھے ھدایت کا نور عطا فرمائے شکر ہے تم نے روایتی ضد اور ھٹ دھرمی کے راستے کو اختیار نہ کیا اور شافع محشر ﷺ کی عظمت کو دل سے تسلیم کیا

میں تمہیں ایک اصول اور ضابطے کی بات بتاتا ہوں کہ جو جو کمال کسی بھی نبی و رسول میں پایا جاتا ہے وہ سب کے سب ان سے بھی زیادہ کامل و اکمل صورت میں حضور ﷺ کی ذات گرامی میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دیئے ہیں

ابن عبدالوھاب: آپ نے ابھی حضو ﷺ کے بارے میں ایک عمل بیان کیا تھا کہ حضور ﷺ نے اپنے میلاد کے یوم پر روزہ رکھا تھا کیا اس کے علاوہ بھی اپنے میلاد کے حوالے سے حضور ﷺ نے کوئی اور رہنمائی فرمائی ہے

عبداللہ: بالکل! خدا تیرا بھلا کرے اللہ تعالیٰ تیرے سینے کو حضو ﷺ کی عظمت و شان قبول کرنے کے لیے مزید کھول دے

کتب حدیث اس سے مالا مال ہیں آپ صرف ترمذی شریف کا 'باب میلاد النبی' کا مطالعہ کرلیں جس کے تحت انہوں نے میلاد کے بارے میں آپ ﷺ کے مختلف اقوال جمع کیے ہیں مثلاً ایک صحابی نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا کہ آپ کب نبی بنائے گئے ؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے (سنن ترمذی)

پھر آپ ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ میں بشارت عیسیٰ اور دعائے ابراہیمی ہوں حضور ﷺ نے اپنے خاندان کی عظمتیں بیان کیں، اپنے بچپن کی شانیں اور عظمتیں بیان فرمائیں ۔حلیمہ سعدیہ کے ہاں قیام کا تذکرہ اور اس زمانے کے واقعات بیان فرمائے

ابن عبدالوھاب : میں نے تو یہ سنا تھا کہ مسلمانوں نے میلاد منانے کا عمل عیسائی برادری سے لیا ہے؟

عبداللہ: یار میں نے ابھی آپ کو بتایا ہے کہ انبیاء کے میلاد کا تذکرہ سنت الٰھیہ ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کے تذکرے میں نے قرآن کریم کا حوالہ دے کر آپ کو سنایا ہے اسی طرح احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے عمل کا تذکرہ بھی آیا ہے اب میں آپ کو دو ایسی مجالس کا ذکر سناتا ہوں جو ایک قرآن میں ہے اور دوسری حدیث شریف میں ہے

قرآن مجید میں آیت میثاق کا مطالعہ کرو جس میں اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ میں نے ازل میں تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کر کے ان سے عہد لیا تھا کہ جب تم دنیا میں

جاؤ اگر تمہاری زندگی میں میرا رسول (محمد ﷺ آجائے تو تم نے ان پر ایمان لاتے ہوئے ان کا معاون بننا ہے اسی ایت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد ہر نبی سے لیا اور ہر نبی سے فرمایا کہ تم نے اپنی امتوں سے بھی یہ عہد لینا ہے تو حضور ﷺ کی ولادت وآمد کے تذکرے تو ازل سے جاری ہیں اور اس وقت تو عیسائی برادری کا کوئی نام ونشان ہی نہیں تھا

یہ ازل کا جو اجتماع اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی آمد کے حوالے سے منعقد فرمایا یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے لیے منعقدہ اجتماع سے دو حوالوں سے ممتاز تھا ایک تو سیدنا آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لیے فرشتوں کو جمع کیا گیا جبکہ اپنے حبیب ﷺ کی عزت و تعظیم کے لیے ارواح انبیاء کو جمع کیا یعنی پہلے اجتماع میں خدام (فرشتے) تھے اور دوسرے میں مخادیم (انبیاء المرسلین کی ارواح) تھے اور دوسرا امتیاز اس اجتماع کا یہ تھا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے لیے منعقدہ اجتماع میں ان کی تعظیم کا منکر ابلیس بھی شامل تھا لیکن اپنے حبیب ﷺ کی عظمت وشان کے جلسہ میں کسی منکر کو شمولیت کی اجازت ہی نہ دی

ابن عبدالوھاب: اچھا! آپ حدیث کی بات کر رہے تھے آپ ذرا وہ سنایئے؟

عبداللہ: میری مراد حدیث سے یہ تھی کہ ابتداء اسلام میں مکہ مکرمہ میں صحابہ کو جلسہ جلوس کی اجازت نہیں تھی وہاں ذکر رسول کانفرنسوں پر سخت پابندی تھی گویا یوں کہو کہ وہاں ''بین'' لگا ہوا تھا۔ لیکن جب ہجرت رسول ﷺ ہوئی تو صحابہ نے شہر مدینہ میں سب سے پہلا کام استقبالی جلسہ وجلوس کیا

بچے اور بچیاں. طلع البدر علینا . یا محمد، یارسول اللہ ﷺ

حضور ﷺ آپ آئے تو دل جگمگائے ۔اور ان جیسے بہت سے نعرے لگائے گے۔اور ان ایمان افروز صداؤں سے درو دیوار گونج اٹھے دستوں نے سلامیاں پیش کیں۔ اہل مدینہ نے قسم قسم کے کھیلوں کا مظاہرہ کیا۔اور خوشی کا اظہار کیا۔

ابن عبدالوھاب :یار یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ واقعہ صحاح ستہ میں ہے؟

عبداللہ :بالکل میرے بھائی یہ تو مسلم شریف میں موجود ہے (حدیث،۵۳۲۹) دوسری بات یہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کی پیدائش پر بھی تو خوشی مناتے ہیں ناں اس میں اعتراض کیا ہے؟

ابن عبدالوھاب : اعتراض تو یہ ہے کہ بچوں کی پیدائش پر خوشی منائی نہیں جاتی فطری طور پر انسان خوش ہوتا ہے

عبداللہ : لگتا ہے آپ کو اسلام کی بنیادی معلومات سے بھی واقف نہیں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر تمہیں رشتہ دار، اولاد، مال، رہائش اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ محبوب ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کروں

(سورہ توبہ)

اور حبیب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کامل مومن بننا چاہتے ہو تو میرے ساتھ اپنی جان، اپنے والدین اور اپنی اولاد وغیرہ سے بھی بڑھ کر محبت کرو۔ثابت ہوا کہ مسلمان مسلمان کو تو فطری طور پر بھی ولادت نبوی ﷺ پر خوشی بچوں کی خوشی ولادت وغیرہ کی خوشی سے بھی کہیں بڑھ کر ہونی چاہیے۔ بلکہ بچوں کی خوشی تو اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔یہاں میں فاضل اہلحدیث صدیق حسن بھوپالی کا حوالہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ لکھتے ہیں

سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نکرے وہ مسلمان نہیں

(الشمامة العنبرية من مولد خير البرية، ۱۲)

اب تمہارا یہ کہنا ہے کہ یہ تو فطرتی خوشی ہے دینی یا مذھبی نہیں یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ اسلام نے بچے کی پیدائش پر خوشی کا حکم دے رکھا ہے کیا بچوں کا عقیقہ تمہاری نظر میں نہیں ہے یہ عقیقہ کرنا خوشی کا ایک مہذب اور اعلیٰ انداز ہے۔ اور امت مسلمہ اسی عمل کو ساڑھے چودہ صدیوں سے اپنائے ہوئے ہیں کیونکہ اس عمل مبارک کا اجراء حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا عقیقہ کر کے خود حضور پرنور ﷺ نے فرمایا تھا

ابن عبد الوھاب: سنا ہے کہ یہ میلاد کی خوشی میں ابولہب نے لونڈی آزاد کی تھی کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ میلاد کی خوشی ابولہبی طریقہ ہے؟

عبد اللہ: یار اس واقعہ کی تفصیلات اور مکمل حدود اربعہ سے واقفیت حاصل کریں تو اصل معاملہ آپ کے سامنے آجائے گا مثلاً

ا۔ یہ واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے جب بخاری کی دیگر روایتوں کو ہر موقع پر ترجیح دی جاتی ہے تو پھر منکرین میلاد اس واقعہ کے پیش کرنے پر اعتراض کیوں کرتے ہیں

۲۔ ابولہب نے اللہ کا نبی سمجھ کر خوشی نہیں کی بلکہ خونی رشتہ کے پیش نظر بھتیجا سمجھ کر خوشی منائی۔ بقول شیخ ابن قیم اور صدیق حسن خان بھوپالی کہ اللہ کریم نے اس کے اس عمل کو بھی ضائع نہیں کیا اور اس پر بھی اس کے عذاب میں کمی کر دی

۳۔امت کے تمام اہل علم نے اس روایت کے تحت لکھا ہے کہ جب بھتیجا سمجھ کر خوشی کرنے والے کافر کو بھی انعام سے محروم نہیں کیا گیا تو ایک مسلمان اور موحد جو کہ اللہ تعالیٰ کا رسول سمجھ کر خوشی کرتا ہے اس کو محروم کیسے رکھا جائے گا؟

۴۔یہ محض خواب کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیداری کی حالت میں قول ہے

۵۔یہ صرف ابولہب کا عمل نہیں بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا اگر بالفرض یہ عمل غلط تھا تو یہ انعام الٰہی کیوں؟ پھر تو اس کے عذاب میں تخفیف کے بجائے عذاب میں اضافہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا انعام بتا رہا ہے کہ سرور عالم ﷺ کی ولادت کی خوشی اس کا کتنا پسندیدہ عمل ہے آپ ذرا غور تو کریں میلاد کی خوشی ابولہب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے

ابن عبد الوھاب: آپ کی یہ بات تو ٹھیک ہے کہ ایمان کا تقاضہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی منائی جائے کیونکہ میرا دھیان ابولہب کی طرف تو تھا انعام الٰہی کی طرف نہیں تھا لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ ولادت باسعادت کی صحیح تاریخ کا تعین کیوں ہو کیونکہ کئی لوگ کہتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول حضور ﷺ کی وفات کا دن تو ہے ولادت کا دن نہیں

عبداللہ: اس سلسلہ میں چند باتیں ذھن نشین کرنا ضروری ہیں

ا۔بارہ ربیع الاول ہی ولادت نبوی ﷺ کا دن ہے یہ صحابہ سے ثابت ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں سیدنا عبداللہ ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم

سے ہے کہ رسول ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی، اس طرح تابعین کا موقف بھی یہی ہے

۲۔ اسلام میں وفات کے حوالہ سے صرف تین دن زیادہ سے زیادہ بیوہ ہونے والی عورت کے لیے چار ماہ دس دن غم کرنے کی اجازت ہے اس سے زیادہ غم اور تعزیت کی اجازت نہیں یہی وجہ ہے کہ جب شیعہ حضرات محرم میں ماتمی جلوس نکالتے ہیں تو آپ ان پر اعتراضات کرتے ہیں رہی ولادت کی خوشی اس کی اجازت اسلام نے ہر سال کرنے کی اجازت دی ہے جیسے سوموار کے دن رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا نزول قرآن کا جشن، شب قدر کا جشن یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میری ظاہری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ میں آگے جا کر تمہارے لیے انتظامات کرنے والا ہوں

۳۔ پھر آپ ﷺ کا وصال عام لوگوں کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے آپ ﷺ کا فیض تا قیامت تک جاری وساری ہے آپ ﷺ کا تعلق امت کے ساتھ قائم ودائم ہے آپ ﷺ امت کے اعمال سے آگاہ رہتے ہیں درود وسلام سنتے ہیں، اس کا جواب عطا فرماتے ہیں تو ہمیں ولادت نبوی ﷺ کو ہی نعمت عظمیٰ مانتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے نہ کہ صف ماتم بچھا لینی چاہیے

ابن عبدالوھاب: آپ ﷺ نے میلاد شریف کی تمام جزئیات اور بنیادیں قرآن سنت سے سامنے رکھی ہیں؟ میں اس پر بڑا خوش ہوں لیکن لوگ تو مجھے تو یہ سمجھاتے ہیں کہ

کام بدعت ہے اور یہ کرنے والے کو حضور ﷺ حوض کوثر سے بھی محروم رکھیں گئے

عبداللہ: الحمد لله ! بے شک سب تعریفیں اس ذات پاک کے لیے ہیں جو گمراہی کی ظلمت میں ھدایت کا نور عطا کرنے والا ہے شکر ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو میلاد کے حوالے سے شرح صدر عطا فرمایا باقی یہ بدعت کی بات بھی سن لیجیے ایک اصولی بات ہمیں پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اسلام میں بدعت اس چیز کو کہا جاتا ہے جو اسلام کی روح کے مخالف ہو اور اسلامی تعلیمات سے ٹکرائے یعنی اس کا اسلام کی تعلیمات میں اشارہ و کنایہ سے بھی تذکرہ موجود نہ ہو اس کی اصل نہ ہو اس سے اسلام کا حلیہ بگڑ جائے اور تعلیمات مسخ ہونے کا اندیشہ ہو یعنی ایسی خرافات جن کی وجہ سے انسان اپنے رب اور اس کے محبوب پیغمبر ﷺ سے دور ہو جائے اب تو خود ہی غور فرماؤ کہ ذکر رسول ﷺ اسلام سے ٹکراؤ پیدا کرتا ہے یا اس کی اصل اور حقیقی بنیاد ہے کیا اس کے ذریعے اسلام کو خطرات لاحق ہو رہے ہیں ؟ یا اسلام پھیل رہا ہے کیا اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب خدا ﷺ سے محبت پیدا ہوتی ہے یا کمی آ رہی ہے کیا ساری کائنات اور خصوصاً عالم کفر کے لیے یہ روز سعید اسلام کا پیغام منتقل کرنے اور دعوت و ابلاغ کا ذریعہ نہیں بن گیا ؟ اس لیے میرے بھائی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر یہ محفل خوب اہتمام سے منعقد کرنی چاہیے البتہ اگر کہیں کوئی خامی یا غلطی نظر آئے تو اس کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہیے

اور یہ بھی سامنے رہے کہ ہر مکتبہ فکر کے لوگ اپنے اپنے اداروں کے یوم تو سبھی مناتے ہوئے سیمینار، کانفرنس اور اجتماعات کرتے ہیں مثلاً شیخ محمد بن عبد

الوہاب کے یوم پیدائش پر ہفتہ منایا جاتا ہے۔دار العلوم دیو بند کا صد سالہ جشن سج دھج سے منایا گیا اسے کسی نے بدعت نہیں کہا صرف اس کا دن منانا بدعت ہے جس کے صدقہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے ہمیں دی ہے۔

ابن عبدالوھاب: خدا کا شکر ہے میرا بڑا مسئلہ حل ہوا میرے دل کدورت مٹ گئی ذہن کشادہ ہو گیا اور میرے دل میں موجود تنگی نے وسعت کو جنم دیا آئندہ میں تو اپنے پیارے محبوب ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی پورے اہتمام عقیدت واحترام اور تزک واحتشام سے مناؤں گا اللہ تعالیٰ ساری امت کو متحدہ ہو کر منظّم طریقے سے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشیاں منانے کی توفیق دے

(آمین،آمین)

۴۴۷

یا محمد انی اتوجہ بک
الی ربی فی حاجتی

یا رسول اللہ کہنا

(اُمت کا متفقہ موقف)

تالیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1 ۔ میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...03004407048

۴۴۸

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی کی 'مفاتیح الغیب'

تفسیر کبیر کا اردو ترجمہ

فضل قدیر

مترجم

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1۔ میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...03004407048



امیر کاروانِ اسلام

مُفتی محمد خان قادری

کا دینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر

- شرح اج سک متراں دی
- حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
- والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام
- جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
- ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
- نعل پاک حضور ﷺ
- صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
- قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
- خواب کی شرعی حیثیت
- علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
- معراج حبیبِ خدا ﷺ
- محافل میلاد اور شاہِ اربل
- حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
- ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
- عورت کی امامت کا مسئلہ
- عورت کی کتابت کا مسئلہ

- معارف الاحکام
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
- فتاویٰ رضویہ جلد چہاردم
- ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
- صحابہ اور محافلِ نعت
- صحابہ کے معمولات
- علم نبوی ﷺ اور منافقین
- حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
- سدرہ تیری راہ گزر
- منہاج اصول الفقہ
- ذخائرِ محمدیہ ﷺ
- مسلک صدیق اکبرؓ عشق رسول ﷺ
- شرح سلام رضا
- نورِ خدا سیّدہ حلیمہ کے گھر
- اسلام اور تحدید ازواج
- اسلام میں ہجڑے کا تصور
- فضائلِ نعلین حضور ﷺ

- شبِ قدر اور اسکی فضیلت
- اسلام اور تصور رسول پاک ﷺ
- اسلام اور احترام والدین
- والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
- نسب نبوی ﷺ کا مقام
- وسعت علم نبوی ﷺ
- اسلام اور احترام نبوت
- اسلام اور خدمت خلق
- نظام حکومت نبوی ﷺ
- فضیلت درود وسلام
- شان نبوت ﷺ
- تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح
- شاہکار ربوبیت ﷺ
- ایمانِ والدین مصطفےٰ ﷺ
- حضور ﷺ کا سفر حج
- امتیازاتِ مصطفےٰ ﷺ
- درِ رسول ﷺ کی حاضری
- صحابہ کی وصیتیں
- رفعتِ ذکر نبوی ﷺ
- مزاحِ نبوی ﷺ
- تبسم نبوی ﷺ
- منہاج النحو

- امام احمد رضا بحیثیت قاطع بدعات
- برکات محافل سے محرومی کیوں؟
- زوال امت کا ازالہ کیسے؟
- آیئے قرب مصطفیٰ ﷺ پائیں
- اساس ایمان۔ محبت الٰہی
- جماعت نماز تسبیح
- ٹخنے ننگے کرنے کا حکم
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
- سرمہ اور روزہ
- کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں
- یارسول اللہ ﷺ کہنا ایمان یا شرک
- اسلام اور ایصال ثواب
- منہاج المنطق
- مقصد اعتکاف
- تفسیر سورۃ الکوثر
- تفسیر سورۃ القدر
- امامت اور عمامہ
- عصمت انبیاء
- روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
- علم نبوی ﷺ اور متشابہات
- Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

- کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک
- حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
- بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطا نہیں
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم

- حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
- نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
- حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت
- احوال وآثار۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی
- والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی

- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
- میلاد النبی اور شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ
- مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
- تفسیر کبیر (آخری بائیس سورتوں کا ترجمہ)
- حضور ﷺ کے ظاہر اور باطن پر فیصلے